دورِ مجوس

تالیف

ڈاکٹر سرور زین العابدین

المعروف عبد اللہ الغریب

ترجمہ و تفہیم

آغا سید دلدار حشر حسرت آلِ امام

مکتبہ اہل سنت والجماعت۔ کشمیر

پھر سے دور مجوس آ گیا

ایرانی انقلاب
کے سیاسی' عقدی اور تاریخی حقائق

تالیف

ڈاکٹر سرور زین العابدین المعروف عبداللہ الغریب

ترجمہ و تفہیم

آغا سید دلدار حشر حسرت آل امام

صالح حسن

ناشر
مکتبہ اہل سنت والجماعت کشمیر

مکتبہ اہل سنت والجماعت، کشمیر

فہرست

دسویں طباعت/ایڈیشن کا

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی المبعوث رحمۃ للعالمین، نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم تسلیما کثیراً اما بعد!

زیر نظر ایڈیشن میری کتاب "وجاء دور المجوس" کا دسواں قانونی ایڈیشن ہے۔ جس میں قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس طبع کو میرا قانونی کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کتاب کے غیر قانونی ایڈیشن بھی شائع ہوئے، میرے پاس کتاب کا پہلا ایڈیشن بھی ہے اور انیسواں بھی۔ بعض جگہ کتاب شائع ہونے کا مجھے علم ہے لیکن ایڈیشن کا پتا نہیں۔

بعض حضرات نے باب ''خلیج وعراق میں ایران کے مفادات'' الگ کر کے بھی شائع کیا۔ عناوین والفاظ تبدیل کر کے کتاب کی تالیف اپنی طرف منسوب کی۔ بیانِ حق کے لئے میں کہتا ہوں کہ اس شخص نے اپنی موت سے کچھ قبل زبانی پیغام میں اپنے اس فعل کی مجھ سے معافی مانگی؛ میں نے اسے معاف کر دیا؛ اللہ سے دعا ہے کہ اس کی مغفرت فرمائے۔

بعض عرب ممالک نے اس کتاب پر پابندی عائد کی اور اسے فرخت سے روکا۔ دو دہائیوں کے بعد مجھے علم ہوا کہ اسی ملک نے چپکے سے اپنے مطابع میں کتاب کو طبع کیا اور ایک لفظ بھی حذف کیے بغیر قابل بھروسہ لوگوں میں تقسیم کیا۔

ان چوری چھپے ایڈیشنوں میں سے بعض کا علم ہونے کے باوجود میں نے سرف نظر کیا تا کہ کتاب بڑی سطح پر پھیل جائے، اور یہی ہوا۔ رکاوٹوں کے باوجود کتاب کے ایک لاکھ قانونی نسخے فروخت ہوئے۔ مجھے امید ہے کہ غیر قانونی نسخے اس سے دوگنا ہوں گے۔

کتب عربیہ کی طباعت واشاعت سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ کسی بھی عرب مؤلف کی کوئی کتاب اس مقدار کے نصف یا چوتھائی تک بہ مشکل پہنچتی ہے۔

خلاصہ کلام! میں پہلے تو غیر قانونی طباعتوں سے چشم پوشی کرتا تھا۔ مگر اب اس اشاعت کے بعد میں کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اسے شائع کرے۔ وگرنہ مجھے قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

یہاں میں قارئین کرام کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ میں شائع ہوا اور یہ ایڈیشن ۲۰۰۸ میں شائع ہو رہا ہے۔ ان دونوں طباعتوں کے درمیان بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے۔ لبنان میں خانہ جنگیاں ہوئیں، عراق اور ایران میں علاقائی سطح کی لڑائی ہوئی۔ ان سانحات نے یقین کی بنیادیں ہلا ڈالیں اور بہت ساری نامعلوم چیزیں معلوم بن گئیں۔

پہلے ایڈیشن کی طباعت کے وقت لوگ [ایرانی] انقلاب کے رہنما کی تاریخ نہیں جانتے تھے نہ اس کی جماعت کی تاریخ جانتے تھے تو بطریق اولی ان کے عقائد کے بارے میں بھی لوگوں کو کوئی علم نہ تھا۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے مؤقف کی حقیقت کسی کو معلوم تھی نہ ان کی عربوں سے عداوت کے بارے میں جانتے تھے۔ نہ اسلامی فتوحات کے قائدین جنھوں نے پوری دنیا میں اسلام کا پھریرا لہرایا، سے [ان کی] عداوت کے بارے میں کسی کو کچھ معلوم تھا۔

عرب لوگ بس اتنا جانتے تھے کہ خمینی اور اس کے انصار و مددگار شیعہ علماء اور طلباء ہیں۔ جنھوں نے شاہ ایران ''محمد رضا پہلوی'' کی حکومت کا تختہ الٹا۔ جس نے امت مسلمہ کے جذبات کو اس وقت سخت ٹھیس پہنچائی جب ہمارے فلسطین میں صیہونی حکومت کے ساتھ مضبوط تعلقات قائم کئے اور عربوں سے اپنی عداوت کا اظہار کیا۔ اس عداوت میں بعض میں وہ اپنے مجوسی آباء واجداد سے ذرا مختلف نہ تھا جو عالم عرب پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھتے تھے۔

خمینی اور اس کے انقلابی وہی نعرے لگاتے تھے جو ہم لگاتے ہیں۔ یعنی فلسطین اور قدس کی آزادی کا نعرہ۔ اپنی حسن نیت بتانے کے لئے انہوں نے کا اسرائیل کے سیاسی وفد

کو دھتکارا اور وہ عمارت جس میں یہ لوگ مقیم تھے اس کو تحریک آزادی فلسطین کا آفس بنالیا۔ لہٰذا ہم کیوں نہ ان کے انقلاب کی تائید کریں اور اس پر خوش ہوں؟۔

یہ کتاب اول تا آخر یہ بتاتی ہے کہ خمینی اور اس کے انقلابی سابقہ شاہ ایران سے بڑھ کر خبیث ہیں۔ آنے والے دن ان کے مقاصد سے پردہ اٹھائیں گے۔ جوان کے گمراہ کن نعروں کے خلاف ہیں۔ تب لوگ کیسے ان کا استقبال کریں گے اور کیسے اس کے مؤلف کے ساتھ معاملہ کریں گے۔

متعدد عرب اور یورپین ممالک کے دوروں کے دوران مجھے ایسا لگتا تھا۔ جیسے میں مخالف لوگوں میں آ گیا ہوں۔ ایک بات جو مجھے اچھی طرح سے یاد ہے اور جسے میں بھول نہیں سکتا کہ خمینی کو لے جانے والا جہاز فرانس سے اڑ کر تہران پہنچا۔ اسی دوران میں مراکش کے ایک دعوتی دورے پر تھا۔ جسے الشبیبۃ الإسلامیۃ کی قیادت نے ترتیب دیا تھا۔ ان کی سرگرمیاں خلاف قانون تھیں۔ چنانچہ میرا دورہ اعلانیہ نہیں تھا۔ اس تنظیم نے مجھے اپنے ارکان کے سامنے محمد نائف کے نام سے متعارف کرایا۔ (نائف میرے والد رحمہ اللہ کا نام ہے)۔

بیس دن کے اس دورے میں دار البیضاء، رباط، فاس، شہروں کے مختلف گھروں میں گیا۔ تنظیم کے جن ارکان سے میں ملا وہ یونیورسٹیوں کے طلباء تھے۔ ان میں سے اکثر آج حزب العدالۃ والتنمیۃ کے قائدین ہیں۔

ہر دن دو نشستیں ہوتیں ہر نشست چھ گھنٹوں سے زائد پر محیط ہوتی۔ ہر نشست میں مجھ سے پہلا سوال یہ پوچھا جاتا کہ امام خمینی کے مبارک انقلاب کے بارے میں میری کیا رائے ہے؟۔

کیا آپ کو یقین نہیں کہ شاہ ایران کے سقوط کے بعد ہمارے ملکوں کے تخت وتاج بھی خطرے میں آ گئے ہیں؟

جواب دینے سے پہلے میں نوجوانوں کے چہرے دیکھتا تو وہ انقلاب خمینی کے مستقبل

پر بھروسہ اور خوشی سے چمک رہے ہوتے۔ اور ان کی نگاہیں عالم عرب میں انقلاب کی راہ دیکھ رہی ہوتیں۔ خلافت اسلامیہ کی واپسی کی توقع رکھ رہے ہوتے۔ اور میں جانتا تھا کہ اہل مراکش جدل پسند ہیں۔ لہٰذا مجھے لازمی طور پر صبر کرنا ہے۔ پھر اس کے بعد میں جواب دینا شروع کرتا۔ جواب کا مواد دلائل سمیت میرے پاس تیار تھا۔ بلکہ میں نے اس کتاب کی بعض فصلیں لکھ بھی لی ہیں۔ خمینی اور اس کے انقلابیوں کا عقیدہ ان کی تاریخ، عالم اسلام کو اس سے درپیش خطرات کا خلاصہ پیش کرنے کے بعد ---- باوجود اس کے کہ میرے جوابات خمینی کی کتابوں اور اس کے ان افکار کی تحقیق پر مشتمل ہوتے جو اس کے آباؤ اجداد صفوی، بویہی اور سبائی عقائد اور افکار سے ذرا بھی مختلف نہیں تھے۔ جواب سے فارغ ہونے کے بعد میں تھوڑی دیر تک رکتا سامعین کے چہروں کو دوبارہ پڑھنے کی کوشش کرتا تو ان پر مجھے غصے اور اس مہمان کی باتوں سے مایوسی کے جذبات کا اندازہ ہوتا۔ پھر مجھ پر سوالوں بلکہ احتجاج کی بوچھاڑ ہو جاتی۔

علماء مبلغین، اسلامی جماعتیں اور ان کے مجلّے اس انقلاب کی تائید کرتے ہیں؛ کیا آپ کی باتیں ان کو معلوم نہیں؟۔ کیا یہ عقل میں بات آتی ہے کہ پوری امت کے علماء اپنی جماعتوں سمیت ان خطرناک امور سے غافل رہ جاتے جنہیں آپ نے ذکر کیا۔ اور جن کے بارے میں صرف آپ ہی گفتگو کرتے ہیں۔

میرا جواب ہوتا وہ لوگ جنہوں نے اس انقلاب کی تائید کی؛ فی الحقیقت انہوں نے اپنے جذبات، امیدوں اور اپنے خوابوں کی تعبیر ڈھونڈھنے کی کوشش کی ہے۔ آپ لوگوں کی حیرت بجا ہے۔ اس لئے کہ میرا نام ان لوگوں کے ناموں میں نہیں شمار ہوتا جن کو آپ سننے کے عادی ہیں اور جن کے مؤقف کی صداقت پر آپ ایمان لے آئے ہیں۔ لیکن آپ یونیورسٹیز کے طلباء ہیں۔ اس لئے میری بات سنیں میرے حوالوں کو پرکھیں۔ ان کا صحیح ہونا اگر آپ کے نزدیک ثابت ہو جائے تو آپ حق کو تھامے رہیں۔ اور لوگوں کی باتوں سے پرہیز کریں چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

الحمد اللہ میں نے اس انقلاب پر سامعین کے یقین کو متزلزل کر دیا۔ اور وہ پہلی دفعہ سننے لگے کہ اہل سنت اور شیعہ میں فرق عظیم ہے۔ شیعہ مذہب عام مسلکوں کی طرح نہیں، تاہم میری باتیں سن کر یقین کرنے والے کم تھے۔ ان میں ایک شیخ علال (جن کا نام کا بقیہ حصہ میں بھول گیا) اور شیخ محمد ذحل تھے۔ ان کے گروپ سے ملاقات کے دو دن بعد دار بیضاء کی ایک بڑی مسجد میں نماز جمعہ کے خطبہ کا موضوع خمینی اور اس کا انقلاب اور اس کی جماعت تھی۔

اللہ ہدایت دے ان لوگوں کا جو ان نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اخوان المسلمون کے شاعر یوسف عظیم نے ایک مظاہرے میں یہ اشعار پڑھے۔

بالخميني زعيما و اماما
هدّ جرح الظلم لا يخشى الحماما
قد منحناه و شاجا و ساماً
من و مانا و مضينا للامام
عدم الشرك و نجتاح الظلاماً
ليعود الكون نورا و سلاماً

"خمینی ہی ہمارا راہنما اور امام ہے جس نے ظلم کے محلات کو ہلا ڈالا؛ موت سے نہیں ڈرا۔ ہم اسے اپنے خون سے بنا تمغہ دیتے ہیں اور ان کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ شرک کو تباہ و برباد اور ظلمتوں کا قلع قمع کرتے ہیں تاکہ دنیا نور اور سلامتی سے بھر جائے"۔

اخوان المسلمون نے اپنے ایک عالمی تنظیمی بیان میں اس شخص پر تنقید کی جو ایران کے اسلامی انقلاب پر شک کرتا ہے اور کہا کہ ایسا آدمی ان چار میں سے ایک ہے۔..... ایسا مسلمان ہے جو اسلامی طوفان کے زمانے کا احاطہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا؛ وہ اب تک زمانہ غلامی میں ہے۔ اسے چاہئے کہ اللہ سے مغفرت طلب کرے اور اسلام میں عزت اور جہاد

کے مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش کرے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۝﴾ (آل عمران: ۱۷۵)

یا وہ ایجنٹ ہے جو بھائی چارے کا نعرہ لگا کر اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں واسطے کا کردار ادا کر رہا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

﴿وَإِن يُرِيدُوٓا۟ أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ ٱللَّهُ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِۦ وَبِٱلْمُؤْمِنِينَ۝﴾ (الانفال: ٦٢)

یا وہ جاہل مسلمان ہے جسے بلا ارادہ دوسرے لوگ تحریک دیتے ہیں۔جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تُطِيعُوا۟ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ فَتَنقَلِبُوا۟ خَٰسِرِينَ۝﴾ (آل عمران: ١٤٩)

یا منافق ہے، جو ان سب کے درمیان متذبذب رہتا ہے۔بیان میں اس ''واسطے'' کا ذکر ہے کہ ایران میں امریکی مغویوں کو چھڑانے کے لئے سامنے آیا۔اسی لیے اس بیان میں ہے: اگر یہ بات ایران ہی کے ساتھ خاص ہوتی تو سیاق وسباق کی وضاحت کے بعد یہ درمیانی حل قابل قبول ہو سکتا تھا۔لیکن یہ اسلام اور تمام مسلمانوں کا مقابلہ ہے۔جو واحد اسلامی حکومت کی گردن پر امانت ہے۔جس کی آبیاری کے لئے بیسویں صدی میں عوام نے خون بہایا تا کہ اللہ کی حکومت، حاکموں کی حکومت کے اوپر ہو جائے۔اسی طرح استعماری اور عالمی صہیونی حکومت کے اوپر ہو جائے۔

عراق ایران جنگ کے حوالے سے بھی اخوان نے ایک بیان نشر کیا جس میں صدام اور اس کے بعثی نظام کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا، ایران اور انقلاب ایران کی تائید کی گئی، بیان میں آیا:

یہ جنگ کمزور انسانوں اور مسلمانوں کو آزاد کرنے کی جنگ نہیں، کیوں کے ایرانی

عوام نے خود کو امریکی وصہیونی استعمار کے مظالم سے معجزاتی جدوجہد اور تاریخ انسانی کے یکتائے روزگار اسلامی انقلاب کے ساتھ آزاد کر دیا ہے،ایک ایسے آدمی کی قیادت میں جو بلاشک وشبہ فخر اسلام ومسلمین ہے۔

اخوان کی عالمی تنظیم اسی طرح جذباتی انداز میں انقلاب ایران کی تائید ودفاع پر کمر بستہ رہی، حادثات وواقعات سے اس نے کوئی سبق نہیں سیکھا، تاہم یہ محبت کا مظاہرہ صرف انہی کی طرف سے ہوتا رہا، ایران نے کبھی اس کے اظہار کی زحمت نہیں کی۔۔۔۔یہی مؤقف پاکستان کی جماعت اسلامی کا بھی ہے۔قاہرہ کے مجلّہ الدعوۃ نے مودودی سے ایرانی انقلاب کے بارے میں ان کے مؤقف کے بارے میں استفسار کیا، مودودی نے یہ جواب دیا:

''خمینی کا انقلاب اسلامی انقلاب ہے، انقلابی اسلامی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، ان نوجوانوں نے اسلامی تحریکوں میں تربیت حاصل کی ہے۔تمام مسلمانوں، تحریکوں پر بالخصوص لازم ہے کہ اس انقلاب کی تائید کریں۔اور ہر میدان میں اس کے ساتھ تعاون کریں''۔(مجلّہ الدعوۃ، ۳۹، اگست ۱۹۸۹)

اے کاش! یہ لوگ خالی خولی بیانات دینے سے پہلے کسی شیعہ ماخذ کا مطالعہ کر لیتے، یا خمینی کی کسی کتاب کو پڑھ لیتے!!

کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا ذکر دوبارہ پیش کرتا ہوں، ۱۹۸۰ تا ۱۹۸۱ کے درمیان لبنان میں کوئی ایسا طباعتی ادارہ ملنا ناممکن تھا جو اس کتاب کو شائع کرے، ہمارے سامنے مصر تھا۔چنانچہ ہم ایک طباعتی ادارے سے دوسرے طباعتی ادارے میں جاتے رہے۔ہر ایک کتاب کو لیتا اس کا عنوان پڑھتا۔صفحے پلٹتا۔کوئی ایک ہفتے اور کوئی ایک مہینے کے بعد ہمیں معذرت کا جواب دے دیتا۔اس لئے کہ عمومی فضا کتاب کے موضوع کے خلاف تھی۔اور پریس والے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتے تھے جو انہیں خطرات سے دوچار کرے۔ایک سال تک ہماری یہی حالت رہی۔ایک سال بعد

ایک تبتی مالک مطبع نے اس کتاب کو چھاپا۔

چھپنے کے بعد ایک دن صبح سویرے پولیس نے مطبع پر چھاپا مارا اور پورا ایڈیشن اپنے قبضہ میں لے لیا۔ تھکا دینے والے مذاکرات کے بعد پولیس نے دو شرطوں کے ساتھ کتابیں حوالے کرنے کی اجازت دی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ جامعہ ازھر اس کی موافقت کرے۔ سرکاری طور پر تو جامعہ ازھر اس قسم کی کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

کتاب کی اشاعت کا مسئول ازھر سے فارغ التحصیل تھا۔ جامعہ ازھر کے سارے طریقوں سے واقف تھا۔ اسی نے کسی طریقے سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اور جامعہ ازھر سے کتاب کی اشاعت کا اجازت نامہ حاصل کر لیا۔ اب ہمیں اسے مصر سے باہر فروخت کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ کوئی ایسا عرب ملک ہمارے سامنے نہ تھا جو اسے نشر کرنے کی اجازت دیتا۔ ہم بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے۔ ہمارا یقین تھا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ جب کسی کام سے راضی ہوتے ہیں تو اس کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ سبب سعودی عرب کے بڑے علماء کی جماعت کی صورت میں سامنے آیا جو اس زمانے کے بڑے علماء کرام پر مشتمل تھی۔

علماء کی یہ جماعت ایرانی انقلاب کے معاملے میں تحقیق اور اس حوالے سے موقف اختیار کرنے کے لئے جمع ہوئی۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ بعض معروف داعی علماء نے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہا تھا کہ امام خمینی دوسرے امامی شیعوں سے مختلف ہیں۔ اس لئے کوئی ایسا موقف اختیار نہ کریں جو بعد میں غلط ثابت ہو۔

علماء کی جماعت کے ایک رکن صالح بن عصون رحمۃ اللہ علیہ کو "ھیئۃ" نے یہ ذمہ داری تفویض کی کہ وہ اس انقلاب کے امام اور اس کے عقیدے پر تحقیق کر کے پیش کرے۔ چند دنوں کے بعد شیخ عبداللہ بن قعود رحمۃ اللہ علیہ جو اس جماعت کے رکن تھے انہوں نے اس کتاب "وجاء دور المجوس" کا ایک نسخہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کرتے ہوئے کہا:

محترم شیخ صاحب! اسے دیکھئے یہ کتاب انقلاب ایران کا سیاسی، تاریخی اور عقائد کا

مختلف وجوہ سے احاطہ کرتی ہے۔ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کتاب کی تلخیص کرنے اور تمہیدی نوٹ کے ساتھ "ھیئۃ" کے سامنے چند روز میں پیش کرنے کے کہا۔

شیخ عبداللہ بن قعود رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیا۔ تمام ارکان نے اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس تحقیق کے مماثل قرار دیا جس کی ابن عصون کو ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے تین ہزار نسخے خریدے۔ ہم نے اتنی ہی اور تعداد سعودیہ بھیج دی۔ یہ نسخے عام کتب خانوں کو اس لئے نہیں دیئے گئے کہ ہمارے پاس فروخت کا اجازت نامہ نہ تھا۔ بلکہ دعوت وافتاء کے شعبے محدود پیمانے پر کتاب کو دے رہے تھے۔ متعدد مجالس میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کی اور مؤلف کی تعریف کی اور کتاب پڑھنے کی عام نصیحت فرمائی۔

باقی سب قارئین کرام یہ جان لیں کہ کتاب کی طباعت یا فروخت کے سلسلے میں، میں نے کسی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا، نہ یہ میری عادت ہے؛ نہ میں کوئی تاجر ہوں۔ بلکہ دیکھا جائے تو یہ کتاب اور اس جیسی میری دوسری کتب میرے لیے موت کے پروانے کی طرح ہیں۔ اس کام کی جرأت وہی کر سکتا ہے جو اللہ کی راہ میں شہادت کا طالب ہو۔ اس لے شیعہ کے باطنی حشاشین گروپ نے ٹارگٹ کلنگ میں پہلے سے زیادہ ترقی کر لی ہے۔

اللہ مجھے اخلاص عنایت فرمائے۔ شیخ ابن قعود کو بھی یہ کتاب کسی سے مل گئی۔

چالاک جھوٹا شخص جتنا بھی تقویٰ واستقامت کا مظاہرہ کرے، ایک نہ ایک دن اس کے جھوٹ کا پول ضرور کھل جاتا ہے، اس لئے صرف چند ماہ بعد ہی ایران کے نئے حکمرانوں کے حقیقی چہرے سے نقاب اٹھ رہا ہے۔

ایران عراق جنگ جو بلا وجہ کئی سال جاری رہی اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ دوران حج ایک اور بدعت کو ایجاد کیا ہے جس کا نام "مشرکین سے برائت" رکھا ہے۔ ذی الحجہ کی چھ تاریخ کو یہ مظاہرہ شروع ہوتا ہے۔ مظاہرین خنجر، لاٹھیاں، وغیرہ اٹھائے ہوتے ہیں۔ 1986 کے حج میں اس مظاہرے کے دوران 402 حاجی ہلاک

اور ۶۴۹ زخمی ہوئے۔ مقتولین میں ۸۵ پولیس اور سعودی عرب کے باشندے اور ۴۶ دوسرے ملکوں کے تھے، ۲۸۵،۱ ایرانی تھے۔ اس قابل مذمت فعل میں مختلف علاقوں کے شیعہ تہران کی ہدایت پر شامل ہوئے۔ اگرچہ ۱۹۸۶ کے واقعات زیادہ خون ریز تھے؛ لیکن شیعوں کا شوروغل ۱۹۸۰ برپا تھا۔ کسی شورشرابے سے ان کا مقصد حرمین شریفین میں اپنے لئے اثرِ رسوخ حاصل کرنا تھا۔ میں نے اپنی کتاب ''ایقاظ قومی ام نیام؟'' کیا میری قوم جاگ رہی ہے یا سوئی ہوئی ہے) میں اس مسئلے پر تفصیلی بات کی ہے۔

لبنان میں عوام اٹھے کہ یہ مختلف قومیتوں والا ملک دوسری اسلامی جمہوریہ بنے۔ بعض علماء اور اہل سنت کی جماعتوں کا اس مطالبے میں حزب اللہ کا مسلسل ساتھ دینا انتہائی افسوس ناک ہے۔ جو اس مقصد کے لئے ٹیڑھے میڑھے راستے اختیار کر رہی ہے۔

عراق وافغانستان پر قبضے کے لئے روافض نے شیطان اکبر کے ساتھ اتحاد کیا۔ جس سے ساتویں ہجری میں تاتاریوں کے ساتھ ان کے اتحاد کی یاد تازہ ہوگئی؛ جس کے المناک نتائج میں سقوط بغداد اور ہزاروں عراقیوں کی ہلاکت ہے۔ نیز اسلامی ملفوظات اور اسلامی کتابوں کو دجلہ میں بہانا بھی اسی اتحاد کے نتائج میں سے ہے۔ آج بھی بعینہ وہی صورت حال ہے۔

شام کے رجعت پسند نظام کے ساتھ ان کا اتحاد یہ سوچتے ہوئے کہ وہ اور شامی حکمران ایک ہی مسلک کے ہیں۔ حالانکہ شام کا حکومتی نظام لادینی بعثی ہے۔ [جب کہ] بغداد کا بعثی نظام تو اسلام سے ارتداد ہے؛ اور یہی نظام دمشق میں مومن ہے۔

انقلاب برآمد کرنے کے نام پر انہوں نے پہلے دن سے حکومتوں پر قبضہ کرنے کے لئے ہر اسلامی ملک میں فرقہ وارانہ سرگرمیاں انجام دی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بغیر کسی تھکاوٹ اور نا امیدی کے خلیجی ممالک پر ایک کے بعد ایک قبضہ کرنے کی ان کی کوششیں جاری ہیں۔

لوگ اپنے اس پاس کے واقعات سے حیرت زدہ ہیں کہ یہ انقلاب فارسی مجوسی

انقلاب ہے؛ اسلامی نہیں۔ یہی ان لوگوں کا فیصلہ ہے اگرچہ دیر سے ہوا ہے۔ اب یہ لوگ وہ کتابیں پڑھنے لگے ہیں۔ جنہیں پڑھنا کل تک گوارا نہیں کرتے تھے۔

ان نئی تبدیلیوں کی وجہ سے بعض ممالک نے پبلشرز اداروں کو ان کی کتابیں درآمد کرنے کی اجازت دی اور بعض نے نہیں دی۔ چنانچہ ایک نسخہ دس دس قارئین کے ہاتھوں میں گھومتا ہے۔ کیونکہ ہر ممنوع چیز مرغوب ہوتی ہے۔ ان تمام تبدیلیوں کے باوجود قارئین امریکہ واسرائیل کے ساتھ نئی ایرانی حکومت کے تعاون کے میرے انکشاف پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور شاہ کو ایران سے نکالنے کی ترتیب؛ فوج کو غیر جانب دار رکھنے اور نئی حکومت سے تعاون میں امریکہ کے کردار پر بھی قارئین کرام کو شک ہے۔

ان قارئین کی بڑی تعداد شیعوں کے تقیہ اور ان کے حیلوں کے بارے میں نہیں جانتی۔ شیطان اکبر کے آزادی قدس کے نعرہ سے دھوکہ کھا جاتی ہے۔ نیز امریکی سفارت خانے پر قبضہ جس میں دنیا کو انہوں نے مشغول رکھا؛ سے بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ تاہم شیعوں کا امریکہ سے تعاون ایسی حقیقت ہے جس میں کوئی شک نہیں رہا۔

سابق شاہ ایران محمد رضا پہلوی اپنی یاداشتوں میں لکھتا ہے۔ جنوری ۱۹۷۹ کی ابتداء میں مجھے ایک حیرت انگیز خبر ملی کہ جنرل ''ہویزر'' بہت دنوں سے تہران میں ہے۔ باوجود اس کے کہ آخری دنوں کے واقعات نے مجھے حیرتوں کا عادی بنا دیا تھا۔ مگر جنرل ہویزر کوئی غیر اہم شخصیت نہیں تھا۔ یورپ میں مسلح امریکی افواج کا نائب سپہ سالار (ہویزر) جب بھی تہران آتا مجھ سے ملاقات کا خواہاں ہوتا۔ یہ ملاقاتیں دوستانہ ہی نہ ہوتیں بلکہ ہمیشہ ان ملاقاتوں میں اہم مشورے ہوتے۔ فی الحقیقت میں ایرانی فوج کا سربراہ تھا۔ میرا ملک نیٹو اتحاد کا رکن تھا۔ جنرل ہویزر کی آمد کی ہمیشہ پہلے اطلاع ہوتی تھی۔ لیکن اس مرتبہ اس کی آمد کا اشارہ بھی نہیں دیا گیا تھا۔ لہٰذا یہ آمد انتہائی رازدارانہ تھی۔

امریکی فوجی اپنے خصوصی طیاروں میں آتے جاتے۔ سرکاری قواعد ان پر لاگو نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کے طیارے فوجی اڈوں پر اترتے تھے۔ تو میں نے اپنی قیادت سے

حویزر کی آمد کے بارے میں پوچھا۔ تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امریکی جنرل ایران میں کیا کر رہا ہے؟ اس کی موجودگی غیر معمولی ہے اس عہدے کا افسر کسی بڑی وجہ کے بغیر قیام نہیں کرتا۔

جنرل کی اس موجودگی پر روسی صحافت نے بھی تنقید کی۔ ماسکو کے اخبارات نے لکھا:

''ایرانی دارالحکومت میں جنرل حویزر کی موجودگی کی وجہ فوجی انقلاب کی تیاری کرنا ہے۔ کریلین اس خبر کے ذریعے مجھے امریکیوں سے ڈرانا چاہتا تھا''۔

بخدا روسی اخبارات نے حقیقت بیان کی تھی''۔

شاہ اپنی یادداشتوں میں مہدی کے ساتھ امریکی روابط کا تذکرہ کرتا ہے۔ جسے خمینی نے اپنی حکومت کا پہلا صدر بنایا۔ ایک مہینے سے بھی کم مدت کے بعد خمینی کی انقلابی عدالت کے سامنے جنرل غلام رضا ربیع ایرانی ایئر فورس کے چیف نے کہا جنرل حویزر نے شاہ کو ملک سے باہر کفائر۔۔۔۔ میں پھینک دیا ہے۔ تھوڑی سی عدالتی کاروائی کے بعد عدالت نے اسے گولی مارنے کا حکم دیا اور اسے فوراً قتل کر دیا گیا۔

دوسری مرتبہ ایران وعراق جنگ ۱۹۸۰ تا ۱۹۸۸ کے دوران امریکی اسرائیلی اسلحہ سے مسلسل ایران کی امداد ہوتی رہی اس پر دو واقعات شاہد ہیں جنہیں دنیا نے دیکھا اور جن کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔

پہلا واقعہ:

۱۹۸۵ میں ''اوکرانیا'' کی سرزمین پر ''نیروبیہ'' کا طیارہ گرا۔ جس سے اسلحہ اور دوسرے آلات برآمد ہوئے جو اسرائیل سے ایران منتقل کیے جا رہے تھے۔

عالمی ذرائع ابلاغ میں تل ابیب سے تبریز کی جانب مسلسل اور نامعلوم پروازوں کا ذکر بھی آتا رہتا تھا۔ اس کے اسلحے کے بارے میں صیہونی نظام کے زعماء اور عراقی انٹیلی جنس نے بھی گفتگو کی۔ ایران نے اسرائیل سے جو اسلحہ درآمد کیا اس کی مقدار آٹھ سو ملین ڈالر ہے۔ ایران کے بعض سرکاری اہلکاروں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔

اسی کے ساتھ عرب اخبارات نے ۲۴/۴/۲۰۰۶ کو ''یدیعوت احرنوت'' نامی اسرائیلی اخبار کے ایرانی سرکار کی دعوت پر تین اسرائیلی انجینئروں نے ایران کا خفیہ دروہ کیا۔ جس کا مقصد سالوں پہلے آئے زلزلے کے مقام پر دوبارہ تعمیرات کا اندازہ لگانا تھا۔

انہوں نے اخبار کو یہ بیان دیا:

''ایران اسرائیل کے مابین زبانی لڑائی کے ساتھ دونوں میں گہرے تجارتی روابط ہمارے لئے باعث حیرت ہیں۔ دونوں میں سالانہ لاکھوں ڈالرز کی تجارت ہوتی ہے۔ باعزت طریقہ سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ ایک لمحے کے لئے بھی دشمنی کا احساس نہیں ہوا''۔

وفد کے قائد نے کہا:

''ہم وہ نقشے بھی ساتھ لے گئے تھے جو سابق وزیر تعمیرات ایریل شیرون نے ایران بھجوائے تھے۔ اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ تعاون سالہا سال سے جاری ہے''۔

مزید کہا کہ گزشتہ پندرہ سالوں میں یہ میرا پانچواں دورہ ہے۔ مختلف میدانوں میں ایران اسرائیل کے مابین تجارتی روابط مسلسل بڑھ رہے ہیں؛ بالخصوص زراعت کے شعبے میں۔

دوسرا واقعہ:

۱۹۸۵ میں دنیا نے یہ حیرت ناک خبر سنی کہ ایک طیارہ اسلحہ اور امریکی سرکاری وفد کو لے کر جا رہا ہے۔ یہ دورہ انتہائی رازدارانہ تھا۔ تاہم حکومت مخالف دھڑے نے لبنانی اخبار ''شراع'' کو یہ خبر دی۔ اخبار نے خبر شائع کر کے امریکہ و ایران میں ہلچل مچا دی۔

دیکھئے! خمینی اور اس کے مریدین شیطان اکبر سے خفیہ دلداری کرتے ہیں اور ظاہر میں اس کو گالیاں دیتے ہیں۔ امریکہ جو ایران جیسے دہشت گرد ملکوں کو اسلحہ دینے کا شدید مخالف ہے خود جا کر انہیں اسلحہ دے رہا ہے۔ اور اپنی ہی بات کی نفی کر رہا ہے۔ ان یورپین ممالک کو آپ کیا کہیں گے جنہوں نے امریکہ کے مطالبہ پر ایران کو اسلحہ فراہم نہیں کیا۔؟

امریکی کانگریس نے اس انکشاف کے بارے میں تحقیق کی اور امریکی صدر ریگن کو معزول کرنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ یہ اسکینڈل بعد میں ''ایران جیٹ'' اور ''ایران کاؤنٹر'' کے نام سے مشہور ہوا۔

عراق وافغانستان پر امریکی قبضے پر ایران نے تعاون کر کے ان روابط کو نقطہ عروج پر پہنچایا۔ عراقی شیعوں نے امریکی فوج کا کردار ادا کیا۔ اور جیسے پہلے کہا گیا ہے کہ انہوں نے طوسی کے تاتاریوں کے ساتھ اتحاد کی یادیں تازہ کر دیں۔

۲۰۰۳ سے عراق اس شیطانی اتحاد کے شکنجے میں کیسا سسک رہا ہے۔ بیگناہوں کا خون بہہ رہا ہے۔ یہ فرقہ وارانہ عداوت ناقابل بیان حد کو پہنچ چکی ہے۔ جس کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس کا نام عمر ہے؛ اسے قتل کر دیتے ہیں۔ خوف کی شدت سے لوگوں نے اپنے نام تک بدل ڈالے ہیں۔ میں ان افراد سے ملا ہوں جنہوں نے اپنے نام بدل کر جعفر وحیدر رکھے ہیں۔ سنی عرب قیدی امریکیوں کی قید میں رہنے کی دعائیں کرتے ہیں اور ان جیلوں سے پناہ مانگتے ہیں جس پر شیعوں کی نگرانی ہو۔

۳۸ سال سے مسلمان پارسی مجوسیوں کے ظلم سہہ رہے ہیں۔ اور ہماری عوام ان کے نام نہاد [اسلام] سے متاثر ہیں۔ بہت سارے مفکرین، دانشور، سیاسی تجزیہ نگار وغیرہ اب یہی باتیں کر رہے ہیں۔ جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔ جب کہ پہلے وہ اسے فقہ واریت اور تنگ نظری قرار دیتے تھے۔

پوری تواضع کے ساتھ میرا گمان ہے کہ اس میدان میں سب سے پہلے میں نے کام کیا، اس کا سبب وہ طریقہ ہے جس کا میں نے اس کتاب اور دیگر کتب میں اتباع کیا ہے۔ ایک طرف میں نے خمینی اور اس کی جماعت پر تحقیق کی۔ ان کی کتابیں، مجلات اور اخبارات پڑھے، بعض لوگوں سے ملاقات کی، مشرق ومغرب کے مفکرین ودانشور جنہوں نے شیعوں پر لکھا اس پر تحقیق کی۔ میرے یقین کے مطابق یہ باتیں میری کتاب میں واضح ہیں۔ اس تحقیق سے اس نتیجے پر پہنچا: یہ لوگ فارسی قومیت پر سخت متعصب ہیں۔ مسلک کے اعتبار

سے یہ صفوی شیعہ ہیں، دوسری بات پہلی کے سپورٹ میں استعمال کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ نتیجہ مجھے دو اہم مراجع کی طرف لوٹنے پر مجبور کر رہا ہے۔

تاریخی مرجع: جس کے ذریعے میں قارئین کرام کو فارسیوں کی ذہنیت، دیگر اقوام کے ساتھ ان کا معاملہ اور عربوں کے ساتھ ان کے تعلقات بتا سکوں، اور یہ بتاؤں کہ کیا عرب شیعہ اور فارسی شیعہ دونوں ایک جیسے ہیں؟

عقائدی مرجع: اس ضمن میں میں نے ان کے اہم فرقوں کا اسلامی تاریخ کے مختلف مراحل میں جائزہ لیا ہے پھر بعض لوگوں کی طرف سے آنے والے اس اشکال کا جائزہ لیا کہ موجودہ امامیہ اثناعشری فرقہ اپنے پہلوں سے مختلف ہے۔

چنانچہ میں نے ان کے عقیدے کا قرآن وسنت سے جائزہ لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ان کا مؤقف اور مسئلہ امامت پیش کیا۔ پھر جدید وقدیم آئمہ ملت اور علماء کرام کے اقوال پیش کئے اور دلیل قطعی سے ثابت کیا کہ اثناعشری امامی فرقہ اپنے پہلوں سے ذرا مختلف نہیں بلکہ ان سے زیادہ غلو اور تشدد کا شکار ہے۔

بعد کے زمانے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے عقیدے کا سیاسی تجزیے سے کیا تعلق؟ ہر چیز میں آپ لوگ عقیدے کو لے آتے ہیں؟ اگر یہ بات ۱۹۷۹ء میں اس واقعہ کے ساتھ کہی جاتی تو ہم کہتے کہ یہ ایسا نقطۂ نظر ہے جس میں جلد بازی سے کام لیا گیا اور اس کا نتیجہ غلطی سے خالی نہیں رہ سکتا، لیکن اب یہ کہنا۔۔۔ جبکہ ہر انصاف پسند دیکھ رہا ہے کہ شیعوں کی سیاست اپنے عقیدہ سے اور اپنی شرمناک تاریخ سے الگ نہیں ہوتی۔

اگر ہم ایران کے جدید نظام پر شیعوں کی تاریخ اور ان کے عقیدے کی روشنی میں بات کرنے اور ان کے موجودہ حالات اور مؤقف سے صرف نظر کرتے تو یہ بات کہنے والا حق پر ہوتا؛ لیکن ہم نے سیاسی اور غیر سیاسی دونوں رُخوں پر تفصیلی بات کی ہے۔ یہ تو ایک رُخ ہے۔

اب دوسرے رخ سے دیکھیں تو مشرق ومغرب کے بڑے بڑے محققین اور سیاسی تجزیہ نگاروں نے اپنی غفلت کا ادراک واحساس کر لیا ہے۔ اب وہ جب بھی ایران کے

بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ تو ایرانی قوم کی تاریخ اور اس کے رسوم ورواج پر بھی بات کرتے ہیں بلکہ ان کے عقیدہ کی گہرائی میں بھی جاتے ہیں۔

جہاں تک امریکیوں اور یورپین حکمرانوں کی بات ہے تو وہ شیعوں کے ساتھ ان کے عقیدہ ''تقیہ'' کے مطابق معاملہ کرتے ہیں یعنی ظاہر میں دشمنی اور ایک دوسرے کو بڑا شیطان کہنا اور باطن میں مکمل تعاون اور امداد بلکہ انگریزوں نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ شیعوں کا ''تقیہ'' ان کی ایجنسیوں کے طریقہ کار سے مختلف نہیں جو خفیہ طور پر معاہدہ کر کے اس کا اعلان نہیں کرتے۔ مختصر یہ کہ سیاسی تحقیق میں اور امت کی موجودہ حالت پر حکم لگانے میں ہم نے یہی منہج اختیار کیا یہی وہ طریقہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون کے آئمہ اور قیامت تک آنے والے مسلمان کاربند رہتے ہیں۔ اگر ہم معترض کی بات مان بھی لیں کہ ہر اس معاملہ میں جس کا عقیدہ سے تعلق نہ ہو، عقیدہ کی بات کرنا صحیح نہیں۔ لیکن ہم معترض کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان ایک مخصوص منہج پر کاربند ہو کر واقعات کا تجزیہ کرتا ہے۔

اگر معترض یہ کہے کہ سیاسی موقف اور تجزیوں کا اسلام اور منہج اسلام سے کوئی تعلق نہیں ،تو ہم اسے کہیں گے: اپنی راہ لو، اپنی بات پر غور کرو۔ اگر وہ آپ کے سر پر سوار ہو جائے اور اور اسے اپنے موقف پر اصرار کرنے دیں؛ تو یاد رکھیے! آپ سیکولرازم کی طرف بڑھ رہے ہیں، خواہ آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

☆☆☆☆

مقدمہ ختم کرنے سے پہلے دو باتوں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

پہلی بات:

☆ اس ایڈیشن میں میری طرف سے تبدیلیاں۔ میں نے کتاب کا از سر نو مطالعہ کر کے غلطیوں کی تصحیح اور مراجعت کی۔

☆ ''خمینی اعتدال اور تشدد کے مابین'' فصل میں نے حذف کر دی۔ اس لیے کہ اس وقت خمینی کی کتابیں ناپید تھیں، اس لیے بعض لوگ اسے کوئی نامور مسلمان سمجھ بیٹھے تھے۔ اب اس بارے میں بہت سی کتب اور تالیفات منظر عام پر آ چکی ہیں۔

☆ بعض سیاسی تجزیئے جن کی آج قاری کو ضرورت نہیں، میں نے حذف کر دیئے ہیں۔

☆ علمائے معاصرین کا موقف بیان کرتے ہوئے میں نے بعض چیزوں کا اضافہ کیا، نیز اس مقدمے اور طباعت میں درپیش مشکلات کا تذکرہ بھی نیا اضافہ ہے۔

☆ اگر قاری کو یہ علم ہو کہ زیر نظر کتاب ۱۹۷۹-۱۹۸۰ء کے درمیان لکھی گئی تو وہ بہت سے ایسے نام دیکھے گا جن پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ اب وہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور ان کی جگہ دوسروں نے لی۔ میں حاشیے میں ان کا تذکرہ نہیں کر سکا، اس لیے ناموں کے بدلنے سے وہ نتائج نہیں بدلتے جن تک ہم پہنچے۔

☆ اسی طرح بہت سی شماریات کا بھی ذکر آیا ہے، جن میں عرب ممالک میں کام کرنے والے ایران پسند اداروں کا نام ہے۔ میرے علم کے مطابق ایسے مراکز بھی بہت بڑھ گئے ہیں، ان کے سامنے ہر بند دروازہ کھل گیا ہے۔ صرف شام میں کویت کے شیعہ تاجروں نے 40 سے زائد مراکز اور بارگاہیں قائم کی ہیں، حالانکہ شام میں شیعہ نہیں، ان مراکز کا آخر وہاں کیا کام ہے؟

بعض شیعہ تو صراحتاً کہتے ہیں: شام پہلے شیعوں کا تھا اور ہم اسے سابقہ حالت پر لوٹانا چاہتے ہیں۔

دوسری بات:

اس کتاب کی اشاعت کے اول روز سے مجھے اس سوال کا سامنا ہے، کیا شیعہ مجوسی ہیں؟ جواب اس کا علی الاطلاق نہیں، اس لیے کہ عقیدہ کے اعتبار سے شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، ایک پر جو بات صادق آئے ضروری نہیں وہ دوسرے پر بھی صادق آئے۔ مختصراً ان کے اہم فرقوں کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

تفضیلی:

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام پر فوقیت دیتے ہیں، صحابہ کو کافر یا فاسق نہیں کہتے، ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن فضیلت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ تاریخ کے مختلف مرحلوں میں یہ لوگ موجود رہے، آج کے زیدیوں کو ہم اس فرقے سے شمار کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمان ہیں، ان کی تکفیر کی جائے گی نہ تفسیق۔ مجوسیت کی طرف ان کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔

غالی شیعہ:

ان کا مذہب انکار پر مبنی ہے، باطن میں کفر محض ہے یہ فرقہ تناسخ ارواح، قدم عالم کے قائل اور حشر نشر کا انکار کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حجاب کہتا ہے۔ یہ فرقہ اجماعی طور پر کافر ہے۔ ان کے عقائد اسلام کے پردے میں چھپے بعینہ مجوسیوں والے عقائد ہیں، اہل علم و معرفت ان سے دھوکہ نہیں کھاتے۔ اس کتاب میں میں نے ان کے اہم فرقے گنوائے ہیں۔

ان کے دس سے زیادہ فرقے ہیں، مشہور ترین ''اخباری'' اور ''اصولی'' ہیں۔ ان کی قیادت ایران میں ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ دین میں انہوں نے نئی نئی باتیں ایجاد کی ہوئی ہیں۔ آج یہ فرقہ صفوی اور بویہی دور کے فرقے کی طرح نہیں، نہ یہ مجوسی ہیں۔ تاہم ان کے رسوم و رواج میں مجوسیت کی بو پائی جاتی ہے۔ اہل سنت انہیں مطلق کافر تو نہیں کہتے لیکن ان میں جو تحریف قرآن، تکفیر صحابہ کا عقیدہ رکھتا ہے یا جو ابو بکر و عمر، عثمان و

عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتا ہے، بارہ اماموں کی عصمت کا قائل اور انہیں انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل اور عالم غیب کہتا ہے۔۔۔ الخ اور اسے جہل کا عذر بھی لاحق نہیں تو ایسا شخص کافر ہے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔

نستغفرك اللهم من جميع الذنوب و الخطايا ونتوب اليك؛ و صلى الله على سيدنا محمد و علىٰ آله و صحبه وسلم

محمد سرور زین الدین

۱۴۲۸/۱۰/۲۱ھ

موافق ۲/۱۱/۲۰۰۷ء

یہ تاریخی بحث ہم کیوں چھیڑ رہے ہیں؟

عالم اسلام میں اس وقت رافضیت ،نصیریت ، دروزیت ، بہائیت اور اسماعیلی باطنی تحریکات مصروف کار ہیں۔

یہ تحریکات اپنی تنظیم وترتیب میں مذہبی تعصب پر کاربند ہیں، تاہم ان کے قائدین دور جدید کے خوش نما نعروں یعنی قوم پرستی ،جمہوریت ،اسلام اور اشتراکیت کا لبادہ اوڑھ کر ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔

یہ تحریکات حال اور مستقبل کے حوالے سے اسلامی دعوت کے لیے شدید خطرے کا باعث ہیں،نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان تحریکوں کے کارپرداز ایران اور شام میں اپنی حکمرانی قائم کر کے ببانگ دہل یہ اعلان کررہے ہیں: ہماری تحریک پورے عالم اسلام میں پھیلے گی،اور واقعتاً عالم اسلام کے ہر حصے میں ان کی جڑیں مضبوط ہو رہی ہیں۔انتہائی افسوس ناک امر ہے،مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ نام نہاد جمہوری اسلامی ایران کو صرف اس وجہ سے اپنی امیدوں کا مرکز قرار دیتا ہے کہ یہ مملکت اسلام کی نام لیوا ہے،تو اس سے پہلے قرامطہ نے بھی اسلام کا علم تھاما تھا،مصر میں خاندان غلاماں نے بھی اسلام کا نام لیا تھا،لیکن ہوا کیا؟ ان دشمنان اسلام کے ہاتھ میں جب مسلمانوں کی زمام کار آئی، ہر طرف فتنہ وفساد کا دَور دَورہ ہوا،کفر واباحت پسندی کا چلن عام ہوا، ۳۱۷ھ کے حج میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔

تاریخ ایک بار پھر اپنا اعادہ نہ کرے۔۔۔اسی لیے ہم یہ بحث پیش کررہے ہیں تاکہ حال کو ماضی کے ساتھ جوڑ سکیں،اور ویسے بھی کسی تحریک کی تاریخ سے صَرفِ نظر کر کے اُس پر بحث وتحقیق اور جائزہ کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ دروزی، بہائی، نصیری اور اسماعیلی اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی ہیں یعنی شیعہ، یہ شیعیت اصل کے اعتبار سے مجوسیت سے ناطہ رکھتی ہے

نہ کہ اسلام سے،اور مجوسیت کا وطن ایران ہے۔

زیر نظر تحقیقی بحث میں ہم ایران میں مجوسیت کی تاریخ اور شیعہ کے مختلف فرقوں پر اس کے اثرات کا تذکرہ کریں گے۔

ابتداء میں دو اہم باتوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا:

پہلی بات: حضرت علیؓ کو خلافت کا حضرت معاویہؓ سے زیادہ حق دار قرار دے کر، حضرت معاویہؓ کو باغی سمجھ کر حضرت علیؓ کے جھنڈے تلے لڑنے والے شیعہ اور آج کے شیعوں میں بہت بڑا فرق ہے، موجودہ شیعہ ائمہ کی عصمت کے قائل، صحابہ کو سب وشتم دینے والے، اہل سنت سے بغض رکھنے والے اور رجعت وتقیہ کا عقیدہ رکھنے والے ہیں۔

دوسری بات: وہ مجوسی فارسی جو اسلام کے خلاف سازشوں کا جال بنتے رہے اور وہ فارسی جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام پر عمل کا ایک بہترین نمونہ پیش کیا، تلوار علم اور مال کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا، بالخصوص جلیل القدر صحابی حضرت سلمانؓ اور ان کے علاوہ وہ سلف صالح جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ پر سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آیت

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

(الجمعہ : 3)

نازل ہوئی تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک تین بار پوچھا اور ہم میں سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمانؓ پر رکھا پھر فرمایا: اگر ایمان ثریا کے قریب ہوتا تو (بھی) اس کو کچھ لوگ یا فرمایا ان میں سے کوئی شخص اسے پالیتا۔" [1]

دونوں طرح کے لوگوں میں تفریق کرنا ازحد ضروری ہے۔

---

[1] رواہ البخاری،انظر فتح الباری (۱۰/۲۶۷)

اس وضاحت کے بعد ظاہر ہوا، زیر نظر تحقیق میں ہم مجوسی فارسیوں کا جائزہ لیں گے، وہ مسلمان فارسی جنہیں آپ ﷺ نے درج بالا حدیث میں ذکر فرمایا، وہ ہمارے بھائی، ہمارے سلف صالح اور ہمارے سَروں کا تاج ہیں، قوم پرستی کے ہر شائبہ سے خواہ وہ عرب ہوں یا فارسی، ہم بریٔ الذمہ ہیں، اللہ جل شانہ کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے ہمیں نعمتِ اسلام سے سرفراز فرمایا اور ہمارے دلوں سے بت پرستی کا جذبہ نکال دیا۔

اس مختصر بحث میں ہم درج ذیل مراحل میں تاریخ ایران کا جائزہ لیں گے:

۱۔ قبل از اسلام ایران

۲۔ اسلام کے بارے میں فارسیوں کا موقف

۳۔ فتوحات اسلامیہ کے بعد فارسیوں کی ریشہ دوانیاں

۴۔ پہلوی دور حکومت میں ایران کی حالت زار

پہلا باب: ایران کی تاریخ کی چند جھلکیاں

پہلی فصل: قبل از اسلام ایران

اس میں درج ذیل مباحث ہیں:

پہلی بحث: مزدا

دوسری بحث: زردتشت

تیسری بحث: مانوی

چوتھی بحث: مزدکیت

بحث وتحقیق کے نتائج

تمہید

بلاد فارس زمانہ قبل مسیح سے مختلف تہذیبوں کی آماج گاہ رہا ہے، غالباً اسی وجہ سے فارسی اپنی تاریخ کی بڑائی میں مبالغہ کرتے اور اپنی نسل پر فخر کرتے آئے ہیں۔ بعض کا عقیدہ ہے، ان کا پہلا بادشاہ [کیومرث] آدم علیہ السلام کے پہلے پہل بیٹوں میں سے ہے، اس لیے وہ نسل انسانی کی اصلی اور اولاد آدم کا چشمہ ہیں۔

دوسری جماعت کا کہنا ہے: [کیومرث] اولاد نوح میں سے ہے، نسب یہ ہے: امیم بن لاوذ بن ---- ارم بن سام بن نوح۔ [1]

تیسرے گروہ کے عقیدے کے مطابق [کیومرث] زمین کی ایک بوٹی [ریباس] ہے، اس رائے نے [کیومرثی] مسلک کی شکل اختیار کی، جس کے عقائد کا خلاصہ ہے نور وظلمت کے مابین ٹکراؤ۔ [2]

زمانہ قدیم سے فارسی دین سے یک گونہ تعلق خاطر رکھتے اور اسے اپنی زندگی میں اولین حیثیت دیتے ہیں، ان کے سماجی طبقات اس نظریہ پر دلالت کرتے ہیں---

۱۔ دین دار طبقہ

۲۔ طبقۂ جنگ وحرب

۳۔ طبقۂ نگران حکومت

۴۔ طبقۂ عوام یعنی کسان وصنعت کار

اور دین دار طبقہ میں حکام، عبادت گذار، زاہد، مساجد کے خدمت گذار اور معلمین سب کا شمار ہوتا ہے۔

---

1. مروج الذهب ومعادن الجوهر المسعودی (۱/ ۲۲۰)
2. الملل والنحل للشهرستانی (۱/ ۵۷۲)

فارسیوں نے جب، بزعم خویش، دین کو ایک اہم تہذیبی ورثہ کے طور پر اختیار کیا، اور آج مسلمانوں سے جو تنظیمیں نبرد آزما ہیں وہ عقائد کے باب میں فارسیوں سے گہرا ربط رکھتے ہیں، اس لیے ہم فارسیوں کے اہم مذاہب کا ذکر کریں گے۔

بحث اول: مزدا

اکثر اہل علم کا اتفاق ہے کہ مزدا [دانش ور] ایران کے مستقل اور متمدن قبائل کا خدا ہے، بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق مزدا ساری دنیا کا خدا ہے۔

مزدکیت کی بنیاد دو امور پر ہے: صفائی اور عموم۔ صفائی سے مراد اخلاق اور تعمیر کی دعوت ہے۔ اور عموم سے مراد شیطانی عقیدے کے مقابل ہونا ہے۔ چور اچکے، ڈاکو اور خانہ بدوش شیطانی عقیدے کے پیروکار تھے۔

ایرانی جب تاریخ کے عہد میں داخل ہوئے مزدا اہورا [1] ہی ان کا سب سے بڑا خدا شمار ہوتا تھا اور وہی انبیاء کو اہل دنیا کی طرف بھیجنے کا ذمہ دار تھا، اس کے فرستادہ رسولوں میں ایک کیومرث تھا اور دوسرا زرادشت۔

اسی خدا مزدا اہورا یا اورمزد نے آسمان بلند کیا، زمین ہموار کی، ملائکہ پیدا کیے اور ملائکہ میں سے برہمنوں [2] کو تخلیق کیا، انہیں دین سکھایا اور ایک خاص نورانی مقام عطا کیا۔

---

1. اہور: یعنی زمانے اور قانون کا خدا۔
2. لائق ذکر ہے کہ بہمن ایک بڑے ایرانی خاندان کا نام ہے، یہ فارسی خاندان پہلے پہل عرب کے خلیجی ممالک میں وارد ہوا اور وہاں کی شہرت حاصل کی، آج اس خاندان کا ایک فرد کویتی اسمبلی کا رکن ہے، اور دیگر افراد کویت کے بڑے تاجر شمار ہوتے ہیں۔

بحث ثانی

زردشتیت

ساتویں صدی قبل مسیح میں زردشت نے دعویٰ کیا کہ اسے مزدا نے نبی بنا کر بھیجا ہے، اس نے جن عقائد کی تعلیم دی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

خیر وشر کی روحوں کے مابین چپقلش

نور وظلمت دو متضاد حقیقتیں اور تخلیق کائنات کی اصل ہیں، مختلف ترکیبیں انہی کے امتزاج سے ظہور پذیر ہوئیں، جیسا کہ مختلف صورتوں نے مختلف تراکیب سے جداگانہ شناخت پائی۔

باری تعالیٰ خالق نور وظلمت اور ان کا موجد ہے، اس کا کوئی سہیم وشریک ہے نہ مثل ہے، زروانیہ ❶ کی طرح جائز نہیں کہ ظلمت کی نسبت اس کی طرف کی جائے۔

نور وظلمت کے امتزاج سے خیر وشر، صلاح وفساد، طہارت وناپاکی پیدا ہوئے۔ اگر یہ ملاپ وامتزاج نہ ہوتا تو کائنات وجود نہ پاتی۔۔۔ اور نور وظلمت کی چپقلش جاری رہتی یہاں تک کہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجاتا، پھر خیر اپنی دنیا کی راہ لیتا اور شر اپنی دنیا کی، یوں دونوں میں گلوخلاصی ہوتی۔ ❷

زردشتی پانی کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ اس سے منہ نہیں دھوتے، ان کا ہاں پانی کے دو ہی موقعوں پر استعمال کیا جاسکتا ہے، پینے کے لیے یا زراعت کے لیے۔

ان کے نزدیک انسان دو زندگیاں پاتا ہے، پہلی زندگی میں انسان کے اعمال کا شمار وحساب ہوتا ہے، دوسری زندگی میں اس پر سعادت یا شقاوت کی مہر لگتی ہے۔ دوسری زندگی کے حوالے سے یہ لوگ جہنم اور صراط مستقیم کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

---

❶ زروانیہ مجوسیوں کے مذاہب میں سے ایک مذہب ہے، شیطان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے اور ایک ردی مصدر سے وجود پانے کا عقیدہ اس مذہب کی خصوصیت ہے۔

❷ الملل والنحل للشهرستاني (١/٢٣٦) طباعة دار المعارف

نسبی طور پر زردشت قبیلۂ مغان سے تعلق رکھتے ہیں، ماڈیا اور فارس میں پھیلنے سے قبل اس مذہب کے علماء قبیلۂ ماڈیا سے تعلق رکھتے تھے۔

مذہبی عبادت گاہوں کی تولیت کا حق صرف قبیلۂ مغان ہی کو حاصل ہے۔ زردشت کے اہم معابد یا آتش کدوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

یزد معبد: فتوحات اسلامیہ کے بعد یہ معبد ایک بڑی مسجد میں تبدیل کیا گیا۔ ❶

سورج بھی زردشت کے معبودوں میں سے ایک معبود ہے، کیوں کہ وہ روشنی کا منبع ہے جیسا کہ قحط وخشک سالی ان کے ہاں ظلمت کا ایک ذریعہ ہے۔

زردشت بن یورشب آذربائیجان میں پیدا ہوا، اس کی ماں رے سے ہے، پارسیوں کے عقیدے کے مطابق زردشت کی روح ایک ایسے درخت میں تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ علیین میں پیدا کیا اور ستر مقرب فرشتوں کو اس کے گرد بٹھا دیا، اس درخت کو اللہ تعالیٰ نے آذربائیجان کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر نصب کر دیا۔

زردشت نے ''زنداوستا'' نامی ایک کتاب لکھی، اس میں دنیا کو مینو وگیتی یا بالفاظ دیگر روحانی وجسمانی یا لاہوت اور ناسوت دو حصوں میں تقسیم کیا۔

زردشت ایک منظم جماعت ہیں، آپس میں درجات اور حد بندیاں ہیں، ازدشیر اول اور اس کے بیٹے سابور کے ایمان لانے اور سرکاری مذہب بنانے سے زردشت مذہب کو ترقی حاصل ہوئی۔

---

❶ فجر الاسلام، احمد امین (١/١٢٤)

بحث ثالث

مانویہ

بابل کی سرزمین میں مسین میں ۱۲۵م یا۲۱۶م کو نزول مسیح علیہ السلام کے بعد مانی پیدا ہوا۔ سابور بن اردشیر کے زمانے میں ظہور ہوا، سابور کے پوتے بہرام کے ہاتھوں ۲۷۹م کو مانی قتل ہوا، کیوں کہ مانی گوشہ نشینی کی دعوت دیتا تھا جس کی حکومت مخالف تھی۔

نسبی تعلق ایران کے ایک نسلی خاندان سے تھا، ماں اشکانی قبیلہ سے تھی اور والد فاتک حکیم اشکانی ہی کی کسی شاخ سے تھا۔

مانی نے اپنی دعوت کا آغاز ہندوستان سے کیا، اس سے بعض مؤرخین نے قیاس کیا کہ مانی نے تناسخ کا نظریہ بوذیوں یا دوسرے ہندوستانی مذاہب سے لیا۔ ❶

مانی نے زردشت کی یہ بات تو تسلیم کی کہ کائنات نور وظلمت سے بنی ہے تاہم ان سے اور مجوسیوں سے اتنا اختلاف کیا کہ نور وظلمت دونوں قدیم اور ازلی ہیں، جب کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے، ظلمت حادث ہے نہ کہ قدیم۔

مانی نے نصاریٰ سے عقیدۂ تثلیث لیا، چنانچہ خدا ان کے نزدیک عظیم اول، قدیم شخص اور رام حیات سے مرکب ہے۔ مانویہ سے منقول نصوص میں جا بجا مسیحی انجلیوں سے اخذ کردہ عبارات پائی جاتی ہیں۔ ❷

مانی تناسخ ارواح کا بھی قائل رہا، یہ تناسخ اس کے نزدیک انسان کے نورانی اجزاء پر واقع ہوتا ہے۔ عیسی علیہ السلام اور زردشت کی نبوت پر ایمان لایا۔ مانی نے خود کو خاتم الانبیاء کہا اور بتایا کہ وہ لوگوں کی طرف کلام کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہے۔

فارسیوں نے مانی اور اس کے ماننے والوں کو زندیق کہا۔

---

❶ قادة فتح بلاد فارس عن معجم البلدان (۸/۵۰۶)

❷ الملل والنحل للشهرستاني (۱/۲۳۶) طباعة دار المعرفة بيروت

اس لقب کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ زردشت بستاہ نامی کتاب لے کر آیا، بعد ازاں زند نام کی تفسیر لکھی، پھر بازند کے نام سے اس تفسیر کی شرح لکھی۔ چنانچہ جس کسی نے ان کی شریعت میں بستاہ سے انحراف کیا اور زند کی تاویل کو ماننے سے انکار کیا، اسے زندی کا لقب دیا گیا، ۔۔۔ یعنی یہ شخص نازل شدہ امور کے ظواہر سے انحراف کر کے ایسی تاویل کرتا ہے جو منزل کے خلاف ہے۔ عرب جب آئے تو انہوں نے یہ مفہوم فارسیوں سے لیا، عربی میں ڈھال کر کہنے لگے: زندیق۔

ثنویہ کو زنادقہ قرار دیا گیا، جس نے قدم عالم کا عقیدہ رکھا اور حدوث عالم کی نفی کی اسے بھی اس کا بھی یہی حشر کیا گیا، بالخصوص مانویہ کے ساتھ۔ ❶

مانویہ کی تنظیم وترتیب میں باریک بینی سے کام لیا گیا، جماعت کی ہیئت پانچ مسلسل طبقات پر استوار کی گئی، یعنی ابنائے علم، ابنائے عقل، ابنائے فطنۃ، اور آخری طبقہ سننے والے جو عوام الناس تھے، ہر طبقے کے لیے خاص شرائط اور ذمہ داریاں ہیں۔ سابور کے دو بیٹوں کو تنظیم میں شامل کر کے مانی نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ ❷

بہرام کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچنے کے بعد مانی کے متبعین نے اس دن کو بطور یادگار کے منتخب کیا اور اس دن کا نام "بیما" رکھا۔ زردشتیوں کے مظالم کے باوجود خفیہ طور پر مانوی کی سرگرمیاں جاری رہیں۔

---

❶ ایران فی عهد الساسانيين، لكريستنس (ص: ۱۷۱)

❷ ایران فی عهد الساسانيين، لكريستنس (ص: ۱۷۱)

بحث رابع

مزدکیت

مزدکیت کا مؤسس مزدک بن بامداد کسری انوشروان کے والد قباذ کے زمانہ ۴۸۷م میں ظاہر ہوا، مانی کے عقیدے کو بنیاد بنا کر اپنی دعوت کا آغاز کیا، البتہ اتنا اختلاف رکھا کہ نور قصد واختیار سے اپنایا جاتا ہے اور ظلمت بے دھیانی اور اتفاق سے مسلط ہوتی ہے۔

مانی کی طرح مزدک ایک زاہد خشک نہ تھا بلکہ عملیت پسند تھا، اسی لیے اس نے لوگوں کو جنگ وقتال سے روک رکھا، تاہم عدم مساوات کی بنا پر جب قتل وقتال کی نوبت آئی تو مزدک نے رزق کی تقسیم کی صدا بلند کی بعینہ اسی طرح جیسے اباحیت پسندی کی دعوت کو عام کیا، ان دونوں چیزوں میں لوگوں کو اسی طرح شریک قرار دیا جیسا کہ پانی آگ اور گھاس میں لوگ باہم شریک ہیں۔ ❶

اس طرح مزدک نے بیوقوفوں کو ابھارا، ظالموں کے لیے ظلم کی نئی راہیں دریافت کیں، شہوت پرستوں کے لیے خواہش نفسانی پورا کرنے کی راہ ہموار کی، عامۃ الناس ایسی مصیبت کا شکار ہوئے کہ اس سے قبل انہوں نے اس جیسی مصیبت کا شکل نہ دیکھی تھی، لوگ اس حد تک اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوئے باپ بیٹے کے لیے اجنبی بن گیا اور بیٹا باپ کے لیے، وسعت اختیار کرنے کی ہر راہ مسدود ہوگئی۔

قباذ اور اس کے بھائی جاماسب کے تعاون سے مزدکیوں کے لیے جرم کی راہ ہموار کی، انہیں لادینیت پھیلانے کا موقعہ فراہم کیا، مزدکیوں کو اس حد تک اثر ونفوذ حاصل ہوا کہ وہ بلا جھجک کسی بھی گھر میں داخل ہوجاتے اور وہاں کی ہر چیز بشمول مال ودولت اور خواتین کے مالک بن بیٹھتے۔ ❷

---

❶ مروج الذهب، للمسعودي (١/٢٥١)

❷ ايران في عهد الساسانيين، (ص: ١٦٩)

مزدک کے پیروکار جانوروں کا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے، مہمان کے لیے میزبان کے گھر میں کوئی روک ٹوک نہ تھی، اباحیت کے حوالے سے ان کا ایک خاص فلسفہ تھا جس کے مطابق عام لوگ مادی لذتوں سے اس وقت تک چھٹکارا نہیں پاسکتے جب تک اپنے اختیار سے ان ضرورتوں کو سیراب نہ کرلیں۔

ایک دینی مذہب کے بعد یوں مزدکیت ایک سماجی مسلک بنا، انقلابی قوانین، لادینی نظریات کا حامی ٹھہرا، ان کے شر سے روئے زمین کا کوئی حصہ خالی نہ رہا یہاں تک کہ کسریٰ اول [انوشروان بن قباذ] نے زمام حکومت سنبھالی، لوگوں کو غصب شدہ جائیدادیں واپس دلائیں، جن کا والی وارث نہ تھا اسے اصلاح عام کے لیے وقف کردیا۔

اس کے بارے میں احمد امین نے کہا: کسریٰ کے بعد مزدکیت ایک خفیہ جماعت کے طور پر زندہ رہی۔ ساسانی عہد میں بھی یہی حال رہا، اسلامی عہد کے ابتدائی دور میں یہ فرقہ ازسرنو ظاہر ہوا۔ ❶

ایک مؤرخ نے مزدکی انقلاب کے بارے میں یوں کہا: جب ستر اور ادب کے پردے چاک ہوگئے، بے عمل اور بے ہنر قوم ظاہر ہوئی جس کے پاس کوئی موروثی ورثہ تھا نہ حسب ونسب، نہ کوئی پیشہ وصنعت کاری، بے عمل لوگ، چھینا جھپٹی کے لیے تیار، جھوٹ اور بہتان طرازی کے لیے مستعد، بلکہ اسی جھوٹ اور دھوکہ کے سہارے عیش ونشاط کی زندگی بسر کرنے والے۔

یوں چوری چکاری ہر جگہ پھیل گئی۔ انقلابی، طبقۂ اشراف کے محلات میں داخل ہوگئے، مال دولت لوٹی، آزاد عورتوں کی عصمت دری کی، زمینیں غصب کیں لیکن کھیتی باڑی نہ جاننے کی وجہ زمینیں بانجھ ہوگئیں۔ ❷

---

❶ فجر الاسلام، لأحمد امين (١/١٣٧)

❷ ايران في عهد الساسانيين، كريستنس، ترجمة: يحيى الخشاب (ص:٣٤٣)

نتائج بحث

فارس کے قدیم ادیان کے جائزہ سے ہم نے درج ذیل باتیں اخذ کیں: ❶

۱۔ فارسیوں نے فطری طاقتوں اور اجرام سماوی کی عبادت کی، اور اُن خداؤں کی جو اخلاقی قوتوں کی شکل میں تھے یا محض خیال کو مجسمے میں ڈھالا۔ دین ان کے ہاں روزمرہ زندگی کا ایک ادنیٰ ترین کام تھا، ہر شخص پر واجب تھا کہ دن میں چار مرتبہ سورج کی پرستش کرے، چاند آگ اور پانی کو بھی پوجے، آتش کدے کی آگ بجھنے نہ پائے۔

یاد رہے کہ مجوسیت اور ثنویت میں فرق ہے، مجوسیت کی طرف منسوب ادیان یہ ہیں، کیومرثیت، زروانیت اور زردشت۔ ثنویہ کی ذیلی شاخیں یہ مذاہب ہیں: مانویت، مزدکیت، دیصانیت۔۔۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ مجوسیت نور کو قدیم اور ظلمت کو حادث قرار دیتے ہیں، جب کہ ثنویت نور وظلمت کو ازلی اور قدیم کہتے ہیں، اس طرح کہ یہ دونوں قدیم ہونے میں مساوی اور اپنی جوہریت، طبعیت، فعل، مکان، اجناس، ابدان اور ارواح میں مختلف ہیں،

بہ ہر حال مجوسیت اور ثنویت پارسیوں کا ورثہ بنی، دونوں کے مابین فرق معمولی سا ہے، ان مذاہب کے پیروکاروں نے نور وظلمت کی بھی عبادت کی اور سورج چاند کی بھی، حلول وتناسخ، دیومالائی داستانوں اور من گھڑت افسانوں کا عقیدہ رکھا۔

۲۔ پارسیوں کے مذاہب یہودیت نصرانیت اور بوذی مذہب سے متاثر ہوئے۔

بخت نصر کے مظالم کے بعد یہودی فارس آئے، اشکانیین کے عہد میں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا، پہلی عیسوی صدی سے یہودیوں نے خود کو منظم کرنا شروع کیا اور بعض شاہان فارس نے رسمی طور پر ان کا اعتراف کیا، تیسری صدی عیسوی کی ابتداء میں سورا نامی مدرسے کا سنگ بنیاد رکھا، شاہان فارس سے رشتے استوار کیے یوں پارسی خون میں یہودی خون کی آمیزش ہوئی، بخت نصر کی بیوی یہودن تھی اور اس کا نام دینار دتھا، یہی عورت بنو اسرائیل کی

❶ الملل والنحل للشهرستاني (۱/۲۴۴) دار المعرفة

بیت مقدس کی طرف لوٹنے کا سبب بنی۔ ❶

پارسی مذاہب یہودیت سے نہ صرف مذہبی رسومات میں متاثر ہوئے بلکہ یہودیوں کی فطری تنظیم، رازداری اور تقیہ میں بھی اثر لیا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں یہودی پارسیوں کے عقیدے پر اثر انداز رہے۔

عیسائیت بھی ایران میں ہر جگہ پھیلی، اشکانیوں کی حکومت میں عیسائی اقلیت رہا میں محدود تھی، ارمینیہ، کردیہ اور احواز میں عیسائی مبلغ سرگرم تھے، ایک سے زائد مرتبہ انہوں نے کوشش کی کہ عیسائیوں کی مختلف جماعتوں کو مدائن میں ایک مرکز کے تحت منظم کیا جائے تاہم داخلی خلفشار کے باعث یہ کوششیں بار آور نہ ہوسکیں۔ ایرانی عیسائی امن وچین سے رہ رہے تھے، قسطنطین کے عیسائی ہونے پر انہیں تقویت حاصل ہوئی، ایرانی عیسائیوں نے سازش کے ذریعے سابور حکومت گرانے کی کوشش کی تو سابور غصے سے بپھر گیا اور یوں ۳۹۹م سے عیسائی حکومتی مظالم کا شکار ہوئے، یہ ظلم وستم سابور ثانی کی ہلاکت تک جاری رہا۔

سابور کا جانشین ازدشیر ثانی بھی عیسائیوں کو پسند نہ کرتا تھا، چنانچہ عیسائی مظالم کا شکار رہے یہاں تک کہ یزدجرد اول ۳۹۹۔۴۲۱م آیا اور عیسائیت وزردشتیت کے مابین تعلقات میں بہتری آئی۔ ❷

پارسی عقائد میں عیسائی اثر کا جہاں تک تعلق ہے، سابقہ سطور میں آچکا کہ مانویہ کس طرح عقیدۂ تثلیث اور حلول سے متاثر ہوئی اور ان عیسائی عقائد کو اختیار کیا۔

پارسی مذہبی علماء بوذیوں سے ملے، کچھ عقائد ان سے لیے کچھ اپنی گرہ سے دیئے، آپس میں میل جول اور اختلاط اس وقت بہت بڑھ جاتا جب کسی مغلوب مذہب کے پیروکار ہندوستان یا چین میں پناہ گزین ہوتے، جیسا کہ زردشت اور مانویہ پر یہ نوبت آئی۔

۳۔ کسی ایک قبیلے کی مذہب پر مکمل اجارہ داری ہوتی، سب سے پہلے قبیلہ ماڈیا کے پاس یہ اجارہ داری تھی، بعد ازاں زردشت کے دور میں قبیلہ مغان کو منتقل ہوگئی۔

❶ مروج الذهب للمسعودي (۱/۸۸۲)

❷ ایران فی عهد الساسانیین (ص: ۳۵۲)

مذہبی زعیم کا قبیلہ ظل اللہ اور خادم خدا تصور کیا جاتا، اسی قبیلے سے حاکم چننا ضروری تھا، ذات باری اس حاکم میں مجسم سمجھی جاتی، یہی خاندان آتش کدہ کا متولی بنتا۔

مذہبی قبیلہ کی صوابدید پر عبادت کا طریقہ اختیار کرنے نے ہی پارسیوں کو خانوادۂ اہل بیت کو اپنا محور بنانے پر مجبور کیا نہ کہ اہل بیت کی محبت نے، بلکہ صرف اس لیے کہ یہ طرز مجوسیوں کی سرشت میں شامل ہے۔

۴۔ رازداری مجوسیوں کے عقیدے کی بنیاد ہے۔

مزدا کے پیروکاروں کے ہاتھوں ظلم وستم کا شکار ہونے کے دوران زردشت مکمل رازداری سے سرگرم عمل رہے، مانویہ خفیہ تنظیم میں اس وقت بدلے جب بہرام بن ہرمز نے ان پر گرفت کی، انوشروان کے مظالم نے مزدکی مذہب کو خفیہ تحریک میں بدلنے پر مجبور کیا۔

رازداری کے ساتھ ساتھ پارسی مذاہب نے اہرامی خفیہ تحاریک کا روپ دھارا جو ہر زمانے کے حالات میں کام کر سکے، ان تحاریک کی قوت کا یہ عالم تھا کہ حکام کے کمزور ہوتے ہی شاہی محلات میں اثر نفوذ حاصل کر لیتے، حکام کے مضبوط ہونے کی صورت میں حاکم وقت ہمیشہ اسی قبیلہ سے ہوتا جس کے پاس دینی امور کی تولیت ہوتی۔

۵۔ پارسی مذاہب کی تاریخ فتنوں اور شورشوں سے پُر ہے، بابک اور جوتجبر، سابور اور ازدشیر کے درمیان خوفناک جنگیں بہ طور مثال پیش کی جا سکتی ہیں۔

ان فتنوں اور معرکوں میں بھائی بھائی، باپ بیٹے کو بے رحمی سے قتل کرتا، پارسی بادشاہ خطرہ محسوس کرتے تو انہیں شخصیات پر جھپٹ پڑتے جنہیں نبیوں کے درجے پر فائز کیا ہوتا، بہرام بن ہرمز نے مانی کو قتل کیا، کسریٰ انوشروان نے مزدک کو موت کے گھاٹ اتارا۔

عصر حاضر میں پارسیوں کے زیر نگیں خطوں میں شورشوں اور فتنوں کی حشر سامانی کی وجہ متذکرہ حقیقت کی روشنی میں ہم جان سکتے ہیں، اور یہ بھی جان سکتے ہیں کہ یہ لوگ ہمیشہ اپنے دشمنوں کو نشانہ بنا کر قتل (ٹارگٹ کلنگ) کیوں کرتے ہیں۔

فصل ثانی

اہل فارس کا اسلام کے بارے میں موقف

پہلی بحث: کسریٰ شہنشاہیت کی طاقت لوٹاتا ہے

دوسری بحث: کسریٰ رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے

تیسری بحث: یزدجرد کی نعمان بن مقرن سے گفتگو

چوتھی بحث: تہمت دور کرنا

پہلی بحث

کسری شاہی سلطنت کی قوت کا اعادہ کرتا ہے

اللہ کا کرنا یہ ہوا آپ ﷺ کی ولادت اور کسری انوشروان کی حکومت کا آغاز ایک ساتھ ہوا۔ کسری انوشروان ایک بڑا، مشہور، طاقت ور اور ماہر سیاست ساسانی بادشاہ تھا۔

کسری کی حکومت ۴۸ برس رہی، شاہی کرسی پر بیٹھتے ہی انوشروان نے اپنی مملکت کو مزدکیت اور اس کی اباحیت کے طاعون سے پاک کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ مزدک اور اس کے مددگاروں کو قتل کیا، مملکت کی رعایا کو اپنے آباؤ اجداد کے دین یعنی مجوسیت پر جمع کیا۔

مزدک اور اس کے متبعین کا صفایا کرنے کے بعد داخلی اصلاحات کا آغاز کیا، بدامنی کو فرو کیا، چھینی ہوئی جاگیریں لوٹائیں، مزدکیوں کے ہاتھوں تباہ و برباد گاؤں و مکانات تعمیر کیے، قلعے و پل بنائے، صنعت کاروں اور کسانوں پر لگائے گئے کمر توڑ ٹیکسوں کے نظام کی اصلاح کی۔

فوج پر زیادہ توجہ دی، بہترین افراد کا انتخاب کیا، فوجی مشقوں کو بہتر بنایا، سامان حرب وضرب کی تجدید کی، فوج تیار کرنے کے بعد پڑوسی ممالک پر ہلا بولا، مقام حیرہ پر دوبارہ قبضہ کیا، لخمیوں کو فوج میں بھرتی کرکے جنگوں میں استعمال کیا۔

بزنطین کے ساتھ انوشروان نے ایک خوفناک معرکہ لڑا اور فتح یاب ہوا، ۵۴۰م میں انطاکیہ پر قبضہ کیا، اثر ونفوذ یمن تک بڑھایا اور ۵۷۰م میں قبضہ کرکے حبشیوں کو بے دخل کیا۔

کسری انوشروان کی ہلاکت کے بعد بھی مملکت فارس اسی طرح طاقت ور رہی، آپس میں اتحاد رہا، دنیا کے اکثر ممالک میں فارس کا جھنڈا لہراتا رہا۔

بعد ازاں کسری بن ہرمز بن کسری جس کا لقب پرویز یعنی فتحیاب تھا، آیا، اپنے دادا

کے مقبوضہ شہروں پر گرفت سخت کی، نئے ممالک بھی فتح کیے، رہا، دمشق، بیت المقدس اور اسکندریہ پر فتح کے جھنڈے لہرائے۔

اس دوران کہ کسری بن ہرمز کی گردن غرور وتکبر سے اکڑی ہوئی تھی، دنیا کے بادشاہ اس کی چوکھٹ پر سجدہ ریز تھے۔۔۔۔

اس وقت کہ کسری کا لشکر مشرق ومغرب میں کسی مزاحمت کے بغیر فتح کے جھنڈے گاڑتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔۔ اس وقت دنیا نور اسلام سے منور ہوئی، اللہ جل شانہ نے احسان عظیم فرماتے ہوئے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر وحی نازل فرمائی، مدینہ منورہ نے رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کے لیے اپنا سینہ وا کیا۔

نئی اسلامی مملکت کے پایہ تخت مدینہ منورہ سے آپ ﷺ نے دعوت اسلام کا آغاز کیا، جہاد کی ابتداء کی، ساری دنیا رسالت اور رسول خدا ﷺ کی خبروں کو دل کے کان سے سننے لگی، عوام الناس کی طرح کسری بن ہرمز اور اس کے فوجی زعماء، روم وغیرہ بھی خبروں کی تگ ودو میں لگے رہتے۔

آپ ﷺ نے ہر بادشاہ کو دعوتی خط ارسال کیا، جن بادشاہوں کو یہ خط موصول ہوئے ان میں کسری بن ہرمز بھی تھا۔

بحث ثانی

کسری نامہ مبارک چاک کرتا ہے!

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے ہمراہ کسری کی طرف نامہ مبارک ارسال کیا، قاصد کو حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے بادشاہ کے سپرد کرے، شاہ بحرین نے نامہ مبارک کسری کی طرف بھیجا، کسری نے نامہ مبارک پڑھتے ہی اسے چاک کیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: مجھے گمان ہے کہ ابن میسب نے کہا: آپ ﷺ نے اسے بددعا دی کہ اللہ تعالی ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردے۔

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کسری بن ہرمز شاہ فارس کے نام دعوتی خط ارسال کیا، اس نے جب پڑھا تو کہا: میرا غلام ہوکر میری طرف یہ لکھتا ہے!

پھر کسری نے یمن میں اپنے نائب باذام کو لکھا کہ حجاز میں اس شخص کی طرف اپنے دو طاقت ور آدمی بھیجو تا کہ وہ اسے لے کر میرے پاس لائیں۔ [1]

باذام نے فوراً دو آدمی آپ ﷺ کو لانے کے لیے بھیجے، عرب کے مشرکین کسری کے قاصدوں کی آمد سے خوش ہوئے اور سمجھے کہ آپ ﷺ کا معاملہ انتہا کو پہنچا، اس لیے کہ کسری اور اس کی فوج کے مقابلے کی آپ ﷺ میں سکت نہیں۔

یہ ان لوگوں کی سمجھ وفہم ہے جو مٹی میں لتھڑے ہوئے ہیں، ان کی عقلیں رسالت کی گہرائی ناپنے سے قاصر ہیں، اس لیے اللہ کی قدرت کے منکر ہیں۔ کسری اور ان جیسے لوگ یہ سمجھتے ہیں: یہ بھوکے کمزور مسلمان اپنے آقا پارسیوں کی بے ادبی کرتے ہیں۔۔۔ کسری

[1] البداية والنهاية، لابن كثير (٤/٢٦٩)

کے زعم میں یہ دعوت اور یہ تحریک صرف دو فوجیوں کی مار ہے، جو محمد صل کو لا سکتے ہیں، یہی کسری جب نعمان بن منذر پر غضب آلود ہوا تو اسے لانے کے لیے اپنے سپاہی بھیجے، عرب کا کوئی قبیلہ کسری کے خلاف مزاحمت نہ کرسکا، نعمان کے پاس سرتسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہ رہا، اسے بیڑیاں پہنائی گئیں اور کسی اندھیری کوٹھری میں ڈال دیا گیا، اسی کوٹھری میں بالآخر اس کی موت واقع ہوئی۔ کسری نے حیرہ پر نعمان کے بجائے ایاس بن قبیصہ طائی کو حاکم بنایا۔

شاہ عرب نعمان بن منذر کے مقابلے میں محمد ﷺ کی کیا حیثیت؟ وہ ایک عظیم بادشاہ تھا یہ مکہ سے جلاوطن کیے گئے تھے۔

اسی خام خیالی سے کسری بن ہرمز اللہ کے رسول ﷺ اور دین اسلام کی طرف دیکھتا تھا۔

اللہ تعالی کا ارادہ یہ ہوا شیرویہ اپنے والد کسری پر مسلط ہو، اسے ذلیل اور قتل کرے۔

آپ ﷺ نے باذام کو اس کے بادشاہ کا انجام بتادیا، باذام لوٹا، اس نے آپ ﷺ کی بات کو سچا پایا اور آپ کی بددعا کو قبول ہوتے دیکھا۔

بحث ثالث

نعمان بن مقرن کے ساتھ یزدجرد کی گفتگو

جزیرۃ العرب اسلام کے زیرنگیں آ گیا، اللہ تعالی کے سپاہیوں کے گھوڑے مدائن، دمشق اور القدس کے دروازے کھٹکھٹانے لگے، اس حال میں کہ ان کے ہاتھ دشمنان خدا کے خون سے سرخ اور دل میں جنت کا سودا سمایا ہوا تھا۔

مسلمانوں نے جب بلاد فارس فتح کرنے کا ارادہ کیا تو اس مہم کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص کا انتخاب عمل میں آیا۔ حتی معرکے سے قبل دونوں لشکروں کے درمیان مذاکرات اور قاصدوں کے تبادلے کی نوبت آئی، ذیل کی سطور میں ہم بعض واقعات بیان کرتے ہیں:

جنگ شروع ہونے سے قبل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک وفد کسری کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا۔ وفد نے کسری کے دربار میں حاضری کی اجازت چاہی، انہیں اجازت دے دی گئی۔ شہر کے لوگ وفد دیکھنے نکلے، دیکھا کہ کاندھوں پر چادریں ڈالی ہوئی ہیں، کوڑے ہاتھوں میں ہیں، پاؤں میں جوتیاں پہنی ہوئی ہیں۔۔۔ سعد کے وفد کے لاغر گھوڑوں کو بھی دیکھا، ان گھوڑوں کو اور وفد کو دیکھ کر تعجب آمیز لہجے میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے:

کسری کے جاہ وجلال اور لاؤلشکر کو یہ لوگ کیسے للکار رہے ہیں؟ [1]

قاصدوں کا وفد یزدجرد کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے اپنے سامنے بٹھایا، یزدجرد ایک متکبر اور بے ادب انسان تھا، ارکان وفد سے ان کے لباس جوتوں وغیرہ کے بارے میں

[1] البداية والنهاية لابن كثير: (١٤/٧)

پوچھنے لگا کہ اس کا کیا نام ہے؟۔۔۔ جواب میں وہ جو کچھ کہتے اس سے خوش فالی لیتا، اللہ تعالی نے یہ خوش فالی اس کے سر میں دے ماری، پھر کہا: تم یہاں کیا لینے آئے ہو؟ تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم آپس میں مشغول ہیں تو تم ہم پر چڑھ دوڑو گے؟

نعمان بن مقرن نے کہا:

اللہ تعالی نے ہم پر رحم فرمایا اور ایک رسول ہماری طرف بھیجا، اس نے ہمیں اچھے کام بتائے اور انہیں کرنے کا حکم دیا، برے اعمال بتائے اور ان سے منع کیا، یہ احکام ماننے پر ہم سے دنیوی واخروی خیر کا وعدہ کیا۔ جس قبیلہ کو بھی یہ دعوت دی وہ دو حصوں میں بٹ گئے، ایک ان کے قریب ہوتا اور دوسرا دور اور صرف خاص الخاص افراد ہی یہ دین قبول کرتے۔ یہ صورت حال ایک عرصہ تک رہی۔ پھر اس نے ارادہ کیا ان يَنْهَضَ إِلَى مَنْ خَالَفَهُ مِنَ الْعَرَبِ اور ان سے ابتداء کرے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو لوگوں نے دو طرح کے تاثر دیئے، جو اسے ناپسند کرتا تھا اب رشک کرنے لگا اور جو اطاعت گزار تھا وہ اطاعت میں اور بڑھ گیا۔ اب ہم جان گئے کہ جو وہ لے کر آئے ہیں وہ ہماری عداوت پسندی اور تنگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہمیں حکم دیا کہ اپنی پڑوسی قوموں کو انصاف کی دعوت دیں، چنانچہ ہم تمہیں اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں، یہ دین اسلام ہے جس نے اچھائی کو اچھا اور برائی کو بُرا بتایا ہے، اگر تم نے انکار کیا تو دو برائیوں میں ایک کم تر برائی یعنی جزیہ کا تمہیں انتخاب کرنا پڑے گا، اگر جزیہ سے بھی منہ موڑا تو پھر جنگ سے سوا چارہ نہیں۔

اگر تم نے ہمارا دین قبول کیا تو ہم تم میں اپنی کتاب چھوڑ کر چلے جائیں گے، اور تمہیں حکم دیں گے کہ اس کتاب کے مطابق فیصلے کرو، پھر تم ہوگے اور تمہارا ملک۔

اگر تم نے جزیہ دینا قبول کیا تو ہم تم سے اپنا ہاتھ روک لیں گے اور تمہاری حفاظت کریں گے، بصورت دیگر ہم تم سے قتال کریں گے۔

راوی کہتا ہے یزدگرد نے کہا:

روئے زمین پر مجھے علم نہیں کہ تم سے بڑھ کر کوئی قوم شقی، کم افراد اور خانہ جنگی میں مبتلا

کوئی اور بھی ہے۔ ہم تمہیں اپنے سرحدی گاؤں کے لوگوں کے سپرد کرتے تھے کہ وہ تمہیں لگام ڈالیں رہیں، فارس نے کبھی تم پر چڑھائی نہیں کی اور نہ وہ یہ سمجھتے تھے تم کبھی ان کے مقابلے میں کھڑے ہو سکتے ہو، اگر تمہاری تعداد زیادہ ہوگئی ہے تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔

اگر قحط سالی نے تمہیں یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے تو فراخی تک ہم تمہارے لیے غذائی اجناس مقرر کیے دیتے ہیں، تمہارا اکرام کرتے ہیں تمہیں کپڑے وغیرہ مہیا کرتے ہیں اور تم پر ایسا سربراہ مقرر کرتے ہیں جو تم سے نرمی سے پیش آئے۔

یہ سن کر سب خاموش ہوگئے، مغیرہ بن شعبہ کھڑے ہوئے اور کہا:

اے بادشاہ! یہ سرداران عرب اور سربرآوردہ لوگ ہیں، اشراف اشراف سے حیا کرتے اور ان کا اکرام کرتے اور ایک دوسرے کے حقوق سمجھتے ہیں۔ - - - - - - - -

آپ نے ہماری ایسی صفت بیان کی جس کے بارے آپ کو معلوم نہیں، آپ نے ہماری حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے تو ہم سے بدتر حالت میں کوئی نہ تھا، ہماری بھوک عام بھوک جیسی نہ تھی، کیڑے مکوڑے، سانپ بچھو تک ہم چٹ کر جاتے تھے، اسے ہی اپنا کھانا سمجھتے تھے، اونٹ اور بھیڑ بکریوں کی کھال و بال ہی ہمارا لباس تھا، ہم اپنے ہاتھ سے کات کر پہنتے۔

ہمارا دین ومذہب ایک دوسرے پر چڑھائی کرنا اور قتل کرنا تھا، افلاس کے خوف سے ہم اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، آج سے قبل ہماری یہی حالت تھی، پھر اللہ تعالی نے ہماری طرف ایسا شخص بھیجا جس کا نام ونسب ہم جانتے تھے، اس کی جائے پیدائش کی زمین ہماری سب سے اچھی سرزمین تھی، وہ حسب ونسب میں ہم میں سب سے بہترین تھا، اس کا گھرانہ اور قبیلہ سب سے بہتر شمار ہوتے تھے، وہ، ہم سب سے بہتر حالت میں تھا، سب سے زیادہ سچا، سب سے زیادہ بردبار، اس نے ہمیں اچھائی کی دعوت دی تب پہلے پہل کسی نے صادنہ کیا۔

اول ترب کان له الخلیفة من بعده ، اس نے کہا ہم نے بھی کہا، وہ سچ بولا

ہم نے جھوٹ بولا، اس نے بڑھایا ہم نے کم کیا، اس نے جو کہا ویسا ہی ہوا، تب اللہ تعالی نے ہمارے دل میں اس کی تصدیق اور اتباع کا جذبہ ڈالا اور وہ ہمارے اور اللہ رب العالمین کے مابین واسطہ بن گیا۔

اس کا ہر فرمودہ اللہ کا قول اور ہر حکم اللہ تعالی کا حکم تصور ہوتا، اس نے ہمیں کہا کہ تمہارا رب کہتا ہے:

میں ہی اللہ ہوں، میرا کوئی شریک نہیں، جب کچھ نہ تھا میں تھا، میرے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، ہر چیز میں نے پیدا کی اور بالآخر ہر چیز کو میری ہی طرف لوٹنا ہے، میری رحمت نے تمہیں پایا تو میں نے تمہاری طرف اس شخص کو مبعوث کیا تاکہ تمہیں وہ راہ بتائے جس پر چل کر میں تمہیں موت کے بعد اپنے عذاب سے بچاؤں اور تمہیں اپنے گھر یعنی دار السلام میں داخل کروں۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالی کے پاس سے حق وصداقت کا پیام لے کر آیا ہے،

اور کہا: جس نے اس دین پر تمہارا اتباع کیا تو اس کے بھی تمہارے جیسے حقوق اور ذمہ داریاں ہیں، جو انکار کرے اسے جزیہ دینے کا کہو پھر اس کی ویسی ہی حفاظت کرو جیسی اپنی کرتے ہو، جو جزیہ بھی نہ دے اس سے قتال کرو، میں تمہارے مابین منصف ہوں، جو تم میں سے قتل ہوا اسے میں اپنی جنت میں داخل کروں گا، جو زندہ بچا اسے دشمنوں پر فتح یاب کروں گا۔

اب تمہیں اختیار ہے یا تو جزیہ دینے کی ذلت اٹھاؤ، اگر چاہو تو تلوار کے ذریعے فیصلہ کرو یا اسلام قبول کر کے اپنی جان بچاؤ۔

یزدگرد نے کہا: کیا تم مجھ سے اس طرح پیش آؤ گے؟

مغیرہ نے کہا:

یزدگرد نے کہا: اگر قاصدوں کا قتل برا نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا، میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں۔

اور حکم دیا: مٹی سے بھرا ایک تھیلا لاؤ، سب سے معزز آدمی کے سر پر لاد دو پھر اسے ہانکتے ہوئے مدائن شہر سے باہر لے جاؤ، اپنے نبی کے پاس جاؤ، اسے بتاؤ میں اس کی طرف رستم کو بھیجوں گا جو اسے اور اس کی فوج کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا اور تمہیں نشان عبرت بنا دے گا، میں اسے تمہارا حاکم بناؤں گا وہ تمہیں سابور سے بڑھ کر مزہ چکھائے گا۔

کہا: تم میں سب سے معزز کون ہے؟ وفد خاموش رہا، عاصم بن عمرو نے کہا: ہائے! کون تیار ہو گا مٹی ڈھونے کے لیے! میں ان میں سب سے معزز اور ان کا سردار ہوں، مجھ پر مٹی لاد دو۔

یزدگرد نے کہا: کیا ایسا ہی ہے؟ وفد نے کہا: جی ہاں!

ان کی گردن پر مٹی لاد دی گئی، وہ یہ بوجھ اٹھا کر ایوان سے نکلے اور اپنی سواری کے پاس آکر اس پر لاد دیا، سواری کو کھینچتے ہوئے حضرت سعد کی طرف ہو لیے، فمر قديس فطواه، اور کہا: امیر کو فتح کی خوش خبری دو، اللہ نے چاہا تو ہم فتح یاب ہوں گے۔

ازاں بعد مٹی اپنے کمرے میں انڈیلنے کے بعد حضرت سعد کے پاس گئے اور انہیں تمام معاملے سے آگاہ کیا۔ حضرت سعد نے فرمایا:

خوش ہو جاؤ، بخدا! اللہ تعالی نے ہمیں ان کی بادشاہت کی کنجیاں عطا کر دیں۔

مٹی لانے سے ملک فتح کرنے کا شگون لیا گیا۔ بعد ازاں صحابہ کرام ترقی کرتے رہے اور فارس کی مملکت انحطاط کا شکار ہو گئی۔ [1]

نعمان بن مقرن اور مغیرہ بن شعبہ کی گفتگو اور یزدگرد کی گفتگو سے اہل فارس کی ذہنیت کھل کر سامنے آجاتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شقی القلب لوگ ہیں جو اپنے سوا دوسرے تمام لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں، عربوں کو اپنے خدمت گزاروں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے، یزدگرد اپنی قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے: ہم نے تو تمہیں اطراف کے

[1] البدایہ و النہایة: (۷/ ۳۰)

دیہاتوں کے حوالے کر رکھا تھا، فارس نے کبھی تمہیں جارحیت کے لائق نہیں سمجھا!

اہل فارس عربوں پر حملے کا سوچنا یا تیاری کرنا باعث عار تصور کرتے تھے، سرحدی دیہات ہی ان کے ہم پلہ تھے، اس سے زیادہ عرب توجہ کے مستحق نہ تھے۔

رسالت، رسول اور وحی کے بارے میں سوچنا بھی یزدگرد کو گوارا نہ تھا، وہ زیادہ سے زیادہ یہی جانتا تھا کہ عرب ایک بھوکی اور بے لباس قوم ہے، روٹی اور کپڑے کے ذریعے ان کے آنسو پونچھے جا سکتے ہیں، بلکہ یہ احسان کرنے کے لیے بھی یزدگرد تیار تھا کہ اپنے یہاں سے ایک نگراں بھی انہیں دے جو ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرے۔

جب سعد بن ابی وقاص کے قاصدوں نے یزدگرد کی پیشکش ٹھکرائی تو اس نے اپنے قائد رستم کو یہ مہم سپرد کی کہ مسلمانوں کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے۔

قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے۔۔۔

کتنی عجیب وغریب ہے یہ ذہنیت جس سے زمانہ موجود وقدیم کے فارس اور زعمائے فارس سوچتے ہیں۔

بہتان تراشی کا جواب

مستشرقین اور مغرب زدہ اعدائے اسلام فارس پر مسلمانوں کے غلبہ کو حیرت واستعجاب سے دیکھتے ہیں، اپنی ذہنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر ایسی وجہ بیان کرتے ہیں جس سے اسلامی فتوحات کا سورج گہنا جائے، تا دیر فکر ونظر کے بعد وہ کہتے ہیں:

مملکت فارس بوڑھی ہو گئی تھی، ظہور اسلام کے وقت اس میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے، اور یہ تاریخ حقیقت ہے کہ ایک نوجوان اور طاقت ور حکومت ایک کمزور اور انحطاط زدہ مملکت پر غالب آجاتی ہے۔

مجملاً اور تفصیلاً یہ بات درج ذیل اسباب کی بنا پر مردود ہے:

چند دہائیاں قبل ہی کسری انوشروان مملکت فارس کی شوکت کا احیا اور طاقت وقوت کی روح پھونک چکا تھا، مزدکیت ختم کی جا چکی تھی، عسکری، حکومتی اور معاشی اصلاحات کا اجرا

ہو چکا تھا۔۔۔۔کسری بن ہرمز کے دور میں مملکت فارس شان وشوکت کی بلندیوں کو چھو رہی تھی، دنیا کے اکثر ممالک اس کے زیر نگیں تھے۔

ہجرت کے تیرہویں سال رستم اور فارزان نے باہم مشاورت سے کسری کی اولاد میں سے، اکیس سال کی عمر میں یزدگرد کو بادشاہ بنایا، لوگوں نے اس انتخاب کو سراہا اور مملکت کی شوکت یزدگرد کے ذریعے قوت پکڑنے لگی۔

فارس کی فوج کے سربراہ رستم کی مکاری اور قوت ضرب المثل تھی، فارس کی فوج کا نادر روزگار یہ شخص ایسی فوج کا سربراہ تھا جو تعداد اور سامان حرب وضرب میں اسلامی فوج سے کئی گنا بڑھ کر تھی۔

سات سال تک مسلمان فارس سے خون ریز جنگیں لڑتے رہے، مسلمان شہروں پہ شہر فتح کرتے اور ان کے ساتھ معاہدے کرتے اور یہ لوگ معاہدے توڑتے تھے۔ حیرہ کے باشندوں نے تین مرتبہ بدعہدی کی، انبار کے عربوں نے بارہا معاہدے کی خلاف ورزی کی اور فارس کا ساتھ دیا۔ یوں مسلمان بیک وقت فارس وعربوں سے نبرد آزما تھے۔ فارس کے ساتھ معرکوں میں ۲۰ ہزار سے زائد مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فارسی فوج کی تجربہ کاری اور شجاعت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

مؤتہ کے معرکے میں شمشیر زنی سے میرے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں، اہل فارس کی طرح کسی قوم سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی، اور فارس میں اہل الیس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔ ❶

مسلمان روم وعرب سے قتال کرنا آسان تصور کرتے بہ نسبت فارس کے، کیوں کہ اہل فارس شدت قتال میں مشہور تھے:

جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور انہیں منگل کی رات دفنایا گیا تو صبح ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اہل عراق کے خلاف قتال کی ترغیب وتحریض دی، ثواب کی بشارت دی، کسی نے تائید نہ کی، اس لیے کہ لوگ اہل فارس سے قتال سے پہلو تہی کرتے،

---

❶ تاریخ طبری (۱۔۴/۲۰۴۸)

ان کی شدت اور قوت کی وجہ سے۔ پھر دوسرے اور تیسرے روز بھی قتال کی تحریض دی، تب بھی کسی نے مثبت جواب نہ دیا، مثنی بن حارثہ نے زوردار خطاب کیا اور حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں اللہ تعالی نے سرزمین عراق پر جو عظیم الشان فتوحات عطا فرمائی تھیں ان کا ذکر کیا، مال غنیمت، جاگیریں، ساز وسامان اور زادراہ کا کا نقشہ کھینچا، تیسرے دن بھی کسی نے تائید نہ کی، چوتھے روز سب سے پہلے جس شخص نے راہ جہاد میں نکلنے کا ارادہ کیا وہ ابو عبید بن مسعود ثقفی تھے، ان کے بعد لوگ پے در پے نکلنے لگے۔ ❶

کیا سات سالہ ایسی جنگ کے بعد جس میں ۲۰ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

کیا خالد بن ولید کی طرف سے اہل فارس کی طاقت اور شجاعت کی بہادری کی گواہی اور ابن کثیر کی اس روایت کے بعد جو مسلمانوں کے اہل فارس کے قتال سے پہلو تہی پر دلالت کرتی ہے۔

کیا اس سب کے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ مملکت فارس حالت نزع میں تھی؟!

فارس پر بڑھاپا طاری نہیں ہوا بلکہ یہ مسلمانوں کا شوق جہاد اور شہادت یا فتح میں سے ایک حاصل کرنے کی تمنا تھی۔ راستے کی طوالت، عربوں کی غداری اور اہل فارس کی پامردی کے باوجود مسلمان صبر کرتے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے، اللہ تعالی سے فتح کی دعا مانگتے، اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول کی، دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی، قادسیہ، نہاوند اور مدائن میں مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دی، مسلمانوں کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کسریٰ کے محل میں داخل ہوئے اور ان لبوں پر یہ آیت جاری تھی:

"كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ....."

قصر کسری کی ہر نفیس چیز سعد نے امیر المؤمنین حضرت عمر کی طرف ارسال کی۔ مسجد نبوی میں ان نفیس اشیاء کا جائزہ لیتے ہوئے آپ فرمانے لگے:

جس قوم نے یہ چیزیں بلا وکم وکاست ارسال کیں وہ یقیناً امانت دار ہیں!

---

❶ دیکھیے کتاب حرکۃ الفتح الاسلامی فی القرن الاول، للدکتور شکری فیصل

❶ البدایۃ والنہایۃ: (۲۶/۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: آپ نے عفت اختیار کی آپ کی رعایا نے بھی کی، اگر آپ منہ مارنے لگتے تو یہ لوگ بھی یہی کرتے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا، حضرت علی کے حصہ میں چٹائی کا ٹکڑا آیا جسے آپ نے دو ہزار میں فروخت کیا۔

بیہقی اور شافعی کی روایت کے مطابق حضرت عمر نے کسری کے کنگن سراقہ بن مالک کی طرف پھینکتے ہوئے کہا:

اُس اللہ کی حمد وستائش بیان کرو جس نے کسری بن ہرمز سے یہ کنگن چھین کر بنی مدلج کے بدو سراقہ کو پہنائے۔ [1]

مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ کسری کی مملکت اس کے ظلم وجور کی وجہ سے ختم ہوئی، انصاف مملکت کی اساس اور اس کی بقا کا راز ہے۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔

ان اخلاق کے ساتھ مسلمانوں نے فارس فتح کیا، ایوان کسری کے مالک بنے اور حالت یہ ہوئی کہ اسلامی مملکت میں سورج غروب نہ ہوتا۔

---

[1] البداية والنهاية: (٦٨/٧)

فصل ثالث:

اسلامی فتح کے بعد فارس کی ریشہ دوانیاں

یہ فصل درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

پہلی بحث:	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ناگہانی قتل
دوسری بحث:	اہل بیت کی پیروی کا دعوی۔۔۔پس پردہ محرکات
تیسری بحث:	برامکہ
چوتھی بحث:	تیسری صدی سے رافضیوں کے مختلف ممالک
پانچویں بحث:	قرامطہ
چھٹی بحث:	بویہی
ساتویں بحث:	عبید/ممالیک
آٹھویں بحث:	از سر نو آمد
نویں بحث:	صفوی
دسویں بحث:	بہائی
گیارہویں بحث:	نصیری
بارہویں بحث:	دروز

پہلی بحث

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ناگہانی قتل

باطل یعنی عظیم الشان فارسی لشکر اسلامی فوج کے مقابلے میں پیچھے ہٹ گیا تھا، عظیم بادشاہوں کے قلعے ان لوگوں کے سامنے سرنگوں ہو رہے تھے جو اسلام لانے سے پہلے بتوں کے غلام تھے اور ان کی بڑی سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسری کے گھوڑوں کے خادم بن جائیں۔

رستم و ہرمزان شکست کھا کر منہ چھپا رہے تھے، رستم تو جلد دنیا سے کوچ کر گیا، تاہم ہرمزان اور اس جیسے دوسرے زعماء کی خواہش تھی زمین انہیں نگل جائے اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ جائیں۔

اہل فارس کے سامنے اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ وہ قبول اسلام کا منافقانہ مظاہرہ کریں، اس طرح جیسے آندھی دیکھ کر کوئی سر جھکا لے، یہ سوچتے ہوئے کہ جب یہ آندھی گذر جائے گی تو دوبارہ سر اٹھا لوں گا۔

ان میں بہت کم افراد ایسے تھے جنہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور صراط مستقیم پر قائم رہے۔

مجوسیوں نے مسلمانوں سے انتقام کی کوششوں کا آغاز کیا۔ اور یہ کیوں نہ کرتے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں کہ غداری اور سازش ان کی طبیعت ثانیہ ہے، مکاری اور بدامنی ان کے خون میں شامل ہے۔ انہیں قطعی یقین تھا کہ حضرت عمر فاروق ہی ان کی شکست اور مملکت فارس کے زوال کا سبب ہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ناگہانی قتل اسلام کے خلاف سازشی جنگ کا نقطۂ آغاز تھا۔

ابولؤلؤ مجوسی اور ہرمزان کو مدینہ طیبہ میں سکونت دلا کر حضرت عمر فاروق کے قتل کی سازش کی ابتدا کی گئی۔ حالانکہ فارسیوں اور رومی غلاموں کی مدینہ میں موجودگی حضرت عمر کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

سنہ ۲۳ھ میں جب فارس کے قلعے اسلامی فتوحات کے سامنے سرنگوں ہو رہے تھے، ابو لؤلؤ مجوسی نے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا۔

ابن جریر کی روایت کے مطابق عبد الرحمٰن بن ابی بکر نے حضرت عمر کے زخمی ہونے کی صبح ابولؤلؤ، ہرمزان [1] اور جفینہ [2] کو باہم سرگوشیاں کرتے دیکھا، جب انہوں نے عبد الرحمٰن کو دیکھا تو گھبراہٹ کے مارے ایک دو منہ والا خنجر ان کے پاس سے گرا۔ اسی گواہی کے سبب عبید اللہ عمر نے بعجلت تلوار حمائل کر کے ہرمزان کو قتل کرنے کے لیے بڑھنا چاہا، قریب تھا کہ جفینہ کو قتل کر دیتے اگر عمرو بن عاص حائل نہ ہوتے۔

حضرت عمر نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہا: جاؤ دیکھو کس نے مجھ پر حملہ کیا؟

کہا: اے امیر المؤمنین! مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤ نے۔

فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالی نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ نہیں لکھی جس نے اللہ کے سامنے ایک بھی سجدہ کیا ہو۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قتل ایسی سازش تھی جس کا تانا بانا بننے میں نصاریٰ بھی شریک تھے، تاہم سازش کے عملی نفاذ کا سہرا ابولؤلؤ مجوسی کے سر بندھتا ہے۔ حضرت عمر کے انتخاب کی وجہ عالم اسلام کی نمایاں ترین شخصیت ہونا اور کفار کے ان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھانا تھا۔

امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد بھی رافضیوں نے ان خلاف جنگ جاری رکھی، آج بھی حضرت عمر پر سب وشتم کرنا ان کے دین کا حصہ ہے، یہ عداوت صرف اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ کی زمین کو مجوسیوں کو مظالم سے پاک کیا اور ان کے آتش کدوں کی آگ بجھائی۔ [3]

---

[1] مشہور فارسی سپہ سالار، قادسیہ کی جنگ میں رستم کے میمنہ کی کمان ہرمزان کے ہاتھ میں تھی، رستم کی ہلاکت کے بعد یہ بھاگ گیا، خورستان کا والی بنا اور مسلمانوں سے جنگ کی، اپنی ناکامی کے آثار دیکھتے ہی پیشتر ابدا اور صلح کی درخواست کی جسے مسلمانوں نے قبول کیا، لیکن اس نے غداری کرتے ہوئے مجزاۃ بن ثور اور براء بن مالک کو شہید کیا، مسلمانوں کے ایک خون ریز جنگ کے بعد اسے گرفتار کر کے امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کیا، یہ اسلام لے آیا اور امیر المؤمنین نے اسے مدینہ میں سکونت کی اجازت دے دی۔ (کامل لابن اثیر)

[2] جفینہ حیرہ کا نصرانی اور سعد بن مالک کا ہم زلف تھا، سابقہ صلح کی وجہ سے اور اہل مدینہ کو کتابت سکھانے کی غرض سے سعد اسے مدینہ لائے۔ طبری

[3] دیکھیے: تاریخ طبری (۱۹۰/٤)

بحث ثانی

اہل بیت سے محبت کا دعویٰ...... پس پردہ عوامل

سنہ ۳۵ھ میں امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان مشہور اختلاف واقع ہوا، یہ ایسا نادر روزگار موقعہ تھا جس سے مجوسی فائدہ نہ اٹھاتے تو حیرت ہوتی، فی الفور انہوں نے اعلان کیا کہ وہ شیعان علی (یعنی حضرت علی کے تائید کنندگان) ہیں۔ حضرت علی کی تائید حق تھی لیکن ان کا مقصد اس تائید سے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا اور ان کی شان وشوکت کم کرنا تھا۔

محبت آل بیت ایسی دعوت تھی جسے عامۃ المسلمین میں رواج ملنا اظہر من الشمس تھا، کیوں کہ کون ہے جو اہل بیت سے محبت نہ رکھتا ہو۔

عبداللہ بن سبا یہودی اور اس کے چیلے اس صف میں جا کھڑے ہوئے جو حضرت علی کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے، اسی لمحہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مجوسی اور یہودی یک جان ودو قالب ہوئے۔

محبت آل بیت کی دعوت سے مجوسیوں نے درج ذیل اہداف حاصل کرنے کی کوشش کی:

ا۔ سابقہ فصل یعنی اسلام سے قبل ایران میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایرانیوں کا فطری تقاضہ ہے ایک ایسا مقدس خاندان ہونا جو ان کے دینی امور کی نگرانی کرے۔ اسی خاندان سے حکام اور آتش کدوں کے متولیین کا انتخاب عمل میں آتا۔ ان خاندانوں میں سب سے اہم ماذیا اور مغان تھے۔

اہل بیت سے دعوائے محبت درحقیقت زرتشت، مانو اور مزدکی عقائد کا احیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے صرف اتنا کیا کہ مغان کو اہل بیت سے بدل دیا اور لوگوں سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت فی الحقیقت زمین پر اللہ تعالی کا ظل ہیں، ان کے

ائمہ معصوم اور حکمت الٰہیہ کے مظہر ہیں۔

۲۔ مملکت فارس کی فتح کے وقت حسین بن علی رضی اللہ عنہ شاہ ایران یزدگرد کی بیٹی شہر بانو سے اس وقت رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے جب وہ قیدی بنا کر لائی گئی۔ ایرانیوں کی طرف صرف حضرت حسین کا راگ الاپنے کی ایک بڑی وجہ یہ شادی بھی ہے، کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں، علی بن حسین اور ان کی اولاد کی رگوں میں دوڑنے والا خون ایرانی ہے، شاہ ایران یزدگرد کی بیٹی، مقدس ساسانی خاندان کی چشم وچراغ شہر بانو کا خون۔ [1]

ایران میں شیعیت کے پھیلنے کے اسباب کے لیے ملاحظہ کیجئے: [2]

چنانچہ اہل بیت کی محبت کا دعوی مجوسی عقیدے کا احیا ہے، اور حسین بن علی کو محبت کا محور بنانے کی وجہ ساسانی شہر بانو کی اولاد ہونے کی عصبیت ہے۔

اس دردناک حادثے کے بعد جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، یہودیوں اور مجوسیوں کی مسلسل کوشش رہی کہ حضرت علی کے مؤیدین کو بنی امیہ کے خلاف قتال پر ابھارتے رہیں۔ خفیہ باطنی تحریکوں نے موقع پایا، سرگرم ہوئیں یہاں تک کہ ان کے خلاف کارروائی کا معاملہ حد سے تجاوز کر گیا۔ ان باطنی تحریکوں میں سے اہم درج ذیل ہیں:

سبئیہ: عبداللہ بن سبا یہودی کی طرف منسوب یہ فرقہ الوہیت علی کا قائل تھا، عبداللہ بن سبا نے حضرت علی کو کہا: آپ آپ ہی ہیں، یعنی خدا ہیں۔ حضرت علی نے اسے مدائن کی طرف جلاوطن کر دیا۔

مذہب یہود میں یوشع بن نون کے بارے میں جو عقیدہ ہے یعنی حضرت موسی کا وصی ہونا، یہی عقیدہ عبداللہ بن سبا نے اختیار کیا۔ اسی شخص نے حضرت علی کی امامت کا نص ظاہر کیا۔ اسی فرقہ سے غالی شیعوں کی مختلف اصناف پیدا ہوئیں۔

عبداللہ بن سبا کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت علی زندہ ہیں مردہ نہیں، ان کا ایک حصہ

---

1. الملل والنحل للشہرستانی (۱/۱۴۷، ۱۷۴)
2. الشیعہ والسنہ لاحسان الہی ظہیر (ص: ۴۹)

الوہی ہے، اس پر دوسرا حصہ غالب نہیں آسکتا، بادل وہی لاتے ہیں، بجلی کی کڑک ان کی آواز اور چمک ان کا تبسم ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ زمین پر نزول فرما کر اسے عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے ظلم وستم سے بھری ہوئی ہے۔۔۔ حضرت علی کے بعد آنے والے ائمہ میں جز والہی کے تناسخ کا قول بھی اسی فرقہ کی طرف منسوب ہے۔

کیسانی: امیر المؤمنین حضرت علی کے آزاد کردہ غلام کیسان کے متبعین: یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ دین نام ہے شخصی اطاعت اور مذہبی علماء کی اطاعت کا۔ تناسخ اور حلول اور بعد از موت رجعت کے یہ بھی قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کیسان تمام علوم پر حاوی تھا، حضرت علی اور ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ سے علم تاویل، باطنی علوم، علوم آفاق والنفس ❶ اخذ کیے۔

ازاں بعد بہ کثرت باطنی تحریکات ظاہر ہوئیں، مختاری، ہاشمی، بیانی، رازمی قابل ذکر ہیں۔ ناموں کے فرق سے قطع نظر ان تحریکات کا جوہر اور مضمون ایک ہی ہے۔

بنی امیہ کے آہنی ہاتھ سے نمٹنے کی حکمت عملی کو دیکھتے ہوئے یہ تحریکیں اپنے بلوں میں روپوش ہوگئیں، جس سے لوگ سمجھنے لگے کہ خلافت معاویہ کے بعد یہ تحریکیں دوبارہ سر نہیں اٹھا سکیں گی۔ لوگ یہ تصور کرنے میں معذور تھے، اس لیے کہ اکثر فارسی مذاہب کی تاریخ اور ان کی کینچلی بدلنے کی صلاحیت سے ناواقف تھے۔

خراسان پر بنی امیہ کے والی نصر بن یسار رات کی تاریکی میں ہونے والی ان سازشوں سے واقف تھے، انہوں نے بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان کی طرف یہ اشعار لکھے:

اری خلل الرماد ومیض جمر
واخشی ان یکون لھا ضرام
فان النار بالعیدان تذکی
وان الحروب مبدؤھا الکلام
فقلت من التعجب لیت شعری
أأیقاظ امیة ام نیام

❶ الملل و النحل للشہر ستانی: (۱/۱۴۷،۱۷۴)

''میں راکھ میں دبی چنگاری کی چمک دیکھ رہا ہوں، مجھے ڈر ہے کہ یہ شعلہ آگ نہ پکڑ لے، اس لیے کہ لکڑی راکھ میں ماری جائے تو آگ بھڑکتی ہے اور جنگوں کی ابتدا باتوں سے ہی ہوتی ہے۔ تو میں نے تعجب سے کہا: ہائے افسوس! بنو امیہ سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں؟''

بنوامیہ سو نہیں رہے تھے، لیکن تنظیم بے ترتیبی سے زیادہ قوی ہوتی ہے، تفرقہ، ایک دوسرے کے گلے کاٹنا اور عیش پرستی سے منصوبہ بندی اور مستقل مزاجی وتسلسل سے کیے جانے والے کام ختم نہیں کیے جا سکتے۔۔۔ بنوامیہ کی اپنے دشمنوں کے مقابلے میں یہی حالت تھی۔

ابومسلم خراسانی کی سازش

۱۲۹ھ میں مَرو کے قریب ابومسلم خراسانی اچانک منظر عام پر آیا اور سنہ ۱۳۰ھ میں مَرو پر قبضہ کرلیا، بعدازاں خراسان مکمل طور پر عباسیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔۔۔ سقوط خراسان کے بعد ابومسلم نے اپنے لشکر کو عراق پر چڑھائی کا حکم دیا جس نے عراق پر قبضہ کرلیا، ابو عباس سفاح اپنی کمین گاہ سے باہر آیا اور سنہ ۱۳۲ھ کو اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت لی گئی۔ اسی دن سے فارس کی حکومت کا آغاز ہوا۔ خلفائے بنوعباس کی حیثیت ابومسلم یا جعفر برمکی کے گھر آئے مہمان سے زیادہ نہ تھی، باستثنائے چند مواقع کے جن میں ان خلفاء نے جرأت مندانہ موقف اختیار کیا، تاہم یہ مواقع اس قدر کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اس موقعہ پر اکثر فارسیوں نے اپنے دل کی پیاس بجھائی، عباسی حکومت کے قیام سے لے کر سنہ ۱۳۷ھ تک بے دریغ عرب مسلمانوں کا خون بہایا۔ منصور نے جب عملاً زمام حکومت ہاتھ میں لینے کا ارادہ کیا تو ابومسلم نے اس کا تمسخر اڑایا، بغاوت کی آگ سلگائی، خراسان میں اپنی مستقل حکومت بنانے کی کوشش کی، تاہم منصور نے حکمت ومکاری سے کام لیتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا، ابومسلم کے مددگاروں میں تفرقہ ڈالا پھر اسے سنہ ۱۳۷ھ میں قتل کردیا۔

ابومسلم خراسانی کا قتل آسان نہ تھا، سنہ ۱۳۸ھ سند باد نے ابومسلم کے خون کا مطالبہ کیا۔ یہ شخص مجوسی تھا، اپنے جھنڈے تلے فارسی فوج جمع کر کے اس نے قوس واصفہان پر قبضہ کیا۔ ابوجعفر منصور نے ایک عظیم الشان لشکر بھیج کر ہمذان اور رے کے درمیان اس کی سرکوبی کی۔

سنہ ۱۴۱ھ خراسانیوں کی ایک جماعت اصفہان کے قریب روندا گاؤں میں منظر عام پر آئی، یہ ابومسلم کے لوگ تھے، انہوں نے تناسخ ارواح اور منصور کی الوہیت کا نعرہ لگایا، اس غرض سے کہ منصور کا قرب حاصل کر کے اسے ابومسلم کے بدلے میں قتل کر دیں، تاہم منصور نے بنفس نفیس ان سے قتال کیا اور ان پر غلبہ پایا، لیکن اس اثناء میں یہ لوگ ابومسلم کے قاتل عثمان بن نہیک کو قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

سنہ ۱۶۱ھ مقنع کے نام سے ایک پارسی ظاہر ہوا، اس نے دعوی کیا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے آدم علیہ السلام میں حلول کیا پھر نوح علیہ السلام میں پھر ابومسلم خراسانی میں، پھر خود اس میں ابومسلم کے بعد۔ اس کے ارد گرد ایک جم غفیر جمع ہوا جن کے ذریعے اس نے ماوراء النہر کے ممالک پر قبضہ کر کے کش میں قلعہ بند ہوگیا۔ مہدی نے سعید جرشی کی قیادت میں مقنع کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا۔ سعید نے قلعہ کا محاصرہ کیا، شکست دی اور ہزاروں کو تہ تیغ کیا۔ مقنع کو جب ہلاکت کا یقین ہوا تو اس نے زہر پی لیا، اپنی عورتوں اور اہل وعیال کو بھی پلایا، یہ سب مر گئے، مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے، اس کا سر کاٹا اور مہدی کی طرف سنہ ۱۶۳ھ کو روانہ کیا۔

مہدی ملحدین کی سرکوبی میں بہت متشدد تھا، اس نے ایک ادارہ بنایا جس کا کام زندیقوں کا کھوج لگانا تھا، اس ادارے کا ایک سربراہ بنایا اور اس کا لقب صاحب الزنادقہ رکھا۔

مسعودی مہدی کے بارے میں کہتا ہے:

اپنے عہد حکومت میں منظر عام پر اور ملحدانہ عقائد پھیلانے کے جرم میں ملحدین کو اس

نے بے رحمی سے قتل کیا، اسی زمانے میں مانی، ابن دیصان اور مرقیون کی کتب سامنے آئیں جن سے عبداللہ بن مقفع نے نقل اور فارسی میں ترجمہ کیا اور فلھوی نے عربی کا جامہ پہنایا، اسی طرح ابن ابی عوجاء، حماد عجرد، یحی بن زیاد اور مطیع بن ایاس نے دیصانی، مرقونی اور مانوی مذاہب کی تائید میں کتب تصنیف کیں، جن سے زنادقہ کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا اور ان کے ملحدانہ افکار لوگوں میں پھیل گئے۔

مہدی پہلا شخص ہے جس نے محقق متکلم مناظرین کو ملحدین کے رد اور ان کے شبہات کے جواب میں کتابیں تصنیف کرنے کی دعوت دی۔ [1]

مہدی نے اپنے بیٹے ہادی کو زنادقہ کی سرکوبی کی وصیت کی۔ باوجود کھوجی ادارے کے زنادقہ نے اپنی سرگرمیاں خفیہ طور پر جاری رکھیں، اسی راہ سے وہ حکومت عباسیہ میں اکثر مناصب پر فائز ہوئے، بلکہ ان کا ایک آدمی افشین معتصم کی فوج میں سپہ سالار کے عہدے تک جا پہنچا۔

---

[1] ضحی الاسلام (۱/ ۱٤۰)، عن المسعودی (۲/ ٤۰۱)

بحث ثالث

برامکہ

یہ خاندان اپنے جد امجد برمک کی طرف منسوب ہے، برمک بلخ کا مجوسی ونو بہار معبد کا خادم تھا، اس معبد میں آگ جلائے رکھنے اور خدمت کی ذمہ داری برمک کے پاس تھی۔ مجوسی اس کا بہت احترام کرتے تھے، یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ اسلام لایا ہے یا نہیں؟

جب عباسی دعوت خراسان تک پہنچی تو خالد بن برمک اس کا ایک بڑا داعی تھا، ابو عباس سفاح نے اسے وزیر بنایا، یہ منصب منصور کے دور میں بھی رہا، خالد کی وفات کے بعد منصور نے اس کے بیٹے یحیٰی کو آذربائیجان کا والی بنایا۔ بعد ازاں ہارون الرشید کے دور میں بھی یہ کاتب وزیر تھا۔ ❶

برامکہ نے ہارون الرشید سے بالا ہی بالا اموال حکومت پر قبضہ کر لیا، حتی کہ ہارون معمولی رقم کے حصول کے لیے بھی ان کا محتاج ہو گیا۔ ادبا، علما اور حاجت مندان کے گھروں کا قصد کرتے۔ یہ لوگ محلات اور بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہو گئے، یہاں تک کہ ان کی شہرت خلیفہ کی شہرت سے بڑھ گئی۔

سنہ ۱۸۷ھ کو ہارون الرشید نے ان کی سرکوبی کا حکم دیا، جعفر قتل ہوا، یحیٰی اور اس کی اولاد جیل میں مر گئی۔ برامکہ کی بدبختی کا سبب بیان کرنے میں مؤرخین کا اختلاف ہے، ابن کثیر کے مطابق برامکہ زندیق ہو گئے تھے، واللہ اعلم۔

❶ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ للخضری الدولۃ العباسیۃ (ص:۱۱۱)

خلاصۂ بحث

فارسیوں نے خلفائے بنو عباس پر اپنا تسلط قائم کیا، ان کی سرگرمیاں مختلف میدانوں میں جاری رہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱= بنو عباس کے دور میں دسیوں پارسی تحریکات منظر عام پر آئیں، ان تحریکات کا جوہر اور ان کے اصول قبل از اسلام کے پارسی مذاہب سے مختلف نہ تھے، روانڈیہ تناسخ ارواح کے قائل تھے، مقنع حلول کا عقیدہ رکھتے تھے۔ زنادقہ کی تحریک اپنے معتقدات میں مانی کا پرتو تھی، نام کا بھی فرق نہ تھا۔۔۔ اور قبل ازیں سبیئہ و کیسانیہ ائمہ میں تناسخِ جزو الٰہی، حلول، رجعت بعد از موت اور علم باطن کا اعلان کر چکے تھے۔

۲= عہد عباسی میں ایرانیوں نے اپنی قدیم رسوم و رواج کا احیا کیا، مخصوص ٹوپی پہنتے اور فارسی سال نو کی تقریب نوروز ❶ منانے لگے، اسی طرح مبارک دن کی عید، پانی پلانے کی عید، عورتوں کی عید، ثوم کی عید اور نہروں اور چشموں کے پانی کا جشن نوروز۔

جشن نوروز کے دن ساسانی بادشاہ اپنی رعایا کو خوش کرتے، اسی دن ٹیکس دیے جاتے اور نئے سکے ڈھالے جاتے تھے۔

۳= ایرانی عباسی خلفا کے وزیر و مشیر اور فوج میں اہم منصب پر فائز ہوئے، ان میں مشہور ترین ابو مسلم خراسانی اور برامکہ تھے، مامون کے عہد میں فضل بن سہل مجوسی وزیر اور فوج کا سپہ سالار بنا، اسے دوریاستوں یعنی جنگ و سیاست کا بادشاہ کہا جاتا تھا، خلفا سے اپنی لڑکیوں کی شادی رچائی، خلفا کی اولاد اپنے ماموؤں کے ہاں تربیت پاتی اور ان کے عقائد و بت پرستانہ نظریات پر پروان چڑھتی، چنانچہ مامون نے فارسی مراحل قائم کیے۔ جب حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ آئی تو اس نے بغداد کے بجائے مرو کو پائے تخت بنایا، خلق قرآن کی طرح ایسے فلسفیانہ افکار کا اظہار کیا جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا، یہ

❶ جشن نوروز کے دن ساسانی بادشاہ اپنی رعایا کو خوش کرتے، اسی دن ٹیکس دیے جاتے اور نئے سکے ڈھالے جاتے تھے۔

سب مجوسی تربیت کا شاخسانہ تھا۔

۴= عباسی دور حکومت میں اپنے اثر ونفوذ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجوسیوں نے اپنے فکری وادبی ورثے کی بھی نشر واشاعت کی۔ مجوسی شعرا اٹھے اور فارس وکسریٰ کی تاریخ وعظمت کے ترانے گانے لگے، عربوں اور ان کے طرز حیات کا تمسخر اڑانا عام ہوگیا، ایک شاعر کہتا ہے:

فلست بتارك ايوان كسرى لتوضح او لحومل فالدخول

وضب فى الفلا ساع وذئب بها يعوى وليث وسط غيل

مشہور فارسی شاعر خرمی اپنے حسب نسب کے بارے میں فخریہ کہتا ہے:

غنى امرؤ من سراة الصعد البسنى

عرق الاعاجم جلدا طيب الخبر

مزید کہا:

ونـاديت من مرو وبلغ فوارسا

لهم حسب فى الاكرمين حسيب

فيا حسرتا لا دار قومى قريبة

فيكثر منهم ناصرى ويطيب

فان ابى ساسان كسرى بن هرمز

وخاقان لى لو تعلمين نسيب

ملكنا رقاب الناس فى الشرك كلهم

لنا تابع طوع القياد جنيب

نسومكمو خسفا ونقضى عليكمو

بما شاء منا مخطء ومصيب

غالباً خرمی اور اس جیسے شاعروں کے کسریٰ، ہرمز اور خاقان پر فخر اور مرو، بلخ،

زردشتیت ومزدک کی تعظیم نے ہی اصمعی کو ان کی ہجو اور شرک کی مذمت پر مجبور کیا، اصمعی کہتا ہے:

اذا ذكر الشرك فى مجلسى

اضائت وجوه بنى برمك

وان تليت عندهم آية

اتوا بالاحاديث عن مزدك ❶

۵= ایرانی مجوسیوں نے اکثریت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی تاریخ کو مسخ کیا، جھوٹی احادیث گھڑیں، خلفائے راشدین پر تہمتیں باندھیں، صحابہ یا تابعین کے درمیان جو فتنے پیدا ہوئے ان کو خوب اچھالا، تاکہ دنیا کو یہ بتایا جائے کہ تاریخ اسلام محض فتنوں، جنگوں اور خوں ریزی کی تاریخ ہے۔

میرے گمان کے مطابق ہمارے ذخیرۂ احادیث میں غالب موضوع روایات کے پیچھے مجوسیوں کا ہاتھ ہے۔

اسی پر بس نہیں کی بلکہ لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے الحاد وزندقہ کی خوب ترویج کی تاکہ لوگ آسانی سے مانویت، زردشتیت اور مزدکیت کی طرف مراجعت کرسکیں۔

یہ تمام سرگرمیاں انتہائی خفیہ طریقہ سے انجام دی گئیں۔ روانڈی اور مقنع وغیرہ تحریکیں کبھی کبھار اچانک منظر عام پر آ کر عوام الناس کو چونکا دیتیں۔

❶ متذکرہ اشعار کتاب ضحی الاسلام احمد امین سے لیے گئے ہیں: (۱/ ٦٤)

بحثِ رابع

تیسری صدی سے مجوسیوں کی سلطنتیں

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مجوسی سازشیں کرتے رہے، مقصد تھا مسلمانوں کو اس دین سے دور کر دیا جائے جس کی وجہ سے دنیا کے مالک بنے، انہدام خلافت اور قومی عصبیت پیدا کرنا بھی اہم ہدف تھا۔

تیسری صدی ہجری کی ابتدا تک مجوسیوں نے خلافت اسلامیہ کو تھکا کر ہلکان کر دیا، فتنوں اور سازشوں کی کثرت کی وجہ سے خلفا کی ہیبت والیان ریاست کے دل سے اٹھ گئی۔ مجوسیوں نے خلافت کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا، طاہر بن حسین کو ابھارا کہ خراسان کی علیحدگی کا اعلان کرے، مرو و نیسابور پر قائم مملکت طاہریہ کی ۲۵۹ھ تک اعانت کرتے رہے۔ اور اسی عرصہ تک یہ مملکت قائم رہی۔

عہد عباسی کے آغاز سے خلافت اسلامیہ میں یہ پہلی تقسیم تھی، یہ ابتداء تھی مزید علیحدگیوں اور تقسیموں کی۔ یہاں یہ لائق ذکر ہے کہ مسلمانوں کے سینوں میں اسلامی ممالک کی تقسیم کا یہ خنجر خراسان نے پیوست کیا۔۔۔ اور یہ دوسرا وار تھا۔

مملکت طاہریہ کے قیام کے بعد درج ذیل سلطنتیں قائم ہوئیں:

۱= قرامطہ: احساء، بحرین، یمن، عمان اور شام کے کچھ علاقوں پر مشتمل یہ ملک تھوڑے عرصے تک قائم رہا۔

۲= بویہی: عراق، فارس اور پورا مشرق۔

۳= عبیدی: مصر، شام اور شمالی افریقہ

بحث خامس

قرامطہ

سنہ ۲۷۸ھ میں قرامطہ منظر عام پر آئے۔ غالباً یہ لفظ آرمی زبان کا ہے۔ دعوت کے آغاز میں قرامطہ نے اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف اپنی نسبت کی، ان کی دعوت مرحلہ وار آگے بڑھی:

پہلے مرحلے میں قرامطہ نے حب آل بیت کا نعرہ لگایا، دوسرے مرحلے میں رجعت اور حضرت علی کے عالم الغیب ہونے کا دعوی کیا، تیسرے مرحلے میں قرامطہ مدعو کے سامنے حضرت علی اور ان کی اولاد کے اوصاف اور امت محمدیہ کے معتقدات کا بطلان پیش کرتے۔ ❶ اور اپنے داعین کو وصیت کرتے کہ:

اگر تمہیں کوئی فلسفی مل جائے تو کیا کہنے! کیونکہ ہمارا اور ان کا اتفاق ہے کہ آسمانی کتابیں اور انبیاء باطل ہیں، اور عالم قدیم ہے۔

ظاہراً ان کا مذہب رافضیت اور باطناً کفر ہے، ان کی ایک اصطلاح یہ بھی ہے کہ جنابت کا مطلب استحقاق افشا سے قبل کسی راز کا افشا کرنا ہے۔

زنا کا مطلب ہے: باطنی علم کا نطفہ ایسے نفس میں القاء کرنا جس کے ساتھ معاہدہ طے نہیں ہوا۔

غسل کا مطلب ہے: تجدید عہد۔

عرب مسلمانوں کے ساتھ سلوک میں قرامطہ اپنے پیش رو سابور ذوالاکتاف کے نقش قدم پر چلے:

بنو عبدالقیس کو ان کے گھروں سمیت جلایا۔ سنہ ۲۹۳ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے اور ایک

❶ دیکھیے: رسالۃ القرامطہ، تحقیق محمد الصباغ، محقق نے ابن جوزی کی کتاب المنتظم سے اخذ و استفادہ کیا ہے۔

خوفناک اجتماعی خونریزی کا ارتکاب کیا۔ سنہ ۲۹۴ھ مکہ کے راستے میں حجاج کا قافلہ لوٹا، مردوں کو قتل اور عورتوں کو باندیاں بنایا۔ سنہ ۳۱۱ھ ابو طاہر قرمطی بصرہ میں داخل ہوا اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا۔ سنہ ۳۱۷ھ ابو طاہر ترویہ کے دن مکہ پہنچا اور مسجد حرام میں حجاج کو قتل کیا، حجر اسود اکھاڑ کر لے گیا، سنہ ۳۳۵ھ تک حجر اسود ان کے پاس رہا۔

حسن بن احمد بن ابی سعید جنابی کے عہد میں قرامطہ نے بحرین، احساء، یمن، عمان، شام اور جنوبی عراق پر قبضہ کیا، مصر پر قبضہ کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔ اپنی مملکت کے ہر گاؤں میں ایک داعی مقرر کیا، یہ داعی حکومتی احکامات کی ترجمانی کرتا۔ داعیوں کو حکم دیا کہ ایک مخصوص رات میں تمام خواتین کو جمع کریں اور مردوں سے اختلاط کریں، نفرت کا مظاہرہ نہ کریں، اس اختلاط کے بارے میں قرامطہ کا کہنا تھا:

آپس میں محبت والفت پیدا کرنے کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔

قرامطہ کا ایک مشہور داعی صنادیقی یمن گیا اور وہاں ایک مکان تعمیر کر کے اس کا نام دار الصفوہ رکھا۔ اس مکان میں مرد وزن کو ہر طرح کی آزادی دی گئی۔ اس اختلاط سے جو بچے پیدا ہوتے انہیں اولاد الصفوۃ کہتے۔

مذہب وملت سے قطع نظر قرامطہ اتحاد و بھائی چارگی کی دعوت بھی دیتے۔

خلاصۂ کلام: قرامطہ کی دعوت مزدک کی دعوت ہی کی ایک شکل تھی، اس بارے میں ہم قبل از اسلام کے ایرانی مذاہب کے ضمن میں بات کر چکے ہیں۔

سنہ ۴۶۶ھ تک احساء میں قرامطہ کی سلطنت برقرار رہی، تا آنکہ ملک شاہ سلجوقی کی مدد سے بنو عبد قیس کے عبد اللہ بن علی نے اسے ختم نہیں کر دیا۔ تاہم یہ ختم کرنا عسکری اعتبار سے تھا، عقائد کے اعتبار سے قرامطہ اسماعیلی، نصیری اور دیگر باطنی فرقوں میں مدغم ہو گئے۔ ایران، ہندوستان، قطیف ونجران میں ان کے افکار کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔

عالم اسلام میں برپا انقلابی اشتراکی تحریکات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ بعینہٖ قرامطہ ومزدک کی نقل ہیں، جیسے عالمی فری میسن تحریک اور عالمی شیوعی تحریک جو مذہب

وجنس کی تفریق کے بغیر فحاشی وعریانی، بھائی چارگی اور مساوات کا نعرہ لگاتی ہیں، اور قرامطہ میں فکری اشتراک پایا جاتا ہے۔

حاشیہ   سنہ ۱۹۷۳ م میں ایک باطنیت پرست ''الحرکات السریۃ فی الاسلام'' کے نام سے کتاب لکھی، 'قرامطہ۔۔ اشتراکیت میں ایک قابل تقلید تجربہ' سے ایک الگ باب باندھا، جنابی سے بڑھ کر قرامطہ کے قصیدے گائے، یہ ایسی جسارت ہے جس پر مؤلف کتاب ڈاکٹر محمود اسماعیل کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔

چند ماہ قبل عدن کی اشتراکی حکومت کے ایک معروف وزیر نے بیان دیا کہ قرامطہ اشتراکی تھے، وہ ہمارے لیے دولت کی تقسیم اور نسلی امتیاز کے خلاف قابل تقلید نمونہ ہیں، غریبوں، مزدوروں اور کاشت کاروں کے ساتھ انہوں نے انصاف کیا۔ مزید کہا کہ قرامطہ کی تاریخ مسخ کی گئی ہے، بیان کے اختتام میں وعدہ کیا کہ حکومت قرامطہ کے افکار کو دل سے مانتی ہے اس لیے حکومتی انتظام میں ان کا طریقہ وطرز اختیار کیا جائے گا۔ یہ مقالہ سنہ ۱۳۹۷ھ میں لکھا گیا، تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حکومت ختم ہو گئی اور جنوبی وشمالی یمن متحد ہو گئے۔

چھٹی بحث

بُوہی

بوہی سابور ذی الاکتاف کی نسل سے ایک فارسی خاندان ہے، ان کی حکومت کا مؤسس ابوشجاع بویہ ہے۔ باپ کی ہلاکت کے بعد بیٹوں علی معز الدولہ، حسن عماد الدولہ اور احمد رکن الدولہ نے حکومت چلائی۔

سنہ ۳۳۴ھ میں بوہی عراق پر قابض ہو کر عباسی خلیفہ مستکفی باللہ کو معزول کیا۔ فضل بن مقتدر کو لائے اور اسے خلیفہ بنایا، مطیع اللہ کا لقب دیا۔ ایک سو سال تک حکومت کرنے والے دیلامی بادشاہوں کے ہاتھوں میں خلیفہ کھلونا بنا رہا، یہ لوگ مطلق العنان بادشاہ رہے، خلیفہ اور اس کے نام کی آڑ میں انہوں نے اپنے پارسی عقائد کی خوب نشر واشاعت کی، فرقہ واریت کی آگ بھڑکائی، اس فتنہ پروری سے ان کا مقصد یہ رہا کہ رعایا اندرونی لڑائیوں میں مصروف رہ کر ان سے غافل رہے، اور ان سے نجات پانے کی تدبیر نہ کر سکے۔

انہی کے عہد میں احمق لوگوں نے صحابہ کرام پر سب وشتم کی ابتداء کی۔

سنہ ۳۵۲ھ میں بوہیوں نے دس محرم کو بازار بند کرنے کا حکم دیا، خرید وفروخت پر پابندی عائد کر دی، بازاروں میں خیمے گاڑے گئے، پاؤڈر رکھے گئے، عورتوں بکھرے بالوں کے ساتھ بازار میں نکلتیں اور سینہ کوبی کرتیں، حضرت حسین کے نام پر رونے دھونے کی محفلیں سجائیں گئیں۔ دیالمہ کے زمانہ میں انہی کا اعادہ کیا گیا۔ ❶

بغداد کی تاریخ میں یہ حادثہ پہلی بار رونما ہوا، شیعہ فرقہ امامیہ اثناعشری جعفری کے ہاں رواج اور مذہبی تقریب قرار پانے والی یہ خرافات عربوں کے لیے نئی تھیں، نہ اسلام میں اور نہ جاہلیت میں اس کی باتیں سامنے آئی تھیں۔

بوہیوں کے آخری بادشاہ نے اللہ تعالیٰ کے نام میں شرک کرتے ہوئے اپنا نام ملک رحیم قرار دیا۔ جیسا کہ عبیدی حاکم نے الحاکم بامرہ کا لقب اپنے لیے چنا۔

تشابهت قلوبهم قد بينا الآيات لقوم يوقنون۔ (بقره: ۱۱۸)

❶ دیکھیے کتاب: المهدي والمهدوية، مؤلف عبد الرزاق حصان (ص ۷۵)

ساتویں بحث:

ممالیک رعبید

۲۹۶ھ کو مغرب عربی میں ممالیک کی حکومت قائم ہوئی، پھر انہوں نے ۳۵۸ھ کو مصر فتح کرنے کے بعد شام کو فتح کیا، یوں یہ خاندان عالم اسلام کی ایک بڑی قوت بن کر ابھرا۔

ممالیک کی نسبت احواز کے عبداللہ بن میمون قداع بن دیصان بونی کی طرف جاتی ہے۔ یہ شخص مجوسی تھا۔ تاریخ میں اس کا ذکر خلیفہ باطنی تحریک کے مشہور ترین مبلغ کے طور پر آتا ہے۔ اسی کے افکار ونظریات سے قرامطہ نے اپنے فرقے کی بنیاد رکھی۔

عبداللہ کی ہلاکت کے بعد اس کے بیٹے احمد نے خفیہ دعوت کی ذمہ داری سنبھالی۔ احمد کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا حسین اس منصب پر فائز ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی سعید بن احمد سرگرم عمل ہوا۔ حمص کے علاقے سلمیہ کو سعید نے اپنا مرکز بنایا اور اپنی دعوت کی تبلیغ ونشر واشاعت اس تسلسل سے کی کہ انجام کار حکومت کے لیے خطرہ بن گیا۔ خلیفہ مکتفی نے اسے گرفتار کرنے اور دعوت پر قدغن لگانے کی کوشش کی تو یہ فرار ہو کر مغرب میں پناہ گزیں ہو گیا، اپنے داعیوں کو بشارتیں سنائیں۔ مریدین اس کے لیے لڑے یہاں تک کہ اغالبہ کی حکومت پر قابض ہو گیا اور اپنے لیے عبیداللہ مہدی کا لقب اختیار کیا۔ آل بیت میں سے ہونے کا دعویٰ کیا اور ''امام'' ہونے کا بہروپ بھرا۔ ❶

❶ دیکھیے کتاب ''الحاکم بأمر اللہ وأسرار الدعوۃ الفاطمیۃ'' مؤلفہ: استاذ محمد بن عبداللہ عنان۔ مؤلف نے محنت شاقہ کے بعد دلائل جمع کر کے ثابت کیا ہے کہ ممالیک کی سلطنت مجوسی تھی، ان کے اور آل بیت کے درمیان کوئی نسبی رشتہ نہ تھا۔ دیگر مؤرخین نے بھی اس بات کی گواہی دی، ان میں باقلانی، ابن شداد، ابن حزم، ابن خلکان، مقریزی اور ابن حجر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب ثقہ مؤرخین اور ممالیک کی حکومت کے قریب قریب کا زمانہ پانے والے ہیں۔ بعد ازاں مؤلف نے مستشرقین کی رائے کا جائزہ بھی لیا، جس کے مطابق ممالیک آل بیت سے تھے، اور ان کا خوب رد کیا ہے، قطعی علمی دلیل سے اس قول کے بطلان کو ثابت کیا ہے۔ استاذ عنان کے اقوال کے ساتھ ہم ''تاریخ الخلفاء'' میں علامہ سیوطی کا قول بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ ایک خبیث ممالیکی سلطنت ہے، فاطمی نہیں ہے۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں: تو یہ ۱۴ غاصبین خلفاء تھے نہ قانونی خلیفہ۔ ''تاریخ الخلفاء''۔

سلطنت ممالیک کا مشہور ترین حاکم: حاکم بأمر اللہ تھا جس نے الوہیت کا دعویٰ کیا، اس نے اپنے مبلغین کو ہر طرف پھیلا کر مجوسی عقیدہ تناسخ اور حلول کی خوب تشہیر کی۔ دعویٰ کیا کہ روح القدس آدم سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں منتقل ہوا ہے، پھر علی رضی اللہ عنہ میں سے یہ روح نکل کر حاکم بأمر اللہ میں حلول کر گئی۔

حاکم بأمر اللہ کا مشہور ترین مبلغ محمد بن اسماعیل درزی تھا، جسے انوشتگین بھی کہا جاتا ہے، دوسرا مبلغ حمزہ بن علی بن احمد زوزنی تھا۔ یہ شخص زوزن سے تعلق رکھنے والا ایک فارسی ہے، قاہرہ اس لیے آیا کہ حاکم کی الوہیت کی دعوت کو عام کرے۔ سلطنت ممالکی کو جب ختم کر دیا گیا تو شام میں ”دروز“ کے نام سے ایک فرقہ پیدا ہوا، یہ فرقہ آخر تک ممالیک کے عقیدہ پر کاربند رہا۔

بظاہر قرامطہ ابتداء میں ممالیک کے حلیف تھے، ممالیک کے زعیم حسن بن بہرام کی موت تک قرامطہ نے اتحاد سے ہاتھ نہیں کھینچا۔ حسن بن احمد قرمطی کی طرف معزالدین اللہ نے جو خط بھیجا اس میں اس بات کا اقرار کیا گیا۔۔۔۔ تاہم کچھ ہی عرصہ بعد دونوں فرقوں میں باہمی چپقلش اور اختلاف ظاہر ہونے لگا، یہ ایک فطری امر تھا، کیونکہ دو انسان خواہ کسی بھی نظریئے کے قائل ہوں، ان میں اختلاف پیدا ہونا فطری بات ہے۔

ممالیک کی یہ سرکش جماعت مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھاتی رہی، یہاں تک کہ ۵۶۸ھ میں صلاح الدین نے ان کا خاتمہ کیا۔ اور مسلمانوں کو ان کے شر سے نجات دی۔

کیا یہ اتفاق ہے؟

کیا یہ محض اتفاق ہے کہ بویہی، قرامطہ اور ممالیک سب کی اصل فارسی ہے؟!

کیا ان کے عقائد ایک جیسے ہونا اور بعینہ مزدک وزردشت کے عقیدے جیسا ہونا بھی محض اتفاق ہے؟

ان فرقوں کا ایک دوسرے سے قریب قریب کے زمانوں میں ظاہر ہونا بھی اتفاق ہے؟ قرامطہ ۲۲۸ھ، ممالیک ۲۹۶ھ اور بویہی ۳۳۴ھ میں منظر عام پر آئے۔

کیا ان فرقوں کا عالم اسلام کو تقسیم کر کے حکومت میں آنا بھی محض اتفاق ہے؟ بویہی عراق میں، قرامطہ جزیرہ نما عرب میں اور ممالیک مصر وشام اور شمالی افریقہ پر قابض تھے۔

کیا ان سب کا شیعیت کو مرجع ماننا بھی محض اتفاق ہے؟!

کیا ان کا مسلمانوں کو اپنا برادشمن قرار دینا اور ہر اسلام ومسلمان دشمن کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھانا بھی محض اتفاق ہے؟!

☆☆☆☆

آٹھویں بحث:

نئے سرے سے آمد

ممالیک ، بویہی اور قرامطہ نے بنی عباس کی حکومت کے ناک میں دم کئے رکھا، اسلامی ممالک کو آپس میں تقسیم کیا، جہاں ان کے قدم پڑے وہاں کفر اور زندیقیت کو عام کیا۔ظلم وستم سے جب لوگوں کے دل حلق تک آگئے تو صلاح الدین ایوبی کا ظہور ہوا، شام و مصر کو صلاح الدین نے مجوسیت سے پاک کیا اور سنتِ نبوی ﷺ کا اعادہ کیا۔

مسلمانوں کا خیال تھا، صلاح الدین کے بعد (۵۶۸ھ) باطنی دوبارہ منظر عام پر نہیں آسکتے۔لیکن انہوں نے دوبارہ اپنی خفیہ سرگرمیاں شروع کیں اور خفیہ طور پر نئے سرے سے صف بندی میں مشغول ہوگئے۔اس وقت جب اسلامی سپاہ عثمانیوں کے عہد میں یورپ کے دروازے کھٹکھٹا رہی تھی، باطنی فرقہ سابقہ عقائد کے ساتھ منظر عام پر آنے کی تیاری میں مشغول تھا۔۔۔صرف نام کی تبدیلی کے ساتھ۔

صفوی، بہائی، قادیانی، دروز نصیری، اسماعیلی حشاشین۔

[ایک بار پھر سے] باطنی لوٹ کر آئے تا کہ اپنا معہود کردار ادا کریں۔۔۔یہ لوٹے تا کہ مسلمانوں کے خلاف اللہ کے دشمنوں کا ساتھ دیں۔انہوں نے برطانیہ، پرتگال، فرانس اور روس کے ساتھ تعاون کیا۔یہ لوٹے تا کہ دوبارہ عالم اسلام کے ٹکڑے کر سکیں۔

پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ:

"آپ نے تاریخ ایران کے ذکر میں دروز، نصیری، بہائی اور اسماعیلی فرقوں کو کیوں شامل کیا؟"

جواب: جی ہاں! دروز اور نصیری ایران میں نہیں ہیں، لیکن صفوی اور بہائی ایران میں موجود ہیں تاہم دروز اور نصیری فرقے کے بانی فارسی مجوس ہی ہیں۔

محمد بن نصیر مجوسی فارسی بنی نمیر کا موالی تھا۔حمزہ بن علی زوزنی بھی فارسی مجوسی ایران کے شہر زوزن سے تعلق رکھتا تھا۔ہمارے پیش نظر وہ عقائد ہیں جو دروز، نصیری اور مجوس میں مشترک ہیں اور بعض عقائد مزدکی ہیں۔اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اس کتاب میں جہاں سیاسیات پر بحث ہوگی وہاں ہم بتائیں گے کہ ہر چڑھتے دن کے ساتھ ایران اور نصیریوں میں تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جارہے ہیں۔

ان دونوں وجوہ سے اس باب میں ہم نے دروز اور نصیریوں کا ذکر کیا۔

یہ انتہائی مختصر تذکرہ تھا ان؛ہم باطنی تحریکات کا جو اصلاً شیعیت سے تعلق رکھتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

نویں بحث:

صفوی

اسلامی فتوحات کے بعد کے فارسی بادشاہوں کی نسل میں سے ایک صفوی ہیں۔

۱۵۰۱ء میں اسماعیل صفوی نے آزربائیجان میں صفوی حکومت قائم کی، تبریز کو دارالحکومت بنا کر اس نے شیروان، عراق اور فارس میں اپنا اثر ورسوخ بڑھایا۔

اسماعیل صفوی نے اعلان کیا کہ وہ ساتویں امام ❶ کی نسل سے ہیں۔ شیعیت کو سرکاری مذہب کا درجہ دیا، مقبوضہ علاقوں میں اکثریت کے حامل اہل سنت نے جنگ کا اعلان کیا، صرف تبریز میں اہل سنت ۶۵ فیصد کی تعداد میں تھے۔

شاہ عباس صفوی (۱۵۸۸_۱۶۲۹) کے دور میں فارسی صفوی حکومت طاقت کے عروج کمال تک پہنچی۔ انگریزوں سے ساز باز کی، ایران میں ان کے اڈے قائم کیے۔ شاہ عباس کا سب سے بڑا مشیر سرانتونی اور سررابرٹ چیرلی تھے۔ ❷

نمساے عثمانیہ سلطنت کی جنگ اور انگریزوں سے مدد حاصل کر کے شاہ عباس نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف فتوحات حاصل کیں۔ نیز سلطنت عثمانیہ کے اندرونی خلفشار نے بھی اس موقع پر شاہ عباس کو بہت فائدہ پہنچایا۔

شاہ عباس اول کے خلاف اس کے ہم قوم کی گواہی سنیے:

"خطے میں پرتگالیوں کے ظہور کے ساتھ ایران نے انگلینڈ، فرانس اور ہالینڈ کے ساتھ تجارتی روابط بڑھائے۔ یہ روابط تمہید تھے ان سیاسی، مذہبی اور ثقافتی تعلقات کے جو ۱۵۸۷ھ میں شاہ عباس اول کے حکومت سنبھالنے پر پروان چڑھنے لگے۔ اس دور

❶ امامیہ جعفری کے نزدیك ساتواں امام موسیٰ کاظم ھے۔

❷ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، بروك لمان، ص: ۵۰۲

میں ملک میں بنیادی تبدیلیاں لائی گئیں، مغرب سے تعلقات بڑھنے لگے۔ شاہ عباس کی اس سیاسی پیش رفت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا محل عیسائی مشنریوں اور پوپ سے بھر گیا، تاجر، سیاست دان، صنعت کار، اور کرائے کے فوجی بھی دندنانے لگے۔ اسی دور میں مغربی باشندوں نے ایران میں چرچ بھی بنائے"۔ ❶

صفویوں نے حجاج کرام کو مکہ سے مشہد کی طرف رخ پھیرنے کا حکم دیا۔ شاہ عباس صفوی نے بذات خود اصفہان سے مشہد کو پیدل حج کیا، تاکہ علی رضا کے مزار کی تقدیس کو عوام کے دلوں میں بٹھادے؛ اور ان کے لیے ایک عملی نمونہ پیش کر سکے۔ اس وقت سے یہ شہر ایرانی شیعوں کا مقدس شہر قرار پایا۔

صفوی حکومت ۱۵۰۰ء سے لیکر ۱۷۲۲ء [دو سو بائیس سال] تک قائم رہی۔ جسے آخر کار عثمانیوں اور افغانوں نے مل کر ختم کر دیا۔

صفویوں کے بعد مسند حکومت پر افشاری متمکن ہوئے۔ ان میں سے ملک نادر شاہ نے خوب شہرت پائی۔ افشار کا دور ختم ہوا تو قاچاری خاندان نے حکومت کی۔

ان کی حکومت ۱۳۴۴ھ تک جاری رہی یہاں تک کہ حکومت پہلوی خاندان کو مل گئی۔

یہاں یہ قابل ذکر ہے کہ افشار اور قاچاری دونوں ہی شیعہ تھے۔

تب صفویوں نے شاہ عباس کی صورت میں فارسی باطنی حکومت قائم کی۔ ایران کے سنی مسلمانوں کو تہ تیغ کیا، دشمنان اسلام انگریزوں اور پرتگالیوں سے تعاون کیا۔ پہلی مرتبہ چرچ بنانے کی حوصلہ افزائی کی۔ عیسائی مشنریوں اور پوپ کو کھلی چھٹی دی کہ وہ مسلم علاقوں میں شرک والحاد پھیلائیں۔

شاہ عباس نے مشہد کی طرف حج کے ارادے سے پیدل چل کر حاکم بامر اللہ عبیدی اور ملک حاکم بویہی کی یاد ذہنوں میں تازہ کر دی، انہوں نے بھی مکہ کی طرف حج سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

❶ ایران فی العضارة، سلیم واکیم، ص: ۱۰۰

شاہ عباس کے دور میں صدر الدین شیرازی دین بہائی کے عقائد اور عقیدہ باب کا پرچار کرنے لگا۔ چنانچہ شاہ عباس کبیر کی دعوت وافکار پر منحرف عقیدے کو قبول کرنے کی خوب صلاحیت رکھتے تھے۔

آج کے شیعہ مؤرخ جب صفویوں کے بارے میں بات کرتے ہیں تو اس بات پر ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے کہ شاہ عباس کبیر نے مکہ سے مشہد کی طرف لوگوں کو پھیرنے کی کوشش نہیں کی، صرف اتنا کہتے ہیں: عثمانی سلطنت کے مظالم نے شاہ عباس کو مجبور کیا کہ وہ اس طرح کا اقدام کرے۔ مشہد میں علی رضا کے مزار پر حاضری، شاہ عباس کی عربوں سے محبت کی دلیل ہے۔

ان کے زعم کے مطابق یہ مسئلہ سیاسی تھا نہ کہ عقیدے سے متعلق۔ [1]

---

[1] دیکھیں: الشیعه فی التاریخ، مؤلف: محمد حسین زین، ص: ۲۵۲، دار الآثار، بیروت

دسویں بحث:

بہائی

اس فرقے کا مؤسس اثنا عشری شیعہ مرزا علی محمد شیرازی تھا، مختلف مذاہب سے مختلف باتوں کو جمع کر کے اس نے بہائی فرقے کی داغ بیل ڈالی۔

سبائی یہودیوں سے حلول کا عقیدہ لیا، زردشتیوں سے امام مستور سے متعلق باب کا عقیدہ لیا۔ زردشت کہتے تھے کہ امام مستور مزدا کی آمد کا دروازہ ہے۔ اس پر مرزا نے یہ اضافہ کیا کہ اللہ اس میں حلول کر گیا ہے۔ اب اللہ اس میں مخلوق کے سامنے ظاہر ہوگا۔ بہائی فرقے کی داغ بیل ڈالنے سے قبل مرزا علی اسماعیلی شیعہ تھا۔

۱۸۲۰ء میں اس نے اپنی دعوت کا آغاز کیا۔ فارس کے باشندے اس کی بات سننے لگے، جب مرزا کی دعوت شاہ کی راہ میں حائل ہونے لگی تو اس نے ۱۸۵۰ء میں مرزا کو پھانسی دے دی، تاہم مرزا کی موت کے بعد بھی یہ فتنہ پھیلتا رہا، کیونکہ اس کی پشت پر مرزا کا سب سے لائق شاگرد بہاء اللہ تھا۔ جس نے لوگوں کو تمام انسانوں کے مابین مطلق مساوات کی دعوت دی، کہا کہ کسی یہودی، نصرانی اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں۔ نہ مرد اور عورت میں فرق ہے، باجماعت نماز کو لغو قرار دیا، اسلامی حدود وقیود کی دھجیاں بکھیر دیں، آخر میں ہر حلال وحرام کو لغو قرار دیا۔

بہاء اللہ کے مریدوں نے اس کی مدح میں ہزاروں اشعار بنائے۔۔۔ بہاء اللہ نے بھی فارسی میں ''کتاب اقدس'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس بنیاد پر کہ یہ انجیل، تورات اور قرآن سے زیادہ مقدس ہے۔۔۔ بہاء اللہ کی ہلاکت کے بعد ۱۸۹۲ء میں مذہبی قیادت اس کے بیٹے عباس کے ہاتھ میں چلی گئی، اسے عبد البہاء یا ماعظیم ٹہنی کہا جاتا ہے۔

عالم اسلام کے بڑے حصے پر قابض انگریزوں نے بہائیوں کی ہر طرح مدد کی، انگریز

ان کی مدد کیوں نہ کرتے؟ انہوں نے جہاد کو باطل قرار دیا جس کا مطلب تھا استعمار کی مکمل غلامی۔

جس ملک میں بہائیت کی ابتداء اور نشو ونما ہوئی آج بھی اس میں یعنی ایران میں اس کی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔ نیز عرب ممالک، یورپ، امریکہ، ہندوستان اور مقبوضہ فلسطین میں بھی یہ فتنہ موجود ہے۔

بہاء اللہ فری میسری سے بہت متاثر ہوا، فری میسری کے بڑوں سے بہاء اللہ نے روابط استوار کیے، یہاں یہ قابل ذکر ہے تمام شیعہ فرقوں کی طرح بہائی بھی ''تقیہ'' کے قائل ہیں، یہ لوگ اپنے متبعین کے علاوہ کسی پر اپنا حقیقی مذہب عیاں نہیں کرتے۔

تمام مسلمان علماء کا ان کے کفر پر اور اسلام سے کوئی تعلق نہ ہونے پر مکمل اتفاق ہے۔

(بہائیوں پر تمام مواد ان مآخذ سے لیا گیا: المہدی والمہدویہ، احمد امین۔ المذاہب الاسلامیہ، محمد ابوزہرہ)

بہائیوں کے طرز پر ہندوستان میں ایک فرقہ پیدا ہوا جسے قادیانی کہا جاتا ہے، اس کا مؤسس غلام احمد ہے، اس فرقے کی نسبت ایک علاقے قادیان کی طرف ہے۔

غلام احمد کا دعویٰ تھا کہ وہ مہدی منتظر ہے، اس نے جہاد باطل ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ فرقہ ایسے وقت پر منظر عام پر آیا جب مسلمان قابض انگریزوں کے خلاف جنگ کے فیصلہ کن مرحلے میں تھے۔ قادیانیوں کی پشت پر بھی انگریز اسی طرح کارفرما تھے جیسے بہائیوں کی انہوں نے پرورش کی تھی۔ مقبوضہ فلسطین اور یورپ میں آج قادیانیوں کی سرگرمیاں عروج پر ہیں۔

گیارہویں بحث:

نصیری

بنی نمیر کے حلیف امامی شیعہ محمد بن نصیر کے متبعین کو نصیری کہا جاتا ہے۔ اسی نے امام غائب کی سوچ کو ایجاد کیا، تاہم میمون قداح یہودی فارسی اس سے قبل ''امام غائب کا دروازہ'' کی فکر پیش کر چکا تھا۔

نصیری تناسخ ارواح، قِدم عالم، جنت وجہنم اور مرنے کے بعد اٹھنے/حشر نشر کے انکار کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ علی رب اور محمد حجاب ہیں، مسلمان دروازہ ہیں اور شیطانوں کا شیطان...... اللہ کی ان پر لعنت ہو...... عمر بن خطاب ہے، ان کے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔

صلیبی جنگوں میں بیت المقدس کے سقوط اور بلاد شام پر عیسائیوں کے قبضے کا بڑا سبب یہی نصیری ہیں، اس سے قبل انہوں نے مسلمانوں کے خلاف تاتاریوں کا ہاتھ بھی مضبوط کیا تھا، بیسویں صدی کی ابتداء میں فرانس نے شام پر قبضے کے لیے انہی پر اعتماد کیا۔ فرانسیسی استعمار کے سائے تلے ان کی مملکت وجود میں آئی، استعمار نے انہیں ''رب'' کا تحفہ دیا، یہ فرانسیسی ساختہ خدا سلیمان مرشد تھا۔ [1]

آج یہ فرقہ بلاد شام کے اہم حصے سوریا/شام پر قابض ہے۔ اگر انہیں موقع ملے تو اسلام اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے سے نہیں چوکتے، ایران، اسرائیل اور امریکہ کے مکمل اتحادی ہیں، قدیم وجدید تمام علمائے کرام کا اس فرقے کے کفر پر اتفاق ہے۔

☆☆☆☆☆

[1] دیکھیں: لمنتقی من منہاج الاعتدال، مؤلف: امام ذھبی، تحقیق: محب الدین خطیب، ص: ۹۷.

بارہویں بحث:

دروز

زوزون کے رہنے والے حمزہ بن علی بن احمد زوزنی فارسی مجوسی نے اس فرقے کی بنیاد ڈالی، تناسخ اور حلول کا عقیدہ اختیار کیا، کہا کہ قدسی کی روح آدم سے علی بن ابی طالب میں منتقل ہوئی، پھر علی کی روح الحاکم بامرہ عبیدی میں حلول کرگئی۔

حمزہ کا مشہور ترین شاگرد محمد بن اسماعیل درزی تھا، جو انوشتگین کے نام سے بھی معروف تھا۔ یہ فرقہ انہی کی طرف سے اپنی نیت کرتا ہے۔

ان کے عقائد جیسے ہی منظر عام پر آئے تو حمزہ اور اس کا شاگرد محمد درزی مصر سے فرار ہو گئے۔۔۔۔ الحاکم بامرہ عبیدی کوشش کے باوجود ان دونوں سے مسلمانوں کی نفرت کم نہ کرسکا۔ مصر سے فرار ہو کر یہ دونوں شام گئے اور وہاں اپنا خفیہ الحادی مذہب پھیلانے لگے، وقت گزرنے کے ساتھ لبنان اور مقبوضہ فلسطین میں ان کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ اسرائیلی دفاعی افواج میں بھی ان کی بڑی تعداد ہے۔ لبنان اور شام کے کچھ حصے پر مشتمل یہ لوگ اپنی مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے صیہونی دشمن ان کی ہر طرح مدد کرتا ہے۔

اگر سوریا کو ہی دیکھیں تو شامی فوج میں شامل اس فرقے کے اکثر ارکان صیہونی دشمن کے لیے جاسوسی کی خدمات انجام دیتے ہیں، شامی انٹیلی جنس نے ان کے بہت سے نیٹ ورکس پکڑے، بالخصوص مقبوضہ فلسطین کے مضافاتی دیہات جو جولان میں واقع ہیں، ان کی سرگرمیوں کی آماج گاہ ہیں۔

۱۹۶۷ء کی جنگ میں مسلمانوں نے ان کے ہاتھوں جولان اور اردن میں بہت ذلت اٹھائی، اسرائیلی فوج میں شامل ان کے ارکان نے بوڑھوں پر بھی کوئی رحم نہیں کھایا بلکہ انہیں

بھی قتل کیا۔

۱۹۷۳ء کی جنگ میں مشرقی حصے کی فوج کے دلوں میں خوف اور بزدلی بٹھانے میں ان کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ میدان جنگ میں اس فرقے کے بہت سے لوگوں کا محاکمہ کیا گیا۔ دشمن صیہونی فوج سے رابطے کے جرم میں ان کے مشہور کرنل توفیق حلاوہ کو سنی فوجیوں نے موقع پر پھانسی دی، خائن نصیری حکومت کرنل کے خلاف ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی۔

مغربی اور صیہونی رپوٹوں سے پتا چلتا ہے کہ یہ لوگ جولان، حوران، شوف، جبل حوران اور تدمر، ایران و عراق کے درمیان پھیلے صحرا پر مشتمل ایک مملکت بنانے کے خواہاں ہیں۔ اس وجہ سے شامی دروز مقبوضہ فلسطین میں بسنے والے اپنے بھائیوں سے مستقل رابطے میں ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے ان رابطوں کا پردہ چاک کیا ہے۔

☆☆☆☆

چوتھی فصل

ایران...... پہلوی دورِ حکومت

ایران اور پہلویت

اٹھارہ سال کی عمر میں رضا خان ایران آیا۔ جسم اور روح کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے ایران میں چند سال ہوٹلوں میں کام کیا۔ ایک روز دوست نے نصیحت کی کہ فوج میں شامل ہو جاؤ۔

فوجی افسر کے سامنے جب رضا خان پیش ہوا تو اس نے فوراً اسے فوج میں رکھ لیا، کیونکہ اس کا دو میٹر قد فوج میں شمولیت کا ایک بڑا سبب تھا۔

ابتدا میں فوجی اصطبل اور اس کے جانوروں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی۔ چند ماہ بعد یہ ذمہ دار ترک کر کے رضا خان باقاعدہ فوج میں شامل ہو گیا، وہاں اس نے اپنی کارکردگی سے پہلے ”عریف“ [نائیک] کا مرتبہ حاصل کیا، بعد ازاں رئیس العرفاء [صوبیدار میجر] کے منصب پر فائز ہوا۔

اس طرح ترقی کرتے کرتے اور فوجی مناصب کی سیڑھیاں طے کرتے کرتے فوجی چھاؤنی کا کمانڈر بنا، پھر ہمدان کے فوجی اڈے کی نگرانی اسے سونپی گئی۔ [1]

اس زمانے میں برطانیہ کے ایران سے بہت سے مفاد وابستہ تھے۔ برطانیہ کو ایران کے پڑوسی ملک روس میں کمیونزم کی آمد سے خطرہ تھا۔ برطانیہ جانتا تھا احمد شاہ ایک کمزور حکمران ہے، تو وہ ایران کو خطروں سے نہیں نکال سکتا۔ اس لیے برطانیہ نے اپنا دستِ شفقت رضا خان پر رکھا اور اسے حکومت پر قبضے کی ترغیب دی۔ یہ قبضہ مرحلہ وار ہوا، آخر کار ۱۹۲۱ء میں احمد شاہ کو حکومت سے مکمل طور پر بے دخل کر دیا گیا۔

---

[1] ایران فی ربع قرن، تالیف: دکتور موسیٰ موسوی، ص: ۱۷۲.

۱۹۲۵ء میں رضا خان بادشاہ بن بیٹھا اور اپنے لیے ”پہلوی“ لقب اختیار کیا۔

۱۹۲۶ء میں رضا خان نے شرعی حجاب پر پابندی عائد کر دی، ایک سرکاری تقریب میں اس کی بیوی نے حجاب اتار کر پہل کی، پولیس کو حکم دیا کہ ہر اس عورت کو تنگ کرے جو اپنی ملکہ کی اتباع نہ کرے اور پردہ میں گھر سے نکلے۔ چنانچہ جو عورت گھر سے پردے میں نکلتی وہ بے پردہ ہو کر لوٹتی، پولیس اس کا پردہ نوچ لیتی اور ہر طرح اسے ذلیل و رسوا کیا جاتا۔ جب بادشاہ سے پوچھا گیا کہ انہیں عورتوں پر سختی میں جلد بازی کے مظاہرے کی کیا ضرورت ہے، جب کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مقاصد پورے ہو سکتے ہیں، تو اس نے جواب دیا:

”میرا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے، میں کب اپنے ملک کو کالے مغربی باشندوں سے بھرا ہوا دیکھوں گا۔“

۱۹۲۷ء میں رضا خان نے اسلامی احکام معطل کر کے فرانسیسی قوانین کی بنیاد پر شہری اور فوجداری دستور وضع کیا۔

۱۹۳۰ء میں پہلے سرکاری اسکولوں میں دینی تعلیم کے نصاب میں قطع و برید کی۔ بعد میں ابتدائی اور ثانوی اسکولوں میں اسے اختیاری مضمون کی حیثیت دی، عربی زبان کے بجائے فارسی زبان کو لازمی اور رائج کیا۔

رضا خان کمال اتاترک کا گہرا دوست تھا۔ ہمیشہ اس کی نقل اور اقتداء کرتا تھا۔ ۱۹۳۴ء میں پہلی مرتبہ رضا خان نے کمال اتاترک سے ملاقات کر کے دوستی کے رشتے کو مضبوط کیا۔ یوں دونوں افراد اسلام دشمنی میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے لگے۔

۱۹۳۵ء اس نے اپنے ملک کا نام فارس سے تبدیل کر کے ایران رکھا۔

الحاد اور اسلام دشمنی پر مبنی سیاست کو رضا خان آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۱ء میں اس کے آقاؤوں نے اسے حکومت سے علیحدہ کر کے اس کے بیٹے محمد رضا سے ساز باز کر کے اسے ایران کا بادشاہ بنا دیا۔

ایران کا نیا بادشاہ محمد رضا جنیوا کے قریب روضہ نامی اسکول میں طالب علم تھا۔

برطانوی خفیہ ایجنسی کے ایجنٹ میسو براؤن سے اس کے دیرینہ تعلقات تھے۔انگریز مستقبل کے حکمرانوں کی تیاری میں یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم کے بعد شاہ اپنے دوست براؤن کو لیکر وطن واپس لوٹا۔شاہ کی بیوی ثریا اپنی یادداشتوں میں شاہ اور میسو براؤن کے تعلقات؛ بالخصوص شاہ بننے کے بعد؛ روشنی ڈالتے ہوئے کہتی ہے:

''شاہ کے ساتھ میں نے جو وقت گزارا اس میں میرے لیے حیرت انگیز اور قابل تعجب بات شاہ اور میسو براؤن کے درمیان مضبوط تعلقات تھے۔میں شاہ سے ہر طرح کا سوال پوچھ سکتی تھی سوائے میسو براؤن کی شخصیت اور ان دونوں کے مابین تعلقات کی نوعیت کے''۔

۱۹۴۸ء میں شاہ ایران محمد رضا پہلوی نے سرکاری طور پر اسرائیل کا اعتراف کیا۔اور اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کئے۔یہ تعلقات مصدق کے دور میں ٹوٹے۔مصدق کے بعد یہ تعلقات پہلے کی طرح استوار ہوگئے۔بلکہ پہلے سے مضبوط تعلقات قائم کیے گئے۔شاہ نے اپنے محل میں اسرائیلی سفیر کا استقبال کیا۔اور اسے ہر طرح کی آزادی دی۔فوج، ایجنسیوں اور شاہ کے محل میں یہودی ایجنٹوں کی بھر مار ہوگئی۔یہودیوں کی تعداد بتانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ صرف وزارت زراعت میں دو سو سے زائد یہودی انجینئر کام کر رہے تھے۔اس کے علاوہ یہودیوں نے سینکڑوں ادارے قائم کرکے ایرانی اقتصاد میں اہم مقام حاصل کرلیا۔

بہائیوں کا بھی ایران میں بہت زیادہ اثر ورسوخ ہے۔بہائیوں کی اہم ترین شخصیات میں سے ایک بادشاہ کا خصوصی معالج ''ایادی'' نامی شخص تھا۔فلسطین کا پیدائشی سابقہ وزیر اعظم عباس ہویدا بھی بہائی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔اور سابقہ وزیر خارجہ عباس آرام بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔میڈیا میں بھی ان لوگوں کا اثر ورسوخ ناقابل تردید حقیقت ہے۔

بہائیوں کے موسم حج میں ان کے مقدس شہر عکا سے ایران اور ایران سے

عکا[اسرائیل کا ایک شہر] تک خصوصی پروازیں چلتی ہیں۔ایرانی حکومت انہیں ہر طرح کی آسانیاں فراہم کرتی ہے'اور انہیں کرنسی کی نقل وحمل کی پوری اجازت ہے۔[ایران فی ربع قرن ص۹۹]۔

چالیس کی دہائی میں انگریز شاہ محمد رضا کو لیکر آئے۔پچاس کی دہائی میں امریکہ نے اسے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔اسلحہ ماہرین اور افواج کے ذریعہ سے اس کی امداد کی۔مصدق کے دور میں جلاوطنی کے بعد اسے دوبارہ لاکر مسند اقتدار پر بٹھایا۔۔۔۔۔۔اس دفعہ محمد رضا امریکیوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا۔جزیرہ عرب میں امریکہ نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے ہر طرح سے ایران کی مدد کی۔

ایران میں جب شاہ کے پاؤں مضبوط ہوئے تو وہ خلیجی ریاستوں کو حریصانہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۱۹۶۱ء خلیج سے انگریزوں کے انخلاء کے بعد شاہ نے مندرجہ ذیل جزیروں پر قبضہ کرلیا:

جزیرہ ابوموسی؛ شارجہ کے قریب۔

طنب الکبری؛ راس الخیمہ کے قریب۔

طنب الصغری؛طنب الکبری سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔

شاہ نے اپنے مستقبل کے عزائم کے بارے میں کھل کر بتاتے ہوئے کہا:

''ایران پر لازم ہے کہ وہ خلیج کے خلاف فوجی منصوبوں کو پروان چڑھائے''۔

اس نے مزید کہا کہ:

''ہم نہیں چاہتے کہ خلیج فارس سے فوجی انخلاء ہوتا کہ اس کی جگہ کوئی دوسری فوج لے؛ بلاشبہ ایسی کوئی بات ظہور پذیر نہیں ہوسکتی۔اس خطے میں بحری آمد ورفت کی ضمانت ہم ہی دے سکتے ہیں'اور ہم اپنی ذمہ داری نبھانے پر قادر ہیں''۔ [1]

دینی اور قومی سطح پر شاہ نے فارسی تہذیب کو دوبارہ زندہ کیا۔ہر موقع پر شاہ کی زبان پر یہ کلمات ہوتے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری عوام سب سے پہلے ایرانی ہو۔

---

[1] الأهمية الاستراتيجية للخليج العربي؛ د/فيل ٤٦-١٠٢۔

شاہ کے خیال میں دین مجوس کے قواعد ومبادی انسانیت کی فلاح کے لیے کافی ہیں؛ اور وہ اسلامی مبادی سے کسی طرح بھی کم نہیں"۔

ڈاکٹر موسی الموسوی لکھتے ہیں:

"شاہ کے کمرے میں جانے والے ہر شخص کی نظر سونے کی تختی پر ضرور پڑتی ہے، جس پر تین جملے لکھے ہوئے ہیں [جو کہ زردشت کے مشہور اقوال ہیں]:

"اچھی سوچ؛ اچھا عمل؛ اچھی بات"

اس تختی کو شاہ نے اپنے سرہانے آویزاں کر رکھا ہے' تاکہ وہ ہر صبح اسے پڑھ کر برکت حاصل کرے"۔ ❶

شاہ نے ساسانی رسوم ورواج کو بھی فروغ دینے کی کوشش کی۔ نیز غیر فارسی اقلیات مثلاً عرب' کرد؛ ترکمان اور بلوچوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیے۔

المختصر یہ کہ شاہی محل مختلف قسم کے شر وفساد اور اخلاقی گراوٹوں کی آماجگاہ بن گیا۔

شاہ کی بڑی بہن شمس پولس ثانی کے ہاتھوں ۱۹۵۵ء میں گمراہ ہو کر مرتد ہو گئی۔ [اور اس نے عیسائی دین اختیار کر لیا]۔ اس نے محل کے اندر چرچ تعمیر کروایا اور بڑھ چڑھ کر نصرانیت کی دعوت وتبلیغ میں حصہ لینے لگی۔

خیریہ نامی ایک شہزادی نے طہران کے ہوٹل میں ایک باجا بجانے والے میراثی سے شادی رچالی۔ شادی کے بعد میراثی نے باجا بجانا ترک کر دیا۔ اور بعد میں اس میراثی کو فنون لطیفہ کا وزیر بنا دیا گیا۔

شاہ کی ایک دوسری بڑی بہن "اشرف" ایک بہت بڑی مافیا کی سربراہ بن گئی۔ محل میں رات گئے تک جنسی پارٹیوں کا انعقاد کرنے لگی۔

شاہ کی سابقہ بیوی ان پارٹیوں کے بارے میں حالات بتاتے ہوئے کہتی ہے:

"صبح کے آغاز پر جب یہ پارٹیاں عروج پر پہنچتیں تو لائٹیں آف کر دی جاتیں۔ وقفے

❶ ایران فی ربع قرن ۲۰۴.

وقفے سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ انکشاف ہوا کہ یہ شاہ کی آواز ہے جو کہ کتے کے بھونکنے کی نقل کر رہا ہے"۔ ❶

یہ گراوٹ محل تک ہی محدود نہ رہی؛ بلکہ پورے ایران میں نشہ کا استعمال عام ہو گیا۔ بے حیائی اور جنسی بے راہ روی کے ایسے مظاہرے ہوئے کہ الامان والحفیظ۔

اس کتاب میں ایک اور موقع پر اس کی مزید تفصیل نذر قارئین کی جائے گی۔

پہلوی خاندان کے بارے میں تفاصیل ان کتابوں سے اخذ کی گئی ہیں: ❷

آخر میں:

گزشتہ صفحات میں ہم نے اختصار کے ساتھ ایران کی تاریخ اور بعثت نبوی کریم ﷺ کے بعد سے مجوسیوں کے اسلام کے بارے میں آج تک کے رویے کی وضاحت کی اور قطعی دلائل سے ہم نے ثابت کر دیا کہ فارسی مجوس ایک دن بھی اسلام کے خلاف سازشوں سے باز نہیں آئے۔

اس اختصار میں ہم نے تمام مجوسی باطنی تحریکوں کا ذکر نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کرنے کی کوشش کرتے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو جاتے۔ برسبیل مثال:

ہم نے نام نہاد تصوف کا شیعیت سے رشتہ نہیں بتایا۔ اور نہ ہی ملحد حلاج کی تاریخ پر نظر ڈالی ہے۔

ہم نے حشاشین اور ان کے قائد حسن بن صباح کا تذکرہ نہیں کیا۔

نہ ہی شام؛ ہندوستان؛ افریقہ؛ ایران اور یورپ میں ان کی ریشہ دوانیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اگر سب کا تذکرہ ضروری ہے تو بوہریوں کا عقیدہ بھی حشاشیوں سے مختلف نہیں۔

موحدین؛ اغالبہ؛ حمدانی؛ اور ادارسہ کی تاریخ بھی ہم نے بیان نہیں کی۔ اور نہ ہی دیگر باطنی تحریکوں کا ذکر کیا۔ اس لیے کہ ہمارا موضوع مفصل تاریخ بیان کرنا نہیں؛ بلکہ مختصر انداز

❶ [ایران فی ربع قرن ۱۹۲]۔

❷ الصراع بین الفکرة الاسلامیة والفکرة الغربیة؛ ندوی ص ۱۳۸۔ منقولہ از الشرق الاوسط فی القضایا العالمیة ـ تاریخ الشعوب الاسلامیة۔

میں تاریخ کے مراحل کا ذکر کرنا ہے۔ جن فرقوں کا ہم نے ذکر نہیں کیا؛ ان کے عقائد
میں اور ذکر کردہ فرقوں کے عقائد میں چنداں فرق نہیں۔

اس تاریخی تحقیق کے نتیجہ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں باطنی
مجوسی تحریکات کا اصل اور جوہر ایک ہی رہا ہے۔

چنانچہ مزدا؛ زردشت؛ مانوی؛ اور مزدکیت کی تحریکات بھی کسی بھی طرح اپنے عمومی
مزاج میں کیسانی؛ راوندی؛ برمکی اور زنادقہ سے مختلف نہیں۔ اور یہ بویہی؛ عبیدی اور قرامطہ
سے مختلف نہیں۔ اور یہ سب تحریکیں صفویوں؛ دروز؛ نصیریوں؛ حشاشیوں اور بہائیوں سے
ذرا بھی مختلف نہیں۔

یہ تحریکیں اور فرقے یہود ونصاری اور بوڈیسٹ مذہب سے متاثر ہوئے تھے۔ یہیں
سے ہم ان سازشوں کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں جن کے تانے بانے مغربی صلیبی ممالک؛ یہود
کیمونسٹ اور تمام باطنی فرقے بنتے ہیں۔

اس تاریخی تذکرے سے ہم یہ بھی جان گئے ہیں کہ شیعوں کا آل بیت کی محبت اور
عصمت کا دعوی کرنا فی الحقیقت مجوسی عقیدہ کا پرتو ہے۔ تمام باطنی تحریکات ایک مقدس
خاندان کا نام ضرور لیتی ہیں۔ [جیسا کہ شیعہ اور روافض اہل بیت نبوت کا نام استعمال
کررہے ہیں]

اس تاریخی تذکرے کے بعد ہمیں تعجب نہیں رہا کہ آج کے باطنی اپنے دشمنوں کو جبر؛
تشدد اور ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ کیوں بناتے ہیں؟۔ اور اپنی رعایا کے حقوق غصب کیوں کرتے
ہیں؟۔

اور اب اس بات پر بھی تعجب نہیں رہا کہ باطنی فرقہ کے لوگ بے حیائی کس طرح
پھیلاتے ہیں۔ قاتلوں؛ [ظالموں؛ احمقوں اور بیوقوفوں کو لوگوں کا حکمران کس طرح
بناتے ہیں۔ اور ملکوں کے ملک کس طرح سے بے حیائی کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔

اس تاریخی تذکرہ کے بعد ہم جان گئے ہیں کہ دور جدید کے باطنی کس طرح سے اپنے

آپ کو ہر رنگ میں ڈھال لیتے ہیں۔

اشتراکی ملک میں اشتراکیت؛ کیمونسٹ ملک میں کیمونزم؛ اور اسلامی ممالک میں
اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں [تا کہ وہ عوامی حمایت حاصل کر کے اپنے مقاصد کو پایہ تکمیل تک
پہنچا سکیں]۔

تقیہ کے بارے میں ان کا منہج ان باہم متضاد رویوں کا سبب ہے۔

کل کے باطنیوں کا بھی یہی طریقہ تھا؛ اور آج کے باطنی بھی اسی روش پر کاربند ہیں۔
اور مستقبل میں بھی یہی اسلوب اختیار کریں گے۔ جب تک کہ یہ لوگ اپنے عقائد سے
تائب نہ ہو جائیں [اس طریقہ کا ترک کیا جانا محال ہے]۔

مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ان سازشوں کا پردہ چاک کریں؛ اور آپس کے سطحی
اختلافات کو بڑھاوا نہ دیں۔ بلکہ داخلی اختلافات کو بھلا کر خارجی دشمنوں سے مقابلہ کرنے
کی کوششیں اور تیاریاں کریں۔

باب دوم:

شیعہ کے عقائد کا مطالعہ

پہلی فصل: شیعہ کے عقائد آج اور کل

یہ فصل ان مباحث پر مشتمل ہے:

مبحث اول: ایرانی انقلاب کی جھلکیاں اور مسلمانوں کا موقف

مبحث دوم: اصول وفروع میں روافض سے ہمارا اختلاف۔

مبحث سوم: رافضہ کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کے اقوال۔

مبحث چہارم: اسلام کے لیے آج کے شیعہ کل کے شیعہ سے زیادہ خطرناک ہیں۔

مبحث پنجم: خمینی ایک متعصب شیعہ رہنما۔

مبحث ششم: شیعہ کے بارے میں علماء ومحدثین کے اقوال۔

مبحث ہفتم: کیا اس کے بعد بھی ملاپ ممکن ہے؟۔

مبحث اول:

ایرانی انقلاب کی جھلکیاں اور مسلمانوں کا موقف

اللہ تعالیٰ تو پاک ہے، تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ بندوں کی پیشانیاں تیرے قبضہ میں ہیں۔ کوئی چیز تجھ سے بچ نہیں سکتی۔ تیرا امر'' کاف اور نون [کن]'' کے مابین ہے۔ تو جو کچھ چاہتا ہے صرف لفظ'' کن'' سے وہ امر ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔

کل شاہ ایران محمد رضا پہلوی غرور میں مست اکڑ کر چلتا تھا۔ داخلی اور خارجی دشمنوں کو حقیر سمجھتا تھا۔ چوٹی پر پہنچنے کے لیے وہ ہر طرح کی تیاری کر رہا تھا۔ پہلے خلیج اور پھر جزیرۃ العرب کو ہضم کرنے کے لیے سازشوں کے تانے بانے بنتا تھا۔

داخلی طور پر شاہ نے اپنی افواج کو جدید ترین اسلحہ سے مضبوط کیا۔ اور انٹیلی جنس ایجنسی ساناک کو جاسوسی کے جدید ترین آلات ریڈار اور کمپیوٹرز سے لیس کیا۔ انہیں ہر شہر و گاؤں اور ہر محکمے میں گھسا دیا۔

خارجی طور پر اپنے دوست امریکہ سے پینگیں بڑھائیں۔ جسے سازشیں بنانے اور دنیا میں انقلاب لانے کا ملکہ حاصل ہے۔

پڑوسی ممالک سے ایران کے تعلقات بہتر کر دیے تاکہ ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہیں۔ تب شاہ کا گمان ہوا کہ کسریٰ انوشروان کی عظمت بحال کرنے کے لیے تمام امور مہیا ہیں۔

مگر اسے خطرات نے ایسی جگہ سے آگھیرا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ چھ ماہ قبل اصفہان اور تبریز میں ہونے والے واقعات نے ایرانی عوام کو بھڑکا دیا۔

[یہ فصل ۱۹۷۹ء میں اس وقت لکھی گئی ہے جب خمینی پیرس میں تھا اور شاہ ایران نے طہران نہیں چھوڑا تھا۔ ۱۹۷۸ء کے نصف میں تبریز کا حادثہ رونما ہوا۔ بعد ازاں اس فصل

میں میں نے معمولی قطع و برید بھی کی ہے۔]

ملک کے طول وعرض میں بھی مظاہرے شروع ہوئے۔فکر ونظر کے اختلاف کے باوجود سب اس ایک بات پر متفق تھے کہ شہنشاہی نظام ختم کر کے ایران میں جمہوری نظام قائم کیا جائے۔

ملک فارس کے شہریوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔اور اب وہ عراق سے نکالے ہوئے اور پیرس میں مقیم جلاوطن رہنما خمینی کو اپنا قائد اعظم سمجھنے لگے۔اور اسی کی بات ماننے لگے۔

تہران کے طاغوت نے سمجھا کہ ان مظاہروں کو ختم کرنا آسان ہے۔چنانچہ کبھی ترغیب اور کبھی ترہیب سے کام لیا گیا۔بعض حکومتی ارکان کو رشوت اور چوری کے جرم میں عدالت میں پیش کیا گیا۔جمہوری نظام قائم کرنے اور انتخابات کرانے کے وعدے کیے گئے۔تاہم ان کاموں سے اسے کوئی بھی فائدہ نہ پہنچا۔

پھر فوجی حکومت قائم کر کے جبر و تشدد سے کام لیا گیا۔لیکن جبر و تشدد بڑھنے کے ساتھ مخالفین کے عناد میں بھی اضافہ ہوا۔یہاں تک کہ خطرے نے شاہی محل کو گھیر لیا۔شاہی ترجمان بادشاہ کے ہندوستان چلے جانے اور امور مملکت ایک کمیٹی کے حوالے کرنے کی باتیں کرنے لگے۔

دنیا کے تمام لوگ ایرانی انقلاب کے بانی خمینی کی باتیں سننے لگے جو کہ اسلامی جمہوریہ ایران؛ اس کی اقتصادی؛ سماجی؛ اور سیاسی بنیادوں کی باتیں کرتے۔ایران کے عالمی اور پڑوسی ممالک سے تعلقات کے بارے میں بات کرتے تھے۔

خمینی کے مشیروں نے سیمینار منعقد کیے۔نئی حکومت ایران کے منصوبے کی نقاب کشائی کی۔جس کی تفصیلات دو سو صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔

ایسا حادثہ عالمی ذرائع ابلاغ کی توجہ ضرور کھینچتا ہے۔۔۔اس لیے بھی کہ ایران تیل سپلائی کرنے والا ایک بڑا ملک ہے۔اہم محل وقوع کا مالک ہے۔یہ ملک ایک طرف سے عالمی سمندروں کے ذریعہ مشرق کو مغرب سے ملاتا ہے تو دوسری طرف بڑے بڑے ممالک

کا پڑوسی ہے۔مثلاً شمال میں سوویت یونین؛ مغرب میں خلیجی ممالک وغیرہ۔

انگریزوں اور اسرائیلیوں کے ایران میں اہم ترین مفادات ہیں۔ان مفادات نے ایران کو مختلف سیاسی، اقتصادی اور عسکری معاہدوں میں جکڑ رکھا ہے۔اسی لیے یہ ہنگامے انقلاب افغانستان، افریقی شورشوں؛ شمالی و جنوبی یمن میں معرکوں کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔

یہاں پر یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ مقبوضہ فلسطین پر قابض صیہونی دشمن سے شاہ ایران کے دیرینہ تعلقات تھے۔اس لیے ایرانی حادثات پر دنیا کے کان دھرنے پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔

چھ ماہ سے ایران کی خبریں عالمی اخبارات کی شہ سرخیاں بن رہی تھیں۔تاہم اخبارات میں جو کچھ چھپ رہا ہے وہ ان نقاط سے متجاوز نہیں:

ا۔امام روح اللہ خمینی اسلامی انقلاب کا بانی ہے۔چند عالمی اخبارات نے خمینی کا انٹرویو لیا۔خاص کر اس کے زہد و اخلاص اور تقوی پر روشنی ڈالی۔اور یہ بتایا کہ خمینی اسلام نافذ کرنا چاہتا ہے۔انقلاب کی صورت میں خود حکومت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

شیعوں نے خمینی پر تقدیس اور تعظیم کی مزید چادریں چڑھائیں۔کرامات منسوب کی گئیں۔ان میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ خمینی نے اپنی صورت چاند میں دیکھی ہے۔

۲۔ایران میں اسلامی انقلاب حقیقت میں عالم عرب میں اخوان المسلمون، پاک و ہند میں جماعت اسلامی اور انڈونیشیا میں اسلامی جماعت جیسی تحریکوں کا ہی پرتو ہے۔

۳۔اسلامی تحریکوں نے تشدد کو وسیلہ بنایا۔عالمی ذرائع ابلاغ نے اس مسئلہ کو خوب اچھالا۔حقیقت میں یہ ذرائع ابلاغ اسلامی ممالک میں اسلامی تحریکوں کے اثر و رسوخ اور روز افزوں اضافے سے ڈرنے لگے تھے۔

۴۔بعض اخبارات نے یہ مؤقف بھی اختیار کیا کہ اسلامی تحریکیں نظامِ حکومت چلانے کی اہل نہیں ہیں۔اور نہ ہی موجودہ دور کے مسائل کا ان کے پاس کوئی حل ہے۔

جلال کشک کے بقول نئی اسلامی جماعتیں جیسے شکری مصطفیٰ کی جماعت؛ جماعت جہاد؛ اور صالح کی خفیہ جماعت ۔۔۔ بائیں بازو کی تحریکیں ہیں جو اسلام کو اپنی سوچ کا منبع قرار دیتی ہیں۔

❀❀❀❀❀

عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنے میں ذرائع ابلاغ کے کردار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جھوٹ اور سچ کی آمیزش سے مسلمانوں کے ذہنوں کو متاثر کیا گیا اور وہ خمینی کے بارے میں پھیلائی گئی جھوٹی باتوں سے متاثر ہو گئے۔ حتیٰ کہ خمینی ان کے نزدیک عصر حاضر کی مشہور سنی شخصیات محمد بن عبدالوہاب' حسن بنا؛ مودودی اور سید قطب کی طرح ہو گیا۔

خمینی اور اس کی تحریک کے بارے میں مسلمانوں کے نظریات سے ہمیں سخت تکلیف ہوئی۔ ہم منتظر رہے کہ اسلامی اخبارات میں کوئی آگے بڑھ کر عالمی ذرائع ابلاغ کے جھوٹ کا پول کھول دے۔

ہماری امیدیں اس وقت دم توڑ گئیں جب ۱۳۹۸ھ میں قاہرہ سے چھپنے والے اخبار" الدعوۃ" عدد ۳۰ میں خمینی اور اس کی تحریک کے بارے میں بڑی بڑی باتیں کی گئیں۔

۱۹۵۴ سے الدعوۃ اخبار خمینی کے بارے میں اسی جوش سے بولتا ہے جیسے اخوان المسلمون کے بارے میں۔ جب خمینی کا ذکر آتا ہے تو اسے ''امام'' اور ''روح اللہ'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بارے میں قابل اعتبار اور ثقہ جیسے اوصاف کا استعمال کیا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ کے منظور نظر اخبارات میں خمینی کی تنقیص کے پیچھے یہودی لابی اور بہائی سرگرم تھے جنہیں شاہ نے ملک میں کھل کھیلنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

شاہ کی طرف سے مظاہرہ کرنے والوں کو مارکسی کا لقب دینے پر اخبار لکھتا ہے:

''حالات وواقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ تحریکوں کی روح رواں مسلم عوام ہے جو کہ

اپنے تشخص کی حفاظت کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ اور اپنے اصل کی طرف لوٹنے کی خواہاں ہے''۔

اخبار نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ:

''کیا مارکس ازم کے ساتھ خمینی کے اسلامی نعروں؛ غیر ملکیوں کی بیدخلی؛ علماء کرام کو اسلام کے دفاع کی دعوت؛ اور جبر و سرکشی کی بنیادوں پر حملے کی اپیل میں کوئی ملاپ ہو سکتا ہے؟''۔

نیز الدعوۃ اخبار روافض کے انقلاب کو اسلامی تحریکوں سے جوڑتے ہوئے لکھتا ہے:

''کہا جاتا ہے کہ: یہ مارکس ازم کے سیاہ عناصر ہیں یا مارکسی مسلمان۔ یہ الزامات باعثِ تعجب نہیں۔ کیونکہ اسلام انڈونیشیا کے سوہارتو کی نظر میں ایک پر تشدد سوچ کا نام ہے۔ جسے قانون کی گرفت میں رکھنا ضروری ہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۵ء تک مصر میں اخوان المسلمین پر انگریزوں سے رابطے اور کمیونسٹوں سے معاہدے کا الزام لگایا جاتا رہا''۔

[الدعوۃ ۳۰: ۱۳۰۱]۔

اللہ جل شانہ الدعوۃ کے نگران کی اصلاح فرمائے۔ کہ یہودی اور بہائی ایک ایرانی سرکاری میگزین کے ذریعہ خمینی پر الزامات کی بوچھاڑ کس طرح کر سکتے ہیں۔ ہر صاحب عقل کو معلوم ہے کہ یہودیوں نے عبداللہ بن سباء کی رافضی تحریک کی بنیاد رکھنے میں دل کھول کر مدد فراہم کی ہے۔ اور ہمیشہ سے باطنی تحریکوں کے حلیف اور شریک رہے ہیں۔ اور بہائیت اصل میں کیا ہے؟ بس رافضیت میں غلو کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔

مجلّہ الدعوۃ کے مدیران کیسے روافض کو اہل سنت والجماعت کی تحریکوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ جب کہ عالم اسلام میں جو بھی کافر فرقہ ابھرا اس نے شیعیت کو اپنے لیے سیڑھی بنایا۔

الدعوۃ والوں کے پاس اپنے اس دعوے پر کہ: خمینی کی تحریک مسلم عوام چلا رہی ہے؛ تاکہ اپنے تشخص کی حفاظت کر سکے اور اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے؛ کون سے دلائل و براہین ہیں؟۔

الدعوۃ کی طرح جرمنی سے شائع ہونے والا میگزین ''الرائد'' ہماری نظروں سے گزرا۔
ہم نے دیکھا کہ ایرانی وشیعی انقلاب کی خبریں بہت اہتمام کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔ اس
تائید اور اہتمام پر جب بعض قارئین نے احتجاج کیا تو میگزین والوں نے یہ جواب دیا:

یہاں ہم اسی بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ ایران میں شاہ کی حکومت اور امریکہ
اور مغرب کی غلامی کے خلاف مسلم مجاہدین کے ساتھ کھڑا ہونا لازمی ہے۔ ہم ہر مسلمان کو
دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس مؤقف کو اپنائے۔ الرائد کے صفحات پر ہم اس اسلامی ہراول
دستے پر سلام بھیجتے ہیں''۔ [الرائد ۳۴؛ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ]۔

اس مجلہ میں ایک مقالہ بعنوان ''اے شہنشاہ! کب تک'' (ص ۲۵-۲۹) شائع ہوا۔
اور صفحہ ۳۰ سے ۳۳ تک خمینی کا فرانسیسی خاتون ''مونڈ'' کو دیا گیا انٹرویو شائع ہوا۔

ایک اشاعت میں ایران کے بارے میں تین مضامین کھلی ہوئی دلیل ہے کہ الرائد
خمینی کی تحریک سے بہت ساری امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے۔

البتہ الرائد کا شاہ کی مذمت کرنا حقیقت پر مبنی ہے۔ بلکہ شاہ اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے
اس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ تاہم روافض کو مجاہدین اور اسلام کا ہراول دستہ کہنا محل نظر ہے۔

اس پر ہم اس کتاب کے ایک حصہ میں بحث کریں گے۔ اور بتائیں گے کہ شریعت کی
روشنی کے بغیر کوئی مؤقف اختیار کرنا اور عام مسلمانوں کو اس کی دعوت دینا کتنا خطرناک ہے۔

الدعوۃ اور الرائد کے قارئین نے ان آراء کو بخوشی قبول کیا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ
رائے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کا سیاسی مؤقف بن گئی۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے
شیعہ کے عقائد کا براہ راست مطالعہ کرنے؛ ان کی سازشوں کو پرکھنے اور عالم اسلام میں
شورشیں برپا کرنے پر غور کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ بلکہ الدعوۃ اور الرائد کی تائید اور ان
کے اسلام کا ہراول دستہ کہنے کو کافی جانا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک نوجوان واعظ خلیج کی ایک بڑی مسجد کے منبر پر چڑھا اور کہنے لگا:
''ہمارے شیعہ بھائیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ کیا معلوم خلافت اسلامیہ کا

احیاء ان ہی کے ہاتھوں ہو''۔ میں نہیں جانتا کہ لوگ کیوں ہمارے ان کے ساتھ اختلاف کو
بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ جب کہ ہمارا ان کے ساتھ اختلاف فروع میں ہے۔ ہمارا
ان سے اختلاف صرف مسح علی الخفین اور متعہ میں ہے۔ اس کے باوجود ہم حکمت اور وعظ و
نصیحت کے ساتھ ان کی غلطیاں بتانے سے دریغ نہیں کریں گے''۔

اس خطیب کی طرح - اللہ اسے ہدایت دے - ہمیں روزمرہ کی زندگی اور بھی مثالیں
ملی ہیں۔ اور جب بھی ہم نے بیان حق کی کوشش کی تو ہمیں یہ کہہ کر جھٹلایا گیا کہ:

''تم الرائد اور الدعوۃ کے مدیران سے زیادہ جانتے ہو''۔

اس وجہ سے ہم پر واجب ہے کہ یہ تحقیق قارئین کے سامنے پیش کریں۔ جو کہ درج
ذیل فصول پر مشتمل ہے:

۱۔ اصول اور فروع میں ہمارا اور روافض کا اختلاف۔
۲۔ رافضہ کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کے اقوال۔
۳۔ اسلام کے لیے آج کے شیعہ کل کے شیعہ سے زیادہ خطرناک ہیں۔
۴۔ روافض کے بارے میں عصر حاضر کے علماء کرام کے اقوال۔

ہماری کوشش ہوگی کہ یہ تحقیق دلائل کے ساتھ ہو۔ ممکن ہے کہ ہم سے کہا جائے کہ غالباً
آپ کی مراد شیعہ کے وہ فرقے ہیں جو تعصب میں معروف ہیں؛ جیسے اسماعیلی نصیری وغیرہ۔

جواب: ہم اس بحث میں صرف جعفری امامی شیعہ؛ جن کی طرف خمینی اور اس کے
مریدین اپنی نسبت کرتے ہیں؛ کے عقائد وافکار کو زیر بحث لائیں گے۔ دیگر شدت پسند
فرقوں کے بارے میں بحث ہم اپنی دوسری تحقیق میں کریں گے۔

اس میں اگر کوئی غلطی ہو تو وہ ہمارے اپنے نفسوں کی طرف سے ہے؛ اور نصیب یاوری
ہوئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة
إنك أنت الوهاب۔

بحث دوم:

دین کے اصول وفروع میں ہمارا اور روافض کا اختلاف

امت اسلامیہ کی وحدت اور اتحاد ہر مسلمان کا مقصد اصلی ہے۔فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱتَّقُونِ﴾

(المؤمنون ۵۲)

''یقیناً تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں ہی تم سب کا رب ہوں، پس تم مجھ سے ڈرتے رہو''۔

اس وحدت کے حصول کے لیے اہل سنت والجماعت نے ہر ممکن کوشش کی۔وہ حب اہل بیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یزید سے افضل سمجھتے ہیں۔اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔کسی کے لیے ان کی تنقیص کرنا یا ان کی افضلیت میں شک کرنا جائز نہیں۔

اگر شیعوں کے ساتھ اختلاف کی بنیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین چپقلش ہی ہوتی تو معاملہ بہت آسان تھا۔لیکن معاملہ اس سے زیادہ گہرائی کا حامل ہے۔وجوہ اختلاف کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔اسلام کے اصولوں میں سے پہلی اصل قرآن کریم ہے۔قرآن کے بارے میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے۔نجف کے ایک بڑے عالم حاجی مرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے ایک کتاب ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الأرباب'' کے نام سے لکھی ہے۔مختلف زمانوں کے شیعہ علماء ومجتہدین کی دسویں نصوص سے اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم میں کمی اور بیشی واقع ہوئی ہے۔یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں ایران

میں طبع ہوئی ہے۔

شیعہ کی کتاب ''الکافی'' [جو کہ اہل سنت والجماعت کے ہاں بخاری کے درجہ میں ہے] میں لکھا ہے کہ:

''ابو بصیر سے روایت ہے کہ: میں نے اپنے والد ابو عبداللہ (یعنی جعفر الصادق) کے پاس آیا؛ ہمارے پاس مصحف فاطمی تھا۔ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے کہا: مصحف فاطمی کون سا ہے؟ کہا: ایسا مصحف ہے، جس میں تمہارے اس قرآن سے تین گنا زیادہ آیتیں ہیں۔اللہ کی قسم! اس میں تمہارے اس قرآن کی ایک آیت بھی نہیں۔

[الکافی ۱/۲۳۹۔طہران؛ دار الکتب الاسلامیۃ۔ابو بصیر کی یہ روایت بہت طویل ہے۔اس میں ائمہ کے عالم الغیب ہونے کا دعوی بھی کیا گیا ہے]۔

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ:

یہ پرانے اقوال ہیں۔ہم نہیں سمجھتے کہ آج کے شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔بالخصوص اس تناظر میں کہ ان کی جدید تصانیف میں یہ تصریح موجود ہے کہ قرآن ہر طرح کی کمی بیشی سے مبرا ہے؟۔

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جواب دیتے ہیں کہ:

''عصر حاضر کے شیعہ کا عقیدہ انہی قدیم اقوال پر مبنی ہے۔۱۳۹۴ھ کویت کے ایک رافضی عالم نے کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے ''الدین بین السائل والمجیب''۔اس کتاب میں اس کے مؤلف مرزا حسین حائری سے یہ سوال پوچھا گیا:

معروف یہ ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر آیت آیت کی صورت میں نازل ہوا۔تو اسے سورتوں میں کیسے جمع کیا گیا؟۔سب سے پہلے قرآن کس نے جمع کیا؟

کیا یہ قرآن جسے ہم آج پڑھتے ہیں' ان تمام آیات پر مشتمل ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئیں؟۔یا اس میں کمی وبیشی واقع ہوئی ہے؟۔مصحف فاطمہ الزہراء کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟۔

مؤلف کتاب نے یہ جواب دیا:

''جی ہاں! قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ پر ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ یعنی بعثت کے اول دن سے لیکر وفات تک۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے جامع امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے یعنی ائمہ معصومین کے بعد دیگر اس کے وارث بنے۔ مہدی منتظر اپنے ظہور کے ساتھ اسے منظر عام پر لائیں گے۔

پھر عثمان نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کے سینوں سے یا ان کی لکھی ہوئی یادداشتوں سے قرآن جمع کیا۔ اور یہی قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے۔ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر آیات یاد کی تھیں۔ جب کہ مصحف فاطمہ اس قرآن سے تین گنا بڑا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حضور کو لکھوایا؛ اور ان کی طرف وحی کی گئی''۔ ❶

پانچ سال پہلے شائع ہونے والی اس کتاب کے متعلق ہم نے نہیں سنا کہ کسی شیعہ عالم نے تردید کی ہو؛ اور حائری کے جواب کو رافضی عقیدہ سے متصادم قرار دیا ہو۔ مذمت سے سکوت بلاشبہ اقرار کا قرینہ ہے۔

حائری نے یہ کتاب ایسے ملک میں شائع کی ہے جس کے باشندے اہل سنت والجماعت کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ! تفرقہ اور فرقہ واریت کو کون ہوا دے رہا ہے؟ بلکہ فتنہ کی آگ کو کون بھڑکا رہا ہے؟۔

بیشک ایسا کرنے والے حائری اور اس کی جماعت کے لوگ ہیں۔

آج کل کے بعض شیعہ علماء نے یہ کہا ہے کہ قرآن کریم کمی و بیشی سے مبراء ہے۔ یہ محض تقیہ پر مبنی بات ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ: صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف خیانت منسوب کرنے پر شیعہ امت کا اجماع ہے۔ خیانت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بات کرتے ہوئے شیعہ کی دو اقسام ہو جاتی ہیں:

❶ صحیفہ الأبرار ص ۲۷؛ عن بصائر الصفار.

پہلی قسم: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلم کھلا خائن، جھوٹا اور منافق کہتے ہیں۔

دوسری قسم: بظاہر اعتدال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لیکن اس سے انکار نہیں کرتے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا۔ اور اسی دھوکہ دہی کو یہ لوگ خیانت اور غلطی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

جب ہم جانتے ہیں کہ اس قرآن کے جمع کرنے والے سب خائنین ہیں تو ہم اس کے صحیح ہونے کا کیسے اقرار کر سکتے ہیں؟ جیسا کہ شیعہ لوگوں کا عقیدہ ہے [ایسا کہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار لعنت ہو]۔

دوسری طرف جو شیعہ حضرات قرآن کریم کو کمی و بیشی سے مبراء قرار دیتے ہیں وہ جب کلینی یا طبرسی کا تذکرہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں: طیب اللہ ثراہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو خوشبو سے بھر دے۔ [اگر وہ اپنے عقیدہ میں سچے ہیں تو] ایک کافر کے بارے میں کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو خوشبو سے بھر دے۔ اس لیے کہ علماء مسلمین کا اجماع ہے کہ جو شخص قرآن کریم میں کمی و بیشی کا اقرار کرے وہ کافر ہے۔

بالفرض اگر ہم تسلیم کرلیں کہ وہ قرآن کو صحیح سمجھتے ہیں' اور اس میں کمی و بیشی کا اقرار نہیں کرتے؛ اور قرآن کے اصلی حالت پر ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو ان کا یہ ایمان صورت کے اعتبار سے ہے۔ معنوی طور پر وہ اس کی ایسی تاویل کرتے ہیں جسے نہ ہی شریعت کی تائید حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ اس بات کی بعض مثالیں دیکھیں:

پہلی مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرۃ: ۳۷)

''(حضرت) آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ

نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا گیا جو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حاصل کیے۔ اور ان سے توبہ قبول ہوئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو محمد ﷺ علی؛ فاطمہ؛ حسن و حسین کا واسطہ دے کر کہا میری توبہ قبول کرو؛ تب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی"۔ ❶

دوسری مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح ۱۸)

"بلا شبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے"۔

اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ: "اگر کوئی یہ کہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بیعت رضوان میں شریک تھے جن سے راضی ہونے کی اس آیت میں تصریح اور نص قطعی موجود ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب آیت میں ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ کے الفاظ ہوتے۔ یا ﴿اَلَّذِيْنَ بَايَعُوْكَ﴾ کے الفاظ ہوتے۔ جب کہ آیت میں ﴿عن المؤمنين﴾ کی تصریح موجود ہے۔ تو رضائے الٰہی صرف انہی لوگوں کے لیے ثابت ہے جن کا ایمان خالص ہو۔ ❷

تیسری مثال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ

❶ دیکھیں: منہاج السنة از علامہ ابن تیمیة ۱/۱۵۴۔ منقول از منہاج الکرامة فی معرفة الإمامة.

❷ إحياء الشريعة في مذهب الشيعة ۱/۶۳-۶۶؛ مؤلف محمد خالصی۔ معاصر شیعہ قلمکار۔ منقول از حاشیہ منتقی از محب الدین خطیب]۔

فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدة ۶۷]

"اے رسول! پہنچا دیجیے جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ:

"تفسیر ثعلبی میں مذکور ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"میں جس کا مولی ہوں علی بھی اس کا مولی ہے"۔

اجتماعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام کے مولی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے مولی اور ان کے امام ہوئے۔ پھر ثعلبی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حارث بن نعمان فہری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر ولایت علی کے بارے میں دریافت کیا؛ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ اللہ تعالیٰ کا ہی معاملہ ہے"۔

اور جب حارث اس فرمان پر یقین نہ کرتے ہوئے لوٹا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے سر میں ایک پتھر لگا؛ جو کہ اس کے پچھلے حصہ سے نکل گیا"۔

[المنتقى من منهاج الاعتدال ص ۴۳۲]۔

اس آیت کی رافضی تفسیر میں کوئی علمی دلیل بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ روایات کو گڈمڈ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی سب سے قوی روایت وہ من گھڑت حکایت ہے جسے ابو نعیم نے حلیہ میں اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایمان کی نفی کرتے اور شرک کی دلدل میں جا پھنستے ہیں۔

خلاصہ کلام!

بعض لوگوں کا گمان ہے کہ وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن کے فہم اور تفسیر کا حق انہوں نے اپنے پاس رکھا ہے۔ اس طرح وہ اللہ اور اس کے رسول امین ﷺ پر جھوٹ بولتے ہیں' اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو کہ اسلام اور مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہیں۔

قرآن کے بارے میں شیعہ کا عقیدہ معتزلہ کے عقیدہ سے مختلف نہیں؛ جو کہتے ہیں کہ قرآن محدث [ایک نئی چیز] اور مخلوق ہے۔ پہلے نہیں تھا اب وجود میں آیا ہے۔

[جب کہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن قدیم اور اللہ تعالی کی صفت ہے' مخلوق نہیں۔ آغا دلدار]۔

۲۔ اسلام کی دوسری اصل حدیث/سنت میں بھی ہمارا روافض کے ساتھ اختلاف ہے۔ شیعہ بخاری و مسلم میں وارد احادیث کو بالکل نہیں مانتے۔ جب کہ امت مسلمہ نے نسل در نسل ان احادیث کو قبول کر کے معنوی طور پر متواتر کا درجہ دیا ہے۔

اسی طرح مسند احمد؛ موطا امام مالک؛ سنن الترمذی؛ ابو داؤد؛ نسائی؛ ابن ماجہ وغیرہ دیگر کتب احادیث میں وارد احادیث پر ایمان نہیں لاتے۔ شیعہ جب عام مسلمانوں سے ملتے ہیں تو سب سے پہلے صحیح بخاری میں اور پھر راویان احادیث میں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں۔

روافض علم حدیث سے ناواقف ہیں۔ ان کے مدارس میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے'' انتہائی معمولی نوعیت کا ہوتا ہے۔ کسی حدیث کے بارے میں ان سے پوچھیں تو کہیں گے: رواہ الحسین' رواہ محمد الباقر؛ یا موسی الکاظم؛ وغیرہ۔

اس رویے کے حق میں آپ ان سے کوئی دلیل نہیں مانگ سکتے۔ اس بارے میں'' اپنے ایک شاعر کا شعر پڑھتے ہیں کہ:

فشايع اناساً قولهم و حديثهم
روى جدنا عن جبريل عن الباري ❶

❶ الشيعة في عقائدهم و أحكامهم ص ٦۔ مؤلفه امير محمد كاظمي قزويني.

''لوگوں میں ان کے اقوال اور احادیث مشہور ہیں۔ جب کہ ہمارے دادا نے جبریل سے اور اس نے رب تعالی سے روایت کیا ہے''۔

شیعہ کے مقابلہ میں علمائے اہل سنت والجماعت نے احادیث کو چھانا؛ من گھڑت اور ضعیف احادیث کو ان کی اہمیت اور مقام سے قطع نظر کرتے ہوئے الگ کیا۔ علم جرح و تعدیل کی بنیاد ڈالی۔ علم اصول حدیث کے سامنے آج بھی دنیائے علم حیرت زدہ ہے۔

مسلمان کتنے بڑے نقصان کا شکار ہو جاتے اگر احادیث کے بارے میں شیعہ کی سازش کامیاب ہو جاتی۔

یہ احادیث مبارکہ ہی ہیں جن سے ہمیں قرآن کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ پھر ہمیں قرآن سے نماز و روزہ؛ حج اور زکوۃ وغیرہ کا علم حاصل ہوا۔ اگر احادیث ضائع ہو جاتیں تو پورا دین ضائع ہو جاتا۔

کوئی پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ:

'' روافض اپنی کتابوں میں بخاری و مسلم اور دیگر علماء کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ تو روافض کا احادیث کو تسلیم نہ کرنے کا آپ کا دعوی کہاں تک درست ہے؟''۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ: ان کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ'' میں تمہارے ہی منہ سے تمہاری مذمت کراؤں گا''۔ تو یہ احادیث ان کے گمان و خیال کے مطابق اہل سنت و الجماعت پر حجت قائم کرنے کے دلائل ہیں۔ یا صرف اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ان کے ائمہ سے بھی منقول ہوتی ہے۔ صرف ہماری احادیث کو لیکر اپنے عقائد و عبادات میں ان پر اعتماد کرنا.......... ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔

آخر میں:

جب قرآن وسنت میں ہمارا روافض کے ساتھ اختلاف ہے تو اجماع و قیاس میں یہ اختلاف بطریق اولی واقع ہے۔

۳۔ شیعہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد [یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی

اولاد] میں سے بارہ اماموں کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان ائمہ کو رسول اللہ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل گردانتے ہیں۔ اور یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ یہ ائمہ کبھی غلطی نہیں کرتے۔ علم الغیب جانتے ہیں اور اپنے اختیار سے موت کو گلے لگاتے ہیں۔

بارھویں امام یعنی مہدی منتظر کو زندہ سمجھتے ہیں۔ جب وہ اپنی نیند سے جاگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے آباء کے سامنے تمام مسلمان حکمرانوں کو حساب دینے کے لیے زندہ کریں گے۔ پھر وہ پانچ پانچ سو حکام کو ایک ساتھ قتل کرنے کا حکم دیں گے۔ حتی کہ تمام اسلامی تاریخ کے تین ہزار حکمرانوں کو قتل کیا جائے گا۔ یہ واقعہ قیامت سے پہلے اس دنیا میں ہوگا۔ روافض اس عقیدہ کو رجعت کا نام دیتے ہیں۔

۴۔ پانچ صحابہ کرام کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام کو روافض کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ پانچ صحابہ یہ ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ؛ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ؛ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ؛ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

روافض جب بھی طاغوت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو لیتے ہیں۔ [1]

بعض شیعہ مصنفین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تذکرے کرتے وقت تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ ان کی کتابوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر آجائے تو رضی اللہ عنہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن انہی کتابوں میں یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلافت پر قبضہ کرلیا تھا۔ اور ولایت علی اور ان کے معصوم بیٹوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کو نافذ نہیں کیا تھا۔ یہ بات کہہ کر روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جھوٹا [ظالم] اور خائن قرار دیتے ہیں۔

جب انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہمیں دین حاصل ہوا؛ تو یہ اس دین کے غلط ہونے کی نشانی ہوئی۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تو شیعہ کے بقول جھوٹے اور خائن تھے۔ اور

[1] الكافي للكليني ۱/۲۲۷-۲۵۸.

رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کا ارتکاب کرتے تھے۔ جب اصول دین کے بارے میں؛ اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعہ سے یہ دین ہم تک پہنچا؛ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں شیعہ کا یہ عقیدہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دین کی بنیادوں میں ہی شک ڈال دو [تا کہ لوگ متنفر ہو کر اس دین سے دور ہو جائیں] جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا۔

۵۔ تقیہ: شیعہ تقیہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور امام جعفر الصادق کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"تقیہ میرا اور میرے آباء واجداد کا دین ہے"۔ [المنتقى من منهاج الاعتدال ۶۸]۔

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیعت کیسے کی؟۔ تو کہیں گے کہ: "انہوں نے تقیہ کیا" اس لیے کہ آپ کمزور تھے۔

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیوں پڑھوایا؟

تو اس کے جواب میں کہیں گے کہ: یہ نکاح عمر نے زبردستی پڑھوایا۔ یا کہیں گے کہ یہ سب کچھ تقیہ ہے۔

ان سب باتوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اولاد کو ان برے اور گرے ہوئے اخلاقیات سے پاک قرار دیا ہے۔ وہ سب بہادر لوگ تھے؛ دین کے معاملہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

اس تقیہ کے عقیدہ نے مسلمانوں کو بہت سی مصیبتوں میں گرفتار کیا ہے۔ شیعیت سے نکلنے والے فرقوں مثلاً: قرامطہ؛ زنادقہ؛ نصیری؛ دروز کے لیے تقیہ نے ایک مضبوط ڈھال کا کام دیا ہے۔

اسلامی تاریخ میں شیعہ نے تقیہ کا بہت بری طرح سے استعمال کیا۔ اسلامی ممالک پر قابض کے ساتھ بھی انہوں نے تقیہ کی بنیاد پر اتحاد کیا۔ مسلمانوں کی جان و اموال کو لوٹا۔ مثال کے طور پر یہ لوگ تاتاریوں کے ساتھ اتحاد کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت

مسلمانوں کو بھی اپنی وفاداری کا یقین دلاتے رہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک تقیہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ جھوٹ بولنا اور جو کچھ ان کے دل میں ہے، اس کے خلاف ظاہر کرنا۔

۶۔ مزارات، اور درگاہوں [قبروں] کی تعظیم کرنا: شیعہ مشہد کربلاء اور نجف میں مزاروں اور قبروں کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر طے کر کے آتے ہیں۔ اور ان قبروں کے پاس جانور ذبح کرتے اور قبروں کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اور انہیں مشکل کشا وحاجت روا سمجھ کر پکارتے ہیں۔

''شیخ مفید'' نامی ایک بڑے شیعہ عالم نے ''مناسک حج المشاہد'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ❶

محی الدین خطیب لکھتے ہیں کہ:

''ایک مرتبہ شیعہ کے ایرانی میگزین ''پرچم اسلام''، جسے عبدالکریم فقیہی شائع کرتا ہے، بتاریخ ۱۰ محرم ۱۳۶۶ھ بروز جمعرات؛ [کے شمارہ میں] یہ شعر لکھے ہوئے دیکھے:

ایک شیعہ شاعر کے اشعار ملاحظہ کریں وہ کہتا ہے:

هي الطفواف فطف سبعا بمغناها
فمالمكة معنى مثل معناها
ارض ولكنما السبع الشدادلها
دانت وطاطا اعلاها لادناها

''یہ ارض کربلا ہے یہاں سات مرتبہ طواف کیجئے
جو مقام اسے حاصل ہے وہ مکہ کو کہاں نصیب!
اگرچہ یہ زمین ہے مگر ساتوں آسمان اس کے تابع ہیں،
اور عرش عظیم بھی اس کے سامنے جھکتا ہے۔'' ❷

یاد رکھیے! یہ قبریں جن کا طواف کرتے ہیں، حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ ان کے پاس

❶ المنتقى من منهاج الاعتدال ص ۱۵۹۔ ❷ حاشيه المنتقى ص ۵۱۔

کوئی دلیل نہیں کہ نجف میں جس قبر کا طواف کرتے ہیں اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی دفن ہیں۔ جیسا کہ کربلاء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے بارے میں ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔

ان کا ایک ہی مقصد ہے کہ ان مقامات کی تعظیم کی جائے۔ ان قبروں پر سونے کے گنبد تعمیر کرتے ہیں؛ لاکھوں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ گویا ان کا مقصد ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید سے موڑ کر شرک وخرافات کے دھندوں پر لگانا ہے۔

۷۔ متعہ: کسی عورت سے معینہ مدت کے لیے نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں۔ معینہ مدت گزرنے کے بعد عورت اور مرد میں جدائی ہو جاتی ہے۔ عورت مرد کی وارث نہیں بنتی۔ بس ایک متعینہ مہر مقرر کیا جاتا ہے۔

ابتدائے جہاد میں متعہ کی اجازت تھی۔ پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔ اس پر ایسے دلائل موجود ہیں جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

ان دلائل میں سے ایک دلیل حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے امام بخاری وامام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول متعہ میں رخصت کے باقی رہنے کا تھا تاہم بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کرتے ہوئے تحریم کا قول اختیار کیا۔

یہ شیعہ کے ساتھ ہمارے بعض اختلافات ہیں۔ دوسرے اختلافات ذکر کرنے کا یہ موقع نہیں۔ نہ ہی ہم نے مسئلہ بداء کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء وصفات میں اور قضاء وقدر میں ان کے ساتھ اختلاف کو ذکر کیا ہے۔

تمام امور عبادت مثلاً: طہارت؛ نماز؛ روزہ؛ زکواۃ اور حج؛ باجماعت نماز؛ جمعہ اور عیدین؛ وراثت اور غنیمت اور امور مملکت میں اختلاف سے بھی ہم نے صرف نظر کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے تمام اختلافات ذکر کرنا اس تحقیق کا موضوع نہیں۔ بلکہ اتنا ذکر کر دینا کافی ہے۔ جس سے ہمارے سادہ لوح سنی بھائیوں کی تشفی ہو جائے؛ جو کہ شیعہ کے ساتھ ہمارے اختلاف کو فروعی سمجھتے ہیں نہ کہ اصولی۔

تیسری بحث:

روافض کے بارے میں علماء جرح وتعدیل کے اقوال:

جب بدعات کا ظہور ہوا تو ہمارے سلف صالحین ؛ فضیلت والی صدیوں کے ائمہ تابعین ؛ ائمہ مذاہب اور علمائے جرح وتعدیل نے اٹل مؤقف اختیار کیا۔ ان بدعتیوں کے ساتھ ہر طرح سے مقابلہ کیا؛ اور کسی قسم کی کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی۔

ایک طرف انہوں نے سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھا؛ جس کی وجہ سے انہیں اہل سنت والجماعت کا لقب ملا۔ اور دوسری طرف زبان وقلم سے اہل بدعت کا رد کیا۔ ان کی گمراہیوں کا پردہ چاک کیا۔ اور بیان حق میں کسی کی کوئی رعایت روا نہیں رکھی۔

علماء سلف نے جن فرقوں کا رد کیا ہے؛ ان میں سے ایک فرقہ رافضی بھی ہے۔ انہوں نے رافضیوں کے ائمہ کے حالات دیکھے؛ ان کے ان عقائد کو پرکھا جن کو وہ دین کا حصہ سمجھتے تھے۔ جب کہ فی الحقیقت وہ دین کا حصہ نہیں تھے۔ بلکہ دین ان سے بری تھا۔ اور اسی طرح علمائے سلف نے روافض کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی جانے والی روایات کا جھوٹا ہونا واضح کیا۔

اس فرقہ کا نام روافض اسی لیے پڑا کہ یہ لوگ باقی تمام لوگوں سے جدا اور جھوٹ بولنے اور تہمت باندھنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ذیل میں ہم چند علمائے سلف کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ سے روافض کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''ان سے بات تک نہ کرنا اور نہ ہی ان سے روایت قبول کرنا اس لیے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں''۔ (1)

(1) منهاج السنة ١/٣٧.

امام شافعی رحمہ اللہ ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میں نے نفس پرستوں میں کوئی بھی قوم روافض سے بڑھ کر جھوٹی نہیں دیکھی''۔ (1)

کوفہ کے معتدل شیعہ عالم شریک بن عبداللہ کہتے ہیں:

''سوائے روافض کے ہر آدمی سے روایت لے لو۔ اس لیے کہ وہ خود حدیثیں گھڑتے ہیں' اور پھر ان من گھڑت حدیثوں کو دین کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں''۔ (2)

حماد بن سلیمان کہتے ہیں کہ:

''میرے سامنے ایک رافضی شیخ نے بیان کیا کہ ہم جب جمع ہوتے ہیں اور کسی بات کو اچھا سمجھتے ہیں تو اسے حدیث بنا لیتے ہیں''۔ (3)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں:

''ہر بدعتی کی روایت لکھ لیا کرو سوائے روافض کے۔ کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں''۔ (4)

امام اعمش فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا ہے کہ بھی لوگ روافض کو جھوٹا ہی کہا کرتے تھے''۔

تمام علمائے کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ اہل قبلہ فرقوں میں سب سے زیادہ جھوٹے اور دروغ گو لوگ روافض ہی ہیں۔ اور جو بھی شخص راویوں کے حالات نقل کرنے والی فن جرح وتعدیل میں لکھی گئی کتابوں۔ مثلاً: یحی بن معین؛ علی المدینی؛ یحیی بن سعید القطان؛ امام بخاری؛ ابو زرعہ؛ ابو حاتم الرازی؛ النسائی؛ ابو حاتم بن حبان؛ ابو احمد بن عدی؛ الدار قطنی؛ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی السعدی؛ یعقوب بن سفیان القسوی؛ احمد بن عبداللہ بن صالح العجلی؛ عقیلی؛ محمد بن عبداللہ بن عمار الموصلی؛ حاکم نیشاپوری؛ حافظ عبدالغنی بن سعید المصری؛ اور ان جیسے دوسرے ماہرین نقاد اہل علم ومعرفت کی کتابوں میں غور کرے گا اور اسناد کے احوال جاننے کی کوشش کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ سب سے زیادہ جھوٹے راوی

(1) منهاج السنة ١/١٣٩؛ الباعث الحثيث ١٠٩. (2) منهاج السنة ١/٣٨.
(3) السنة و مكانتها في التشريع الإسلامي ٧٩. (4) المنتقى من منهاج الاعتدال للذهبي ص ٢٢.

شیعوں میں پائے جاتے ہیں۔ ❶

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دین محدثین [اہل حدیث] کے پاس ہے۔ کلام اور حیلہ بازی اہل رائے کے پاس ہے۔ اور جھوٹ روافض کے پاس ہے''۔ ❷

اسلامی تاریخ کے مختلف مراحل میں ایسے علماء پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی تالیفات میں شیعوں کے جھوٹ کا پردہ چاک کیا؛ اور ان کی بدعتوں اور انہیں دین بنانے کو واضح کیا۔ ان میں چند ایک علمائے کرام کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمدہ اور نفیس ترین کتاب ''منہاج السنۃ'' میں ان پر بہت خوب تردد کیا ہے۔ ان کے علاوہ امام ذہبی کی المنتقی؛ ابن قیم کی اکثر کتابیں؛ تاریخ ابن کثیر؛ ان سے پہلے اور بعد کے علماء میں علامہ ابن جوزی؛ قاضی ابن عربی؛ ابن حزم؛ ابوبکر الباقلانی؛ محمد بن مالک؛ ابن ابی فضائل البغدادی [ان کی کتاب ہے: الفرق بین الفرق]؛ ابو حامد الغزالی اور دیگر علماء حنفیہ؛ شافعیہ' مالکیہ' حنابلہ اور اہل الحدیث اور اہل تصوف بلکہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ بھی ان کی خیانتوں سے نالاں تھے۔ اور ان کے پیدا کردہ بحرانوں سے سخت پریشان تھے۔

تاریخ اسلام کی کتابیں ان دلائل سے بھری پڑی ہیں جن سے رافضیوں کی خیانت ثابت ہوتی ہے۔ اور خود ان کا حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کے متعلق ایسا رویہ تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ ان سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے۔ یہاں پر ہم خود شیعہ کی کتابوں سے اس بارے میں چند شواہد پیش کریں گے۔ مکرر عرض ہے کہ یہ شواہد شیعہ کی کتابوں سے ہیں' اہل سنت والجماعت کی کتابوں سے نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''اے مردوں کے ہمزادو! جو کہ مردانگی سے خالی ہو؛ تمہارے خواب بچوں

❶ منہاج السنۃ ۱/۴۲. ❷ المنتقی من منہاج الاعتدال ۴۸.

جیسے ہیں' اور تمہاری عقلیں عورتوں جیسی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں تمہیں نہ ہی دیکھتا اور نہ ہی جانتا ہوتا۔ اللہ کی قسم! تمہاری معرفت نے مجھے نادم ہی کیا ہے۔ اور میرے لیے مصائب کا پیغام ثابت ہوئی ہے''۔

اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے؛ تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے' اور سینے کو غیض وغضب سے بھر دیا ہے۔ اور تم نے مجھے غصے کے گھونٹ پلائے ہیں۔ اور تم نے میری نافرمانی کر کے میری رائے کو پراگندہ اور خراب کر کے مجھے ذلیل کیا ہے''۔ ❶

کلینی نے ابوالحسن موسی سے نقل کیا ہے؛ وہ کہتے ہیں:

''اگر میں اپنے شیعوں کو علیحدہ [الگ الگ] کروں تو ان میں سبھی ہی مدح خوان نظر آئیں گے۔ اور اگر ان کا امتحان لوں تو سارے کے سارے الٹے پاؤں گھوم کر بھاگ جائیں گے''۔ ❷

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اللہ کی قسم! میں معاویہ کو ان سے اپنے لیے' بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ لوگ زبانی تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شیعہ ہیں' مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے تھے' اور اسی کوشش میں انہوں نے میرے مال واسباب پر قبضہ بھی کر لیا''۔ ❸

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب شیعوں کو اپنی مدد کے بجائے مخالفت پر آمادہ دیکھا؛ اس کے باوجود کہ انہوں نے ہی حضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی؛ اور انہیں چھوڑ کر مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ہلاکت ہو؛ کیا اس وقت جب تم نے مدد کے لیے پکارا۔ اور ہم مدد کے لیے آئے۔ ہمارے لیے رکھی ہوئی تلوار تم نے ہم پر ہی تان لی۔ اور وہ آگ تم نے ہم پر انڈیل دی جو ہم نے تمہارے دشمنوں کے لیے جلائی تھی۔ تم اپنے دوستوں کے خلاف ہو کر دشمنوں سے جا ملے''۔ ❹

❶ السنۃ والشیعۃ؛ نہج البلاغہ ص ۷۰-۷۱. ❷ الروضۃ للکلینی ص ۱۷۰.
❸ الاحتجاج للطبرسي ص ۱۴۸. ❹ نہج البلاغہ؛ الروضۃ؛ الاحتجاج؛ اور دیگر کتب شیعہ

مبحث رابع:

آج کے شیعوں کا خطرہ کل سے زیادہ

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ:

آج کے شیعہ ان اختلافات سے منہ موڑے ہوئے ہیں جو ان کے اسلاف اور اہل سنت والجماعت کے درمیان واقع ہوئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد ہو۔ ہمارے بعض شیعہ دوست تفرقہ بازی سے سخت نالاں ہیں۔ اور ان لوگوں میں سب سے اہم شخصیت امام خمینی ہیں"۔

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا جواب دیتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ:

"آج کے شیعہ کل کے شیعہ سے زیادہ برے ہیں۔ ان کے مذہب کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کریں۔ دین کی بنیادوں کو ہلا ڈالیں۔ مسلمانوں میں تفرقہ بازی پیدا کریں۔ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی وحدت اور اتفاق اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتا جب تک وہ جادہ حق پر لوٹ نہ آئیں۔ اور اپنے شرک وبدعت سے باز نہ آجائیں۔

گزشتہ نصف صدی میں شائع ہونے والی ان کی اکثر کتابیں پڑھ کر ہم نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ہماری تحقیق کے مطابق شیعوں کے ساتھ اختلاف کی بنیاد اسلام کے اصول اور فروع دونوں ہیں۔ اس کی بعض مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ چند صفحات پیشتر ہم نے مرزا حسن حائری کی کتاب "الدین بین السائل والمجیب" کے حوالے سے بتایا کہ ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں کمی وبیشی واقع ہوئی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق مصحف فاطمہ قرآن سے تین گنا بڑا ہے۔ یہ کتاب چار سال پہلے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ کویت میں دارالتوحید کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ کی طرف سے ہمیں چھوٹے

چھوٹے رسائل موصول ہوتے رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ صرف چند ماہ قبل یہ ادارہ بنا ہے۔ اور سارے عالم اسلام میں یہ ادارہ اپنی مطبوعات بھیجتا ہے۔

اس ادارے کے رسالے "مبادی اولیہ" میں ص ۴۱ پر یہ لکھا ہوا ہے:

"اسلام کا دوسرا رکن ہے نبوت اور امامت"۔ یعنی بارہ معصوم ائمہ پر ایمان لانا۔ نبوت کو امامت کے ساتھ ملانا گمراہ کرنا ہے۔ دوسری کتابوں میں شیعہ حضرات امامت کو نبوت سے علیحدہ ذکر کرتے ہیں' ان میں سے چند ایک کتابوں کے نام یہ ہیں:

"عقائد الامامیہ' مؤلفہ محمد رضا مظفر (ص ۶۵)۔ ۱۳۷۰ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ اور ۱۳۸۰ھ میں اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔

"کتاب الصلاۃ" کے مؤلفین کا دعوی ہے کہ یہ کتاب [شیعہ کے] مفتی اعظم خوئی کے فتاوی کے عین مطابق ہے۔ ان دونوں کتابوں میں اور ان جیسی دوسری کتابوں میں روافض کہتے ہیں کہ: "ائمہ معصومین پر ایمان لانا ارکان اسلام میں سے ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اہلسنت والجماعت ان کی نگاہوں میں مسلمان نہیں۔ اس لیے کہ ہم ائمہ معصومین پر ایمان نہیں لاتے' یوں ہم ایک رکن اسلام کا انکار کرتے ہیں۔

۳۔ شیعہ مؤلفین کل کی طرح آج بھی جھوٹ پر کاربند ہیں۔ فتنے ابھارتے ہیں اور منافقت اور دسیسہ کاری سے باز نہیں آتے۔ ان کے جھوٹ اور افترا پردازی کی بعض مثالیں یہ ہیں:

مکتبۃ الحیاۃ بیروت سے ایک کتاب "القول القیم فیما رویہ ابن تیمیہ وابن القیم" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ مؤلف نے اپنا نام ذکر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی بہت ساری کتابوں سے مؤلف نے عبارتیں جمع کر کے شیعوں کے عقائد واصول کی صحت پر استدلال کیا ہے۔ جب کہ یہ دونوں حضرات پوری عمر شیعہ کے جھوٹ ودروغ گوئی اور دھوکہ دہی کا پردہ چاک کرتے رہے ہیں۔ مؤلف اگر ان دونوں حضرات کے علاوہ کسی اور کا انتخاب کرتا تو شائد سادہ لوح عوام پر اس کا جادو چل جاتا۔

میں نے ان عبارتوں پر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ ان میں قطع و برید کی گئی ہے۔ یا پھر شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد نے تردید کے لیے کوئی عبارت ذکر کی ہے' تو اس رافضی نے وہ عبارت تو لے لی مگر اس کی تردید ذکر نہیں کی۔ یہ ہیں اس قوم کے عالی اخلاق ....؟

۴۔ جدید کتب میں سے شیعہ کی ایک اہم ترین کتاب ''مراجعات'' ہے۔ مؤلف عبدالحسین شرف الدین موسوی۔ مؤلف کا دعوی ہے کہ یہ کتاب اس گفتگو پر مشتمل ہے جو مؤلف اور شیخ ازہر سلیم بشری کے مابین ہوئی تھی۔ مؤلف نے شیخ الازہر کو ایک طالب علم کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جس میں طالب علم موسوی سے سوال کرتا ہے اور موسوی اس کا جواب دیتا ہے۔ اور طالب علم اس پر سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔

لیکن یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

شیعوں کے اصول و فروع کو ماننے کے بعد شیخ الازہر شیعہ کیوں نہیں ہو گئے؟۔

کتاب کے مقدمہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس کے مؤلف کا پردہ چاک کیا ہے۔ مؤلف نے اعتراف کیا ہے کہ اس نے مذکورہ گفتگو کے علاوہ دوسری بہت ساری باتیں بھی اس کتاب میں شامل کی ہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ:

''میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ یہ تمام باتیں جو کہ [اس کتاب میں] لکھی ہوئی ہیں' اس دن ہمارے درمیان ہوئیں۔ تاہم وہ گفتگو اس کتاب میں موجود ہے۔ تاہم اقتضائے حال کے مطابق کچھ اضافے کے ساتھ یا نصیحت کے طور پر یا سیاق کے تقاضے کے ساتھ کہ جس سے ہمارے متفقہ امور پر کوئی فرق نہیں پڑتا''۔

[مقدمۃ المراجعات ص ۳۵؛ دار الأندلس؛ بیروت]

چنانچہ اقتضائے حال کے مطابق اس کتاب میں اضافے بھی ہیں۔ تاہم مؤلف نے اضافے کا حجم نہیں بتایا۔ اگر مؤلف اپنے دعوی میں سچا ہوتا تو کتاب کے شروع میں شیخ الازہر کی تصدیق پر مشتمل اعتراف نامہ بھی ضرور چسپاں کرتا کہ وہ اصول مذہب شیعہ پر اعتماد کرتے ہیں۔

ویسے بھی روافض کو اگر علماء اہل سنت میں سے کسی ایک کی کوئی ایسی تحریر مل جائے جس سے ان کی تائید کا کوئی ذرہ بھر بھی پہلو نکلتا ہو تو اسے ہر طرح سے مشتہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن موسوی نے بھی وہی کیا جو اس کے سلف کرتے چلے آئے ہیں۔ یعنی حدثنی جدی عن ربی۔ میرے نانا نے میرے رب سے روایت کی ہے''۔

یہ کتاب المراجعات شیخ الازہر سلیم بشری کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ مقدمے کے مطابق اس گفتگو پر پچیس سال بیت چکے ہیں۔ تو پھر یہ کتاب بشری کی زندگی میں کیوں نہ شائع ہوئی؟۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایک دوست نے سلیم صاحب کے بیٹے سے مراجعات کی گفتگو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ نہ ہی وہ موسوی کو جانتے ہیں اور نہ ہی انہیں موسوی کی اپنے والد سے ملاقات اور گفتگو کے بارے میں کچھ علم ہے۔

اس کے علاوہ مذکور کتاب میں اہل سنت والجماعت پر الزامات جھوٹ اور بہتان تراشی کی بھرمار ہے۔ ان کی طرف جھوٹے اقوال منسوب کئے گئے ہیں۔ کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ جھوٹا رافضی ایسے اقوال اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب کرے اور سلیم بشری کی طرح کا ایک بڑا عالم انہیں صحیح تسلیم کر لے۔

اسلامی مبلغ ڈاکٹر مصطفی سباعی کو بھی مراجعات کے مؤلف کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ جسے ہم چند صفحات کے بعد پیش کریں گے۔ اس واقعہ سے بھی موسوی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

روافض کے جھوٹ پر بات کرتے ہوئے ان کی ایک کتاب ''المتعۃ فی مطلبات العصر'' کا ذکر بھی فائدے سے خالی نہیں۔

یہ کتاب حسن محمد کی تالیف ہے۔ اور ۱۳۹۲ھ میں بیروت میں شائع ہوئی ہے۔ مؤلف کے مطابق اہل سنت والجماعت کے ہاں متعہ کی تحریم کی دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جھٹلانا ہے۔ مؤلف نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا؛ بلکہ اس کے علاوہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر

زہریلے تیر برسائے ہیں۔

گزشتہ صفحات میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ سے بہت سی صحیح احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت امام مسلم نے نقل کی ہے۔ اور ایک حدیث امام بخاری وامام مسلم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

۵۔ روافض کی نئی کتابوں میں قبروں کی تعظیم اور ان کی زیارت کے لیے سفر کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس کا ایک متولیان حرمین شریفین سے نفرت؛ اور ان کا لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قبروں پر قبے تعمیر کرنے سے منع کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں دیکھیں:

واقع الشیعہ؛ محمد مہدی شیرازی طبع ۱۳۸۷ھ۔ عقائد الامامیہ‘ ص ۲۰۔

اس کتاب میں تعظیم قبور کے ساتھ ساتھ تقیہ‘ رجعت‘ مہدی اور تمام ائمہ معصومین پر ایمان کا ذکر بھی ہے۔ پھر اس کے بعد مؤلف نے تشبیہ اور وہ صفات الٰہیہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ کا ہونا؛ پاؤں‘ چہرہ وغیرہ کی صفات؛ کے مابین خلط ملط (گڈمڈ) سے کام لیا ہے۔ مؤلف لکھتا ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ایسے ہی ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہیں؛ ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں‘ اور وہ انسانی ہاتھوں کے مشابہ بھی نہیں‘ یا پھر یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانی دنیا پر نزول فرماتا ہے...... ایسا انسان کافر ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ تو وہ روافض کے نزدیک کافر ہوئے۔

۶۔ مسلمانوں کے تفرقہ پر مگرمچھ کے آنسو بہانا اور تقریب بین المذاہب کے نام پر تنظیمیں بنانا؛ اس کا مقصد صرف اور صرف آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے یہ عزم پوشیدہ ہے کہ وہ عالم اسلام میں جاری اپنے منصوبوں کو کیسے پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ کم از کم مقصد یہ ہے کہ کئی حلقوں میں تقریب بین المذاہب کے نام پر اپنے مسلک کی ترویج واشاعت کریں۔ ماضی قریب میں انہوں نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔ کمزور

ایمان لکھاریوں کو اختیار کر کے ان سے اپنے حق میں مضمون لکھوائے جائیں۔ کتابیں شائع کی جائیں۔ شیعہ کتب پر مقدمہ لکھنے والے ان ایمان فروش لکھاریوں کو قارئین کرام پہچان سکتے ہیں۔

۷۔ ایران میں قائم دار التبلیغ ''الہادی'' کے نام سے ایک مجلّہ شائع کرتا ہے۔ یہ مجلّہ اپنا مقصد تقریب بین المذاہب بتاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ چند سنی مسلمان ان کے دھوکے میں آگئے ہیں۔ اسلامی اتحاد نامی کانفرنس کے اختتام کے بعد ۱۳۹۴ھ میں لبنان کے مفتی اعظم شیخ حسن خالد نے یہاں کا دورہ کیا۔ ان کے ساتھ علماء کرام کا ایک وفد بھی تھا۔ اسی سال استاذ صالح ابو رقیق نے بھی یہاں کا دورہ کیا۔ اور ایک مقالہ بعنوان ''مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کی شکست وریخت'' کے نام سے پیش کیا۔

مفتی لبنان نے اپنی استقبالیہ تقریب میں کہا:

''اختلاف وتفریق کا زمانہ گزر گیا‘ اب کبھی بھی نہیں لوٹے گا''۔ [الہادی ص ۱۰۷]۔

بظاہر اختلاف و انشقاق کا زمانہ مفتی صاحب اور ان کے وفد کے نزدیک گزر چکا ہے۔ لیکن شیعوں کے نزدیک نہیں گزرا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اسی شمارے میں (جمادی اولیٰ ۱۳۹۴ھ)؛ جس میں دورے کے احوال پیش کیے گئے؛ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ پر شدید تنقید کی گئی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سب وشتم کا نشانہ بنایا گیا۔ (۲۰-۲۱)۔ اور وہابی کہہ کر اہل سنت والجماعت کی مذمت کی گئی (ص ۲۹)۔ جب کہ وفد میں ایسے لوگ بھی تھے جو محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کا نام نہایت ادب واحترام سے لینے والے تھے۔

تو اس تقریب بین المذاہب کے دعوے میں کہاں تک سچائی ہے؟۔

مدیران مجلّہ کی بے حیائی پر حیرت ہے کہ ایسے موقع پر جب تقیہ سے کام لے سکتے تھے تو پھر کھلم کھلا سب وشتم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

بحث پنجم:

خمینی کا اپنے مذہب کے بارے میں تعصب

ہمارے پاس خمینی کی تین کتابیں ہیں:

۱۔ ولاية الفقيه ؛ أو الحكومة الإسلامية (۱۳۸۹ھ میں شائع ہوئی)۔

۲۔ "من هذا المنطلق" اصل میں یہ خمینی کی دوسری کتاب تحریر الوسیلہ کے منتخب ابواب ہیں؛ جو کہ (۱۳۹۴ھ میں شائع ہوئی)۔

۳۔ جهاد النفس أو الجهاد الاكبر۔ (۱۳۹۴ھ میں شائع ہوئی)۔

ان کتابوں سے ہم صاحب کتاب پر حکم لگا سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں میں صاحب کتب کی فکر کا خلاصہ آ گیا ہے۔ یہ سطور لکھنے تک ہمیں کوئی ایسی دلیل دستیاب نہیں ہوئی کہ مؤلف نے اپنے ان افکار و نظریات سے رجوع کیا ہو جو کہ ان کتب میں آئے ہیں۔

ان کتابوں پر ہمارے ملاحظات یہ ہیں:

۱۔ ایسی تمام کتابوں میں خمینی حکومتوں پر عموماً اور بالخصوص ایرانی حکومت پر سخت تنقید کرتے ہیں۔ اور ایک اسلامی رافضی حکومت کی دعوت دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے موضوع کو بالکل نہیں چھیڑتے۔

ذرا دیکھئے کیا کہہ رہے ہیں:

"شیعہ مذہب نے صفر سے ابتداء کی...... ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اب تک شیعوں کی تعداد دو ملین تک پہنچ چکی ہے"۔ ❶

جس اسلامی حکومت کے بارے میں خمینی بات کرتا ہے' اس میں حکومتی ذمہ داریاں لازمی طور پر غائب امام کے نائب کے سپرد ہوں گی۔ ان کے علاوہ اگر کسی نے امور مملکت پر

❶ الحكومة الإسلامية ۱۳۳.

قبضہ کرنے کی کوشش کی تو وہ ظالم اور جارح ہوگا۔

اس طرح ان کے رائے کے مطابق اسلامی حکومت آپ ﷺ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی قائم تھی۔ یہاں دیگر خلفائے راشدین کی بات گول کرنا گویا کہ ان کی خلافت کا انکار کرنا ہے۔ بعض مقامات پر نام لیے بغیر اس کی تصریح بھی موجود ہے۔ ❶

اسلامی قوانین کے بارے میں بات کرتے ہوئے خمینی کے نوکِ قلم پر صرف شیعی مآخذ و مراجع کا ذکر آتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے اصول و قوانین اور احادیث نبویہ وغیرہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر اشارتاً ان کا انکار کرنا بھی ملتا ہے۔ ❷

اسلامی وحدت کے بارے میں بات کرتے ہوئے خمینی کسی لگی لپٹی کے بغیر کہتا ہے کہ یہ وحدت شیعہ مذہب اختیار کر کے ہی ممکن ہے۔ یعنی سب اہل سنت والجماعت شیعہ بن جائیں؛ عصمت ائمہ کا عقیدہ قبول کر لیں۔ اور اس ضمن میں وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب قول سے استدلال کرتا ہے کہ آپ فرماتی ہیں:

"ہماری اطاعت میں ملت کی وحدت اور ہمارا عقیدہ امامت فرقت سے امان ہے"۔ ❸

خمینی کی وضاحت و صراحت کے مطابق اسلامی وحدت شیعہ عقیدے اور اصولوں پر چلتے ہوئے ہی ممکن ہے۔

ائمہ کے بارے میں خمینی کہتا ہے:

"ہمارے مذہب کے لازمی عقائد میں سے ہے کہ ہمارے ائمہ کا ایسا مقام ہے جس تک کوئی مقرب فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتا؛ اور نہ ہی کوئی نبی یا رسول اس مقام کو پا سکتا ہے"۔ ❹

بعض معاصر شیعہ تقیہ کرتے ہوئے ائمہ کو انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل قرار نہیں دیتے۔ تاہم خمینی تقیہ کیے بغیر صراحت کے ساتھ اپنے عقیدہ کا اعلان کرتا ہے۔

۲۔ اپنی کتاب "جہاد النفس" یا "الجہاد الاکبر" میں فضائل و مکارم؛ تربیت و تعلیم کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے نفسانی خواہشات کو کچلنا واجب قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں وہ

❶ الحكومة الإسلامية ۷-۲۵.
❷ الحكومة الإسلامية ۲۷.
❸ الحكومة الإسلامية ۳۵.
❹ الحكومة الإسلامية ۷-۲۵.

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا نام اس طور ذکر کرتا ہے گویا وہ مردود اور شیطان ہیں۔ دیکھیے! کیا کہہ رہا ہے: ......''معاویہ چالیس سال اپنی قوم پر حکومت کرتا ہے۔ ان سالوں میں وہ اپنے لیے دنیا کی لعنت اور آخرت کا عذاب کماتا ہے''۔ ❶

رسول اللہ ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ایک جلیل القدر صحابی کو خمینی کا دنیا پرست کہنا اور اسے آخرت کے عذاب کا مستحق قرار دینا......؟ کیا یہ شخص غیب کی باتوں پر مطلع ہو گیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کوئی معاہدہ کر رکھا ہے؟

ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ ہزاروں شیعہ جو اپنے آپ کو آیت اللہ اور روح اللہ کہلاتے ہیں؛ ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہزار درجہ اچھے ہیں [بلکہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جوتی کو بھی نہیں پہنچ سکتے]۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مبارک کتنا ہی سچا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر ڈالے تو ان میں سے کسی ایک کے مٹھی بھر کے یا آدھی مٹھی کے خرچ کو نہیں پہنچ سکتا''۔ متفق علیہ۔

۳۔ ملک کے طول وعرض میں پھیلے استعماری گماشتوں کی خمینی نے شدید مذمت کی ہے۔ اور ان رافضی علماء کو بھی نشانہ بنایا ہے جو ایران کی موجودہ حکومت کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ خمینی کہتا ہے:

''جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے فقہاء ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک اس گراوٹ کا شکار نہیں ہوئے۔ حکومتی ملا کبھی بھی ہماری جماعت کا حصہ نہیں بنے اور نہ ہی کبھی وہ ہمارے رائے پر رہے ہیں''۔

خمینی کی اس بات پر غور کیجیے! حکومتی ملاّ نہ ہی ہماری جماعت سے ہوتے ہیں اور نہ ہی ہمارے مسلک پر۔

---

❶ الحكومة الإسلامية ١٨.

مقصد یہ ہے کہ وہ علماء اہل سنت ہوتے ہیں۔ اور حکومت وسلاطین سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی تمام مسلمان حکمران ہیں۔

چند شیعہ علماء کی مذمت کرنے کے بعد خمینی تاتاریوں کے ایجنٹ نصیر الدین طوسی کو اس طبقہ سے نکالتے ہوئے کہتا ہے:

''مگر یہ کہ استعمار کے ساتھ بہ ظاہر- بہ ظاہر کے الفاظ پر غور کیجیے- اتحاد کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی فتح ونصرت ہو۔ مثلاً علی بن یقطین اور نصیر الدین طوسی کا اتحاد'' ❶

الحکومۃ الاسلامیۃ کے صفحہ نمبر ۱۲۸ پر خمینی نے نصیر الدین طوسی کا نام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ اور طوسی کی تعریف کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے اسلام کے لیے عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

تاتاری جب بغداد میں داخل ہوئے اور اہل سنت والجماعت مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا تو اس وقت نصیر الدین طوسی اور ابن علقمی اور ابن حدید ان کے دست و بازو تھے۔ نصیر الدین طوسی تاتاریوں کا وزیر تھا۔ تاتاریوں سے ساز باز کرنے سے پہلے یہ شخص ملحد تھا۔ لیکن چونکہ مسلمانوں کا قلع قمع کرنے میں طوسی برابر کا شریک تھا' اس لیے خمینی نے اسے بطور مثال کے پیش کیا ہے''۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خمینی بھی طوسی کے منصوبے پر ہی کاربند ہے۔ کیا سادہ لوح مسلمانوں کو ہوش میں لانے کے لیے اتنا ہی کافی نہیں۔

خمینی کے نزدیک خلفاء راشدین کے ساتھ اس دور کے علماء کرام کا تعاون حرام ہے جب کہ تاتاریوں کے ساتھ طوسی کا تعاون حلال ہے۔ واہ چہ بوالعجبی است؟

---

❶ الحكومة الإسلامية ١٤٢.

مبحث ششم:

شیعہ کے بارے میں علماء ومحدثین کے اقوال

ا۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ الفتح ۲۹۔

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ آپ انھیں اس حال میں دیکھیں گے کہ رکوع کرنے والے اور سجدے کرنے والے ہیں۔ اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے، جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ تعالی نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک

اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں مجدد ملت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ رافضیوں کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو پسند نہ کرنے کی وجہ کا فرقرار دیتے ہیں۔اس کے استدلال میں وہ اپنے سے قبل کے ائمہ کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ:

"مواهب" میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے روافض کے کفر پر استنباط کیا ہے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں......اور جو کوئی صحابہ کرام سے بغض رکھے وہ کافر ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس رائے سے بہت سارے علماء کرام رحمہم اللہ نے اتفاق کیا ہے"۔ ❶

۲۔محب الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ:

موجودہ دور میں رافضی کفر کے سامنے کھڑے ہونے والے استاذ محب الدین خطیب نے شیعوں کے خلاف بہت سی تالیفات چھوڑی ہیں، ان میں سے:

۱۔ الخطوط العريضة ۔ ۲۔ حاشية المنتقى من منهاج الاعتدال ۔۳۔ حاشيه العواصم من القواصم

المنتقی کے مقدمہ میں روافض کے بارے میں اپنی اور دیگر علماء کرام کی آراء کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عالم انسانیت کے لیے خدمات کو وہی انسان فراموش کرسکتا ہے جو ظالم ہو۔حق میں مغالطہ کرتا ہو۔[یہ اس صورت میں ہے کہ] اگر [ایسا کہنے والا] غیر مسلم ہے۔اور اگر ایسا شخص اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے تو یہ زندیق ہے۔اسکے باطن میں کچھ اور ہے جب کہ مسلمانوں کے سامنے کچھ اور ہے"۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے:

"......جس وقت ہم بادشاہ کے ہم نشین اور اسپین میں تھے تو اسپین کے عیسائی علماء

❶ روح المعانی ۲۶/۱۱۶۔

ابن حزم رحمہ اللہ سے مناظرہ کرتے ہوئے تحریف قرآن پر روافض کے دعوی سے استدلال کرتے؛ تو ابن حزم رحمہ اللہ ان کی تردید میں اپنا وہ قول پیش کرتے جو کتاب ''الفصل'' (۲/۷۸) پر یوں مذکور ہے:

''تبدیلیٔ قرآن پر عیسائیوں کے روافض کے مذہب سے استدلال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ روافض کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں''۔

آخر میں خطیب کے مطابق روافض سے اتحاد ممکن نہیں۔ کیونکہ دونوں مذاہب کی بنیادیں مختلف ہیں۔ دونوں کی جڑیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر خطیب دونوں میں وجہ اختلاف ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمارا ان سے قرآن میں اختلاف ہے؛ عصمتِ ائمہ میں اختلاف ہے؛ اجماع میں اختلاف ہے''۔

نیز روافض کے کفر پر ابوزرعہ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب کسی شخص کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرتے ہوئے دیکھو؛ تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس لیے کہ رسول ہمارے نزدیک حق ہیں؛ قرآن حق ہے۔ اور یہ قرآن و حدیث ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے پہنچے ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو کمزور کر کے قرآن و حدیث کو باطل کر دیں۔ جب کہ خود انہی کی عدالت مجروح ہے' اور یہ لوگ زندیق ہیں''۔ ❶

محی الدین خطیب کے یہ اقوال علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منہاج السنۃ'' اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی المنتقی کا بہترین خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

۳۔ بہجہ بیطار:

شام کے علامہ بہجہ بیطار شیعہ علماء پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ) کی کتاب اوائل المقالات: اور اس کے ساتھ ان

❶ منتقی ۱۰.

کے شیخ ابن بابویہ القمی المعروف بہ الصدوق (المتوفی ۳۸۱ھ) کی شرح عقائد پڑھی ہے۔ کافی؛ تہذیب اور وافی کی طرح ان کتابوں میں بھی جہاں احکام بتائے گئے ہیں' [وہیں پر] ان کتابوں کی ابتداء طعن و تشنیع اور تکفیر سے کی گئی ہے''۔

میرا کہنا ہے کہ ''بلاشبہ یہ کتابیں پڑھنے والے کے دل میں حسد و بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کی زبانیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین عظام رحمہم اللہ بالخصوص خلفاء ثلاثہ؛ بعض امہات المؤمنین؛ نیز انصار و مہاجرین کے بارے میں فحش گوئی کرتی ہیں۔ ان کتابوں کی تصحیح کرنے والوں کی طرف سے ہمیں ان دونوں کتابوں پر کوئی رد اور تنقید نظر نہیں آتی۔ جب کہ یہ تصحیح کرنے والے عصر حاضر کے مجتہد شیعہ علماء ہیں۔ بلکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ عراق؛ شام اور ایران میں یہ کتابیں اہتمام سے شائع ہو رہی ہیں۔ ان آخری سالوں میں تو بہت سارے ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں۔

یہ سب کتب اہل سنت والجماعت پر رد پر مشتمل ہیں۔ اور اسلام کے اہل مفاخر و مآثر پر نکتہ چینی سے لبریز ہیں۔

شیخ بیطار کی رائے کے مطابق علامہ ذہبی کی تلخیص ''المنتقی'' پر علامہ محب الدین خطیب کا حاشیہ شیعہ پر ایک بہترین رد ہے۔ اس لیے کہ یہ منہاج السنۃ کی تلخیص ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خطیب کی طرف سے اس میں مفید اضافے بھی ہیں۔ اسی لیے شیخ بیطار نے دمشق کے مجمع العلمی کے مجلّے میں متذکرہ کتاب پر تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ جس میں اس کتاب کی ہر بات کی تصدیق کی ہے۔ یہ تو سب کو ہی معلوم ہے کہ ''المنتقی'' میں روافض کے کفر پر ناقابل تردید دلائل جمع کیے گئے ہیں۔

۴۔ رشید رضا رحمہ اللہ:

آپ پہلے شیعہ سنی اتحاد کے لیے بہت ہی سرگرم رہے۔ علامہ رشید رضا اور چند مشہور رافضی علماء خصوصاً مجلّہ ''العرفان'' کے مدیر؛ جس کا نام ہبۃ اللہ شہرستانی نجفی تھا؛ میں اچھے تعلقات قائم ہوئے تھے۔ نیز ''المراجعات'' کے مؤلف عبدالحسین' عاملی؛ اور محی الدین

عیران بھی رشید رضا کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ رشید رضا کا گمان تھا کہ ان کے دوست معتدل شیعہ ہیں۔ تاہم جب عبدالحسین عاملی کی کتاب ''الرد علی الوهابية'' شائع ہوئی تو انہیں دھچکا لگا۔ اس کے بعد عبدالحسین نے دوسری کتاب ''الحصون المنيعة في الرد على ما أورده صاحب المنار في حق الشيعة'' شائع کی۔ تب رشید رضا کو یقین ہوا کہ ان کے دوست جس اعتدال کا مظاہرہ کرتے تھے وہ تقیہ اور منافقت تھی۔

جب مدیر مجلہ العرفان نے بھی عبدالحسین عاملی کی کتابوں کی تعریف کی تو یہ بات خوب کھل کر سامنے آگئی۔

اس وقت رشید رضا نے شیعوں کی باطل پرستی کا پردہ چاک کرنے کے لیے اپنے آپ کو مجبور پایا اور وہ حقیقت بیان کرنے کی کوشش کی جسے شیعہ حضرات نے بالکل مسخ کر دیا تھا۔

اس سلسلہ میں رشید رضا نے ایک مختصر رسالہ لکھا اور اس کا نام رکھا: ''السنة والشيعة''۔

اس رسالے میں رشید رضا نے شیعوں کا مذہب بیان کیا ہے کہ ان کے اعتقاد کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قرآن کریم سے کچھ آیتیں حذف کی ہیں۔

ان کے نزدیک حدیث ائمہ معصومین کے اقوال و افعال اور ان کی تقریرات ہیں۔

آخر میں بتایا ہے کہ شیعہ کبھی بھی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دینے سے نہیں چوکتے۔ بلکہ تمام صحابہ کرام کو مرتد کہتے ہیں۔

محسن عاملی پر رد کرتے ہوئے علامہ شام جمال الدین قاسمی اور علامہ عراق محمود شکری آلوسی میں جو خط و کتابت ہوئی ہے؛ اس کے بڑے حصہ سے یہ رسالہ ترتیب دیا گیا ہے۔ بظاہر قاسمی نے آلوسی کو عاملی کی متذکرہ کتابیں شائع ہونے کے بارے میں بتایا تو آلوسی نے تاکید سے کہا کہ روافض تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور حدیث کا انکار کرتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ:

''اہل بیت سے اصول لینے کے بارے میں روافض جو بات کہتے ہیں؛ تو جان لو کہ!

روافض کے ہاں اصح ترین کتابیں چار ہیں:

۱۔ الکافی ؛ ۲۔ فقہ من لا یحضرہ الفقیہ ۔ ۳۔ التہذیب ۔ ۴۔ اور الاستبصار۔

روافض کہتے ہیں کہ: ان چار کتابوں کی احادیث پر عمل واجب ہے۔

آلوسی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کتابوں کے راوی یا تو فاسد المذہب ہیں' یا اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنے والے ہیں؛ یا جھوٹے اور دروغ گو ہیں یا پھر غیر معروف نسب والے یا پھر مجسمہ ہیں''۔

پھر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ان کی کفریہ و شرکیہ باتوں کا تعاقب کیا ہے۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر و مرتد سمجھے وہ کسی پر بھی تنقید کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی تعجب والی بات نہیں۔ آلوسی نے یہ شعر بھی ذکر کیا ہے:

إن الروافض قوم لا خلاق لهم

من أجهل الناس في العلم و أكذبه

''رافضی ایسی قوم ہیں جن کا عالی اخلاق میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ لوگ علوم میں پرلے درجے کے جاہل اور سب سے بڑھ کر جھوٹے لوگ ہیں''۔

صاحب المنار کا کہنا ہے کہ خط میں مذکور سخت جملوں کو میں نے حذف کر دیا ہے۔

کاش! کہ وہ ایسا نہ کرتے۔ اس لیے کہ رشید رضا کا رسالہ '' السنة والشيعة'' مؤلف کی گواہی کیساتھ ساتھ دو جلیل القدر علماء کی شہادت پر مبنی ہے۔ سب نے ہی بالاتفاق ان کے عقیدہ کو فاسد اور ان سے اتحاد کو ناممکن قرار دیا ہے۔

۵۔ ہلالی رحمہ اللہ:

مغرب عربی کے علامہ شیخ تقی الدین ہلالی نے ہند؛ عراق؛ اور جزیرہ نما عربیہ کے بیشمار سفر کیے ہیں۔ روافض کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ انہوں نے ایک رسالہ بعنوان: "مناظرتان بين سني و امامين مجتهدين شيعين" تحریر کیا ہے۔ اس میں سنی سے مراد خود ڈاکٹر تقی الدین ہلالی ہیں۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنے اور چند علماء

روافض کے مابین ہونے والی گفتگو لکھی ہے۔

اس رسالے کی ابتداء روافض کی تکفیر سے ہوتی ہے۔ اور بعض بڑے روافض کے نام بھی لیے گئے ہیں جیسے کہ عبدالحسین عبدعلی؛ عبدالزھراء؛ عبدالامیر۔ پھر شیعوں کے شیخ عبدالمحسن کاظمی سے مناظرہ کی تفصیل ہے۔ یہ شیخ مناظرہ میں اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ آئے تھے۔ ہلالی رحمہ اللہ بذات خود ان کے منہ سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ جملہ سنا: ''لا یا ملعونۃ''۔ نیز کاظمی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان میں جو گستاخی کی؛ اسے بھی سنا۔ اور کاظمی نے یہ بھی کہا کہ قریش نے قرآن کا ایک بڑا حصہ حذف کر دیا ہے۔

پھر مؤلف نے اپنے اور شیخ مہدی قزوینی کے مابین ہونے والی گفتگو بیان کی ہے۔ آخر میں قزوینی نے کاظمی کے تحریف قرآن کے قول سے رجوع کیا ہے۔ تاہم یہ رجوع تقیہ پر مبنی تھا۔ اسی لیے قزوینی نے بعد ازاں ایک کتاب لکھی۔ جس میں تقی الدین ہلالی کے مجلہ المنار میں سات حلقات میں شائع ہونے والے کالم پر رد کیا ہے۔ ان کے کالم کا عنوان تھا:

"القاضی العدل فی حکم البناء علی القبور"۔

اللہ تعالیٰ ہلالی کی عمر میں برکت دے۔ وہ روافض کے عقائد کے فاسد ہونے پر پوری طرح سے مطمئن ہیں۔ اور خوب جانتے ہیں کہ روافض اصول و فروع دونوں میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف رکھتے ہیں''۔

۶۔ مصطفیٰ حسن سباعی (۱۹۱۵ء تا ۱۹۶۴ء):

۱۹۵۴ء میں حسن سباعی نے جامعہ دمشق میں شریعہ کالج کی بنیاد رکھی۔ اور موسوعۃ الفقہ الاسلامی اور اسی طرح قسم ''الفقہ الاسلامی و مذاہبہ'' کے رئیس مقرر ہوئے۔

۱۹۴۵ء میں اخوان المسلمون کی جماعت کی تاسیس میں ان کا بڑا کردار تھا۔ اور بلاد شام میں جماعت کے پہلے نگران اعلیٰ اور المکتب التنفیذی کے چیئرمین مقرر ہوئے۔

۱۹۵۶ء میں بیمار ہونے کے بعد انہوں نے اپنی ذمہ داری استاذ ''عصام عطار'' کے

سپرد کر دی۔ جنہوں نے ساٹھ کی دہائی تک اپنی ذمہ داریوں کو خوب اچھے طریقے سے نبھایا۔

مصطفیٰ حسنی ایک بہادر مجاہد تھے جو کہ بلاد شام میں فرانسیسی استعمار سے لڑے۔ . مصر میں انگریزی استعمار سے جہاد کیا۔ اور مصر لبنان اور شام میں جیلیں بھی کاٹیں۔

۱۹۴۸ء میں شام کے طول وعرض میں گھوم کر جہاد فلسطین کی دعوت دی۔

قطنہ کے ٹریننگ سنٹر میں تربیت حاصل کرنے کے بعد اخوان المسلمون کے ایک بریگیڈ کے امیر مقرر ہوئے۔ اسی بریگیڈ نے صیہونی دشمنوں کے خلاف خونریز معرکے لڑے۔ اس طرح انہیں بیت المقدس کے دفاع کا شرف بھی حاصل ہوا۔

۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء کے دوران جماعت کے نائب مقرر ہوئے۔ اور پھر اسلامی بلاک کے رئیس مقرر ہوئے۔ نو افراد پر مشتمل دستوری کمیٹی میں بھی شامل رہے۔ تاہم وزارتوں سے ہمیشہ دور رہے۔ ان کے ایک دوست ان کے بارے میں کہتے ہیں:

''آپ ایک نسل کے مربی؛ ایک نسل کے استاذ؛ ترقی کے موجب؛ عوامی خطیب؛ ایک بڑے مصلح؛ ایک بڑے ادیب اور مصنف تھے۔ جو صفات اللہ تعالیٰ نے آپ میں جمع کیں وہ بہت ہی کم کسی ایک انسان میں جمع ہوتی ہیں''۔

ان کی وفات کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے شیخ بہجت بیطار نے ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا تھا:

''مرحوم ایک شریف اور دین دار؛ علم پرور؛ اور سخی خاندان میں پیدا ہوئے۔ جو کہ لغویات سے بہت ہی دور تھا۔ اس عالم باعمل کے چلے جانے سے ایک بڑا نقصان ہوا ہے۔

آپ اعتقاد کے طور پر سلفی اصلاح کار؛ صاف ستھرے مسلک کے حامی؛ صاحب عزیمت؛ عمل پسند؛ سلیم ذوق اور بہترین انتخاب کرنے والے تھے۔ حدیث میں انہوں نے بہت اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں''۔ [1]

---

[1] مصطفی السباعی بأقلام محبیه و عارفیه ؛ دار الورق ص ۵۳.

علم و دعوت؛ سیاست و جہاد میں اس قدر منزلت کا حامل انسان جو کہ سچائی اور اخلاص
میں اپنی مثال آپ ہو...... مندرجہ ذیل چند سطروں میں شیعہ کے ساتھ اپنے تجربات کا
خلاصہ بیان کرتا ہے' کہ وہ کیسے ایک بات کرتے ہیں اور پھر اس کے برعکس عمل کرتے ہیں'
آپ فرماتے ہیں:

'' (أضواء علی السنۃ کے مؤلف) نے جو کہ رافضی مأخذ پر اعتماد کیا ہے' تو میں چاہتا
ہوں کہ اس اعتماد پر مؤاخذہ سے قبل تمہیدی طور پر صراحتاً ایک بات ذکر کردوں؛ ہم انتہائی
دکھی دل کے ساتھ ان خونریز فتنوں کے بارے میں پڑھتے ہیں جو خلافت کے حصول کے
لیے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین پیش آئے۔ پھر
ان کے جو نتائج مرتب ہوئے اس کے آثار آج تک ہم دیکھتے چلے آرہے ہیں۔

مجھے اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنان یہود اور ان ممالک کے
عجمی جن میں اسلام پھیلا؛ ان کا اس فتنے کی آگ پھیلانے میں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا
کرنے ؛ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی احادیث منسوب کرنے میں بہت بڑا ہاتھ
تھا۔ میرا عقیدہ ہے کہ جمہور مسلمین (اہل سنت) اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے
ساتھ مؤدبانہ برتاؤ کرنے والے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی
کتاب میں راضی ہونے کی خوشخبری سنائی ہے' اور ہجرت اور نصرت کی مناسبت سے ان کی
فضیلت بیان کی ہے۔

یہ بات نہ ہی جائز ہے اور نہ ہی عقل میں آسکتی ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول ﷺ کے دین کی عظمت کے لائق ہے کہ: '' یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین [جو کہ رسول
اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ اور آپ کے پیغام و اسلام پیامبر تھے] رسول اللہ ﷺ کی
وفات کے بعد اسی حالت کی طرف پلٹ جائیں جو کہ رافضی مأخذ میں درج ہے۔ اگر آپ
شیعہ کی کتابیں پڑھیں یا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کی مجلسوں کی باتیں سنیں تو
آپ کہیں گے کہ یہ صحابہ کرام تو چوروں اور ڈاکوؤں کے گروہ کی طرح تھے۔ نہ ہی ان کا کوئی

دین اور نہ ہی کوئی ضمیر ہے جو انہیں جھوٹ بولنے' سازشیں کرنے' دنیاداری اور مال واسباب
سمیٹنے سے روکے۔ حالانکہ صحیح تاریخ کے مطابق جو مروی ہے اس میں ثابت ہے کہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سب سے زیادہ متقی اور ہر نسل انسانی سے زیادہ پاکیزہ اخلاق والے تھے۔ نیز
اسلام دنیا میں ان ہی کے ہاتھوں پھیلا ہے۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا؛ ہجرتیں کیں' اپنا
گھر بار چھوڑ کر وہ حق وسچائی پھیلانے کے لیے نکل پڑے' جس پر وہ خود ایمان لائے تھے۔

یہ بات واضح ہے کہ تفرقہ اور نزاع کا سبب یہ تھا کہ خلافت و امارت کا زیادہ مستحق کون تھا؟

یہ سبب نہ صرف ہمارے زمانے میں موجود ہے' بلکہ صدیوں سے چلا آرہا ہے۔ اب تو ہم
پر استعماری حکومت مسلط ہے۔ ہمارے پاس ملک نہیں رہا۔ جس کی حکومت کے حصول کے
لیے ہم آپس میں لڑیں۔ اور نہ ہی خلافت ہے جس میں ہمارا اختلاف واقع ہو۔ اور یہ باتیں
اتحاد اور اتفاق کا اجماع؛ اور ان معرکوں کے بعد جو جھوٹی احادیث اللہ کے رسول ﷺ اور
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف منسوب کی گئی ہیں' ان پر نظر ثانی کا تقاضا کرتی ہیں''۔

عصر حاضر میں فریقین کے علماء نے عام مسلمانوں کی اتحاد و اتفاق میں رغبت دیکھتے
ہوئے ایک دوسرے کے قریب آنے کا آغاز کیا۔ علماء اہل سنت والجماعت نے اس اتحاد کا
عملی مظاہرہ کیا۔ انہوں نے فقہ جعفری پر تحقیق کی؛ اور اس کا جمہور کے معتبر مذاہب کے
ساتھ موازنہ کیا۔ موازنہ کی تحقیق کالجز کے نصاب تعلیم میں اور فقہ اسلامی کے مؤلفین کی
کتب میں شامل کی گئی۔ جب سے میں نے جامعہ میں تدریس کا آغاز کیا ہے؛ میں بذات
خود اپنے دروس اور تالیفات میں اسی منہج پر کاربند رہا ہوں۔

لیکن فی الواقع شیعہ علماء کی اکثریت نے اب تک کوئی علمی کام نہیں کیا۔ چند سیمینارز
اور مجالس میں گول مول باتیں کی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر سب وشتم اور
بداعتمادی پہلے کی طرح برقرار رکھی ہے۔ اور اپنے اسلاف کی کتب میں مروی روایات پر
عقیدہ بھی پہلے کی طرح رکھا ہے۔ بلکہ بعض نے تو اس اتحاد کے خلاف بھی کام کیا ہے کہ
شیعہ سنی اتحاد میں سرگرم ہونے کے ساتھ ساتھ ایسی کتابیں بھی شائع کردیں جو ایسی

شخصیات پر طعن وتشنیع پر مشتمل ہیں جو کہ اہل سنت والجماعت کے ہاں انتہائی معتبر اور قابل صد احترام سمجھی جاتی ہیں۔

۱۹۵۳ء میں شہر "صور" میں عبدالحسین شرف الدین کے گھر میں اس سے ملاقات کی۔اس کے پاس کئی رافضی علماء بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ہم شیعہ سنی اتحاد کی ضرورت کے بارے میں بات کرنے لگے؛ اور اتحاد پیدا کرنے کا ایک بڑا سبب فریقین کے علماء کا ایک دوسرے سے ملاپ اور اتحاد کی دعوت پر مشتمل کتب اور تالیفات کا شائع کرنا قرار دیا۔

عبدالحسین اس بارے میں بہت پر جوش تھا۔اس مقصد کے حصول کے لیے شیعہ سنی علماء کی کانفرنس کے انعقاد پر اتفاق ہوا۔میں خوشی خوشی وہاں سے اٹھا کہ چلو کوئی نتیجہ تو حاصل ہوا۔پھر اسی غرض سے میں نے بیروت میں چند شیعہ سیاست دانوں؛ تاجروں؛ اور ادیبوں سے ملاقات کی۔تاہم حالات کی سنگینی میرے اور اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے میں حائل ہوگئی۔کچھ ہی عرصہ گزرا کہ عبدالحسین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم پر مشتمل ایک کتاب شائع کر کے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ابھی تک مجھے یہ کتاب پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔میں نے یہ کتاب حاصل کرنے کی بہت کوشش کی۔[اور اس کوشش میں لگا ہوا ہوں]۔ لیکن مجھے اس کتاب کے مندرجات معلوم ہوئے۔کہ "ابوریہ" کی کتاب میں جو باتیں اس نے نقل کی ہیں' ان پر عبدالحسین نے ان کی تحسین کی ہے۔گویا کہ عبدالحسین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابوریہ کی تنقید سے متفق ہے۔

مجھے عبدالحسین کے مؤقف؛ اس کے کلام اور اس کی کتاب سے بیک وقت تعجب ہوتا ہے کہ موصوف ماضی کو بھلانے اور شیعہ سنی اتحاد میں مخلص نہیں۔اب یہی مؤقف اس اتحاد کے دعویدار دوسرے علماء سے بھی سننے میں آیا ہے۔کہ یہ لوگ جہاں اتحاد کا نعرہ لگاتے ہوئے تقریبات منعقد کرتے ہیں؛ قاہرہ میں مجلّے شائع کرتے ہیں؛ اور اس غرض سے علماء ازہر کو لکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔لیکن اس دعوت کا کوئی اثر عراق اور ایران وغیرہ میں نظر نہیں آتا۔وہاں اپنی کتابوں میں اسی طرح سے طعن وتشنیع پر اور اختلاف صحابہ کو غلط رخ

دینے پر مصر ہیں۔گویا اس اتحاد کا مقصد اہل سنت والجماعت کو شیعہ مذہب کے قریب لانا ہے۔نہ کہ دونوں مذاہب کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا"۔

یہ بات بھی قابل فکر ونظر [وعبرت] ہے کہ مذاہب اسلامیہ؛ یا حدیث/سنت پر جس تحقیق کو بھی شیعہ نے اپنے نقطہ نظر کے خلاف سمجھا تو بعض رافضی علماء نے محقق کو آڑے ہاتھوں لیا۔اور اس کے ساتھ ہی اتحاد واتفاق کے دعوے کا لبادہ بھی اوڑھے رکھا۔محقق کو متعصب اور اتحاد کی راہ میں روڑے اٹکانے والا قرار دیا گیا۔لیکن عبدالحسین شرف الدین کو کسی نے بھی متعصب اور اتحاد کی راہ میں حائل نہیں سمجھا جس نے اہل سنت والجماعت کی ایک محترم ہستی جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر تنقید اور طعن وتشنیع کی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر متذکرہ بالا کتاب تک ہی معاملہ موقوف نہیں' بلکہ عراق وایران میں ایسی کتابیں طبع ہو رہی ہیں جن میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ایسی زبان دراز کی گئی ہے جسے کوئی صاحب ضمیر و وجدان انسان سننے کی تاب نہیں لاسکتا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر ابوریہ کی کتاب بھی اسی قسم کی ہے۔اگر شیعہ اس کتاب کے مندرجات سے متفق ہیں تو بلاشبہ یہ عداوت کے در کھلے رکھنے کا سبب بنے گا؛ وگرنہ کم از کم جواب در جواب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا؛ اور شیعہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں مؤقف ہمیشہ ذہنوں میں تازہ رہے گا"۔

محمود ابوریہ کا متذکرہ بالا کتاب میں جب ہم شیعی مراجع پر اعتماد کا مؤاخذہ کر رہے ہیں اور جب ہم احادیث کے بارے میں رافضی مؤقف پر بحث کرتے ہیں تو ہماری غرض یہ ہوتی ہے کہ:

۱۔علمی وتاریخی حدود میں مقید رہیں۔جب تحقیق وعلم کا موقع ہو تو تاریخ کے حقائق پیش کرنے میں کسی مجاملت سے کام نہ لیا جائے۔

۲۔ایسی تاریخی غلطیوں کی تصحیح جو کہ شیعہ مراجع پر اعتماد سے وجود میں آئیں۔

اس کتاب میں میں نے ان احادیث کے بارے میں شیعوں کے مؤقف پر بحث کی ہے۔ یہ ایک علمی بحث ہے؛ جسے درجہ عالیہ (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے ایک تحقیقی انسٹیوٹ کے علماء کے سامنے پیش کیا جانا ہے۔ اس کے باوجود میں نے متعدد اسباب کی بنا پر اس کتاب کی اشاعت روکے رکھی۔ ان میں سے چند ایک اسباب یہ ہیں:

ا۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک مبسوط مقدمہ لکھوں؛ اور موجودہ زمانے میں شیعہ وسنی اتحاد واتفاق پر اپنا مؤقف کھل کر پیش کروں۔ اس تحقیق سے میرا مقصد شیعہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا نہیں' اور نہ ہی دشمنی کی پرانی دبی ہوئی راکھ کو کریدنا ہے۔ اس لیے کہ میں اب تک سچے اتحاد اور ماضی کی غلطیوں کا تصفیہ کرنے کا داعی ہوں۔

ایک علمی مجلّہ نے جب مجھ سے کتاب کا یہ نسخہ لیا کہ اس کے منتخب ابواب کو مجلّے میں شائع کر دیا جائے تو مدیر مجلّہ کی رائے میں اس کتاب میں ایسے ابواب بھی ہیں جن کی وضاحت پر مشتمل تمہید ضروری ہے۔

تاہم مجھے اس وقت دھچکہ لگا جب میں علاج کی غرض سے بیروت میں مقیم تھا۔ کہ اس مجلّہ نے وہ باب شائع کر دیا جو احادیث سے متعلق شیعوں کے مؤقف پر مشتمل تھا۔

اس اشاعت نے شیعہ حلقوں میں غلط تأثر چھوڑا۔ بعض رافضی مجلوں نے اس پر تعلیقات بھی شائع کیں۔

اے بہت بڑے شاعر/استاذ احمد صافی نجفی نے اس بارے میں مجھے بتایا؛ میں ان کے سامنے اپنا مؤقف واضح کیا۔ اور یہ واضح کیا کہ یہ تحقیقات میری اجازت کے بغیر شائع ہوئی ہیں۔

اب ایک مرتبہ پھر میں قارئین کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ ایک ضروری تاریخی تذکرے کا لازمی جزء ہے۔ جو بھی انسان حدیث اور تدوین حدیث کے مراحل پر بحث کرے گا' وہ ضرور بالضرور ان وادیوں سے گزرے گا۔ ان کو نظر انداز کر کے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ باتیں صرف اس وجہ سے لکھی

ہیں کہ میں انہیں ایک علمی تحقیق کا لازمی حصہ سمجھتا ہوں''۔

اس کے باوجود کہ شیعہ حضرات جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں' میں نے اپنی کتاب میں کسی رافضی قابل احترام شخصیت کے حق میں کوئی گستاخی نہیں کی۔ اس لیے کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے ہیں؛ ان کا بیحد ادب و احترام کرتے ہیں۔ اسلام میں ان کے علم وفضل مقام و مرتبہ سے ہم خوب واقف ہیں۔ نیز ہم اولاد علی رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کے اعتراف کے ساتھ ان سے محبت والفت کا اظہار کرتے ہیں۔

کاش! شیعہ بھی ایسا ہی کریں جیسے ہم کرتے ہیں۔ تب ہم کسی ایک نکتے پر متفق ہو سکتے ہیں۔

میں بالتکرار شیعہ کے مخلص علماء کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اتحاد بین المسلمین کی کوششیں کریں۔ عالم اسلام کو لاحق مشکلات اور ان تخریبی سرگرمیوں کا مل کر مقابلہ کریں جو شیعہ اور سنی نوجوانوں کے دلوں سے دین کی عظمت نکالنے پر کمربستہ ہیں۔ شاید کہ اتحاد کی معاصر (۱۹۶۰ء) کوششوں سے کوئی حل نکل آئے۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ اتحاد واتفاق کی کوششوں کو عملی صورت میں پیش کیا جانا چاہیے نہ کہ صرف قولی بنیادیں مہیا کی جائیں''۔

ان بنیادوں میں پہلی بنیاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت کا اعتراف ہو۔ کہ انہی کے ذریعہ دین اسلام ہم تک پہنچا ہے۔ انہی کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اندھیروں سے نکال کر دین کی روشنی بخشی ہے۔

عصر حاضر کے چھ مشہور ترین علماء کرام کی رائے ذکر کرنے پر ہم نے اکتفاء کیا ہے۔ اس لیے کہ یہاں پر مزید گنجائش نہیں۔ تاہم بعض علماء کا یہاں پر ذکر کرتے ہیں جن کے روافض کے بارے میں فتاویٰ سے ہم نے صرف نظر کیا ہے؛ ان میں سے:

❀ جزیرہ عرب کے علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ: ان کی رائے بھی گزشتہ چھ علماء کرام رحمہم اللہ کی رائے سے مختلف نہیں۔

❀ علامہ شیخ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ: اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے طلباء ان کے

مؤقف کی گواہی دیتے ہیں' بالخصوص اس وقت جب چند شیعہ علماء ان سے مناظرہ کرنے کے لیے آئے تو انہوں نے یہ جواب دیا:

''اگر ہم کسی ایک اصول پر متفق ہوتے تو میں تم سے مناظرہ کرتا' لیکن ہمارے اپنے اصول ہیں اور تمہارے اپنے اصول ہیں۔ واضح ترین الفاظ میں کہ تمہارا اپنا دین ہے اور ہمارا اپنا دین ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ تم جھوٹ اور منافقت میں اپنی مثال آپ ہو''۔

❀ محدث شام حضرت علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ۔

❀ شیخ علمائے الجزائر علامہ بشیر ابراہیمی رحمہ اللہ: جنہوں نے بذات خود ''الزہراء'' نامی کتاب کے تینوں حصے دیکھے ہیں۔ جنہیں نجف کے علماء نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے لکھا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ایسی بیماری میں مبتلا تھے جسے مردوں کا پانی (یعنی مادۂ منویہ) ہی شفا بخش سکتا تھا''۔

اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے یہ کس قدر جھوٹے اور بہتان تراش لوگ ہیں۔

❀ استاذ احمد امین رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''فجر الاسلام'' میں شیعیت کی تعریف اور اس میں یہودیوں کے کردار؛ اور دین حق سے روافض کے ارتداد پر گفتگو کی ہے۔ جدید کتب شیعہ میں انہیں شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

❀ شیخ محمد اسعاف نیشاشیبی رحمہ اللہ؛ مؤلف کتاب ''الاسلام الصحیح''۔

❀ شیخ محمد ابراہیم سلمان الجبہان رحمہ اللہ: جنہوں نے ''تبدید الظلام وتنبیہ النیام'' کے نام سے ایک سلسلہ کتب کا آغاز کیا۔ اس میں انہوں نے شیعوں کی مجوسیت اور اسلام سے ان کی دوری سے پردہ چاک کیا ہے۔

❀ ڈاکٹر محمد رشاد سالم رحمہ اللہ: جنہوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منہاج السنۃ النبویۃ'' پر تحقیق کی' تحقیق کے مقدمے میں انہوں نے شیعیت اور امامت کے غلو پر بہترین کلام کیا ہے۔

❀ شیخ احمد زیاد کا مجلّہ ''الرسالہ'' دیکھا جائے تو اس میں بہت سارے علماء کی آراء

مذکور ہیں۔ جس میں ایسے حضرات بھی ہیں جنہوں نے ایران کا دورہ کیا۔ روافض سے گفتگو کی۔ اور الرسالہ میں اپنے خیالات قلمبند کیے۔

نوٹ:

آج کے بعض طالب علم شیعہ کو کافر یا مشرک کہنے میں دلی تنگی محسوس کرتے ہیں۔ اس بارے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ علماء سلف کی اکثریت نے صرف غالی شیعہ کو کافر قرار دیا ہے اور باقیوں کو بدعتی کہا ہے۔ میں یہاں پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شیعہ کو مطلق طور پر کافر کہنا جائز نہیں' اس لیے کہ بہت سے نام اور گروہ اس نام میں آتے ہیں۔

❀ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے؛ وہ بھی شیعان علی تھے۔ اگر ہم اس زمانے میں ہوتے تو ہم بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ کیونکہ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔

بہت سارے تابعین عظام رحمہم اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی جماعت میں شامل ہوئے۔ ہم ان کے بارے میں بھی اچھا گمان رکھتے ہیں۔

❀ زیدی: وہ لوگ ہیں جو حضرت زین العابدین (زید بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے متبعین ہیں؛ یہ صرف دیگر خلفاء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور برے الفاظ میں ان کا تذکرہ نہیں کرتے۔ تو یہ لوگ بھی مسلمان ہیں۔

جس اثنا عشری فرقے نے حضرت زید بن علی کو ٹھکرایا' اور ان کا انکار کیا' اس دن سے ان کا نام رافضی پڑ گیا۔ جس کا معنی ہے: ''انکار کرنے والے''۔ یہ لوگ غلو کی انتہائی خطرناک وادیوں میں داخل ہو گئے۔

❀ ہر زمانے میں ایسے مسلمان ہوتے ہیں جو کہ اہل بیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ تو صرف اہل بیت اطہار سے محبت میں غلوان لوگوں کے دین اسلام سے نکل جانے کا سبب

نہیں۔اس لیے ہم ان لوگوں کو کافر یا مشرک نہیں کہہ سکتے۔

لیکن وہ اثنا عشری' جعفری؛ امامیہ شیعہ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دیتے ہیں' اور احادیث مبارکہ کا انکار کرتے ہیں' اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن سے کچھ چیزیں حذف کر دی تھیں؛ اگر چہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو؛ اور عصمت ائمہ کا عقیدہ رکھتے ہیں؛ اور انہیں انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں؛ اور انہیں علم الغیب پر مطلع سمجھتے ہیں۔ان لوگوں کے مشرک اور اسلام سے دور ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔بالخصوص اس وقت جب وہ اپنی مخصوص کتابوں ''الکافی؛ فصل الخطاب؛ فقہ من لا یحضرہ الفقیہ؛ التہذیب اور الاستبصار'' کو صحیح سمجھتے ہیں۔

ان سب باتوں کے باوجود ہم شیعہ کو علی الاطلاق کافر نہیں کہتے۔

❀❀❀❀❀
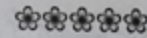
مبحث ہفتم:

کیا اس کے بعد بھی اتحاد ممکن ہے؟

جب روافض سے ہمارا اصول و فروع میں اختلاف ہے'

جب خیر القرون کے سربرآوردہ علماء کرام انہیں سب سے بڑا جھوٹا اور مرتد کہہ چکے ہیں'

جب عصر حاضر کے علماء کرام نے علمائے سلف کی رائے کی توثیق کر دی ہے

جب اثنا عشری شیعہ بالکل ایسے ہی ہیں۔تو چند سنی حضرات ان کا موازنہ عالم اسلامی کی تحریکات سے کیوں کرتے ہیں؟

انہیں کیسے مسلمان مجاہد اور اسلام کا ہراول دستہ قرار دیتے ہیں۔دیگر مسلمانوں سے تائید کے لیے اتاؤلے ہوئے جاتے ہیں؟۔

ہمیں نہیں معلوم کہ یہ سنی حضرات کس دلیل کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔کیا عقیدہ و شریعت سے صرف نظر کر کے کوئی سیاسی رائے اختیار کرنا جائز ہے؟۔

کیا اسلام کے بعض حصے پر عمل کرنا اور بعض کو چھوڑ دینا جائز ہے؟۔

کیا ہم امام مالک' امام شافعی؛ امام بخاری' ابن معین' احمد بن حنبل' ابن تیمیہ اور ذہبی رحمہم اللہ سے زیادہ دینی حمیت اور اسلامی اتحاد کے حریص ہیں۔

کیا سباعی رحمہ اللہ کے رفقاء اپنے دوست کے تجربے اور بیانات سے ناواقف ہیں؟۔

کیا آج کے روافض کی تائید کرنے والے آلوسی؛ قاسمی؛ بیطار؛ ہلالی؛ خطیب؛ اور رشید رضا سے بڑے عالم ہیں؟۔

کیا وحدت اسلامی ایسا مقصد ہے جس پر کسی بھی قیمت راضی ہوا جا سکے؟۔

خبردار! لعنت ہو ایسے اتحاد پر جو صحیح عقیدہ اور مضبوط بنیاد پر استوار نہ ہو!۔

یہ لوگ کس بنا پر خمینی کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں؟۔خمینی کی کتابیں آج بھی

ہمارے سامنے موجود ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ اس کا گستاخانہ رویہ اور نصیر الدین طوسی کے ساتھ اس کی والہانہ محبت اس کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

خمینی اپنی کتابوں میں اشارۃً بھی اتحادِ اسلامی کی بات نہیں کرتا۔اور اس کے نزدیک اسلامی حکومت کا تصور بھی شیعہ مذہب اور امام غائب کی اطاعت پر مشتمل ہے۔جس کے غائب ہونے پر ایک ہزار سال سے زیادہ گزر چکے ہیں۔

ایسے میں اہل سنت والجماعت کا شیعہ کی تائید کرنا العیاذ باللہ کہیں ان کے مشرکانہ عقائد کی تائید نہ ہو۔

ہم اپنے اہل سنت بھائیوں کے بارے میں ایسا گمان نہیں کر سکتے۔مگر وہ لوگ یہ سب کام لاعلمی کی بنا پر کر رہے ہیں۔

اگر ہمارے بھائی کہیں کہ: ''تم جو باتیں کر رہے ہو؛ ان سے تعصب ونفرت کی بو آتی ہے۔تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ: ''قرآن وحدیث ہمارے سامنے ہیں۔اسلام کسی شخص کی جاگیر نہیں کہ کوئی اس پر سودا بازی کرے۔ہم دین کو خالی خولی مصلحت کی نذر ہرگز نہیں کریں گے۔ہماری قوت اور عزت دین اور عقیدہ میں ہے نہ کہ قلت وکثرت میں۔

اگر ہمارے بھائی یہ کہیں کہ اس وقت شاہ کی حکومت ختم کرنا انتہائی اہم ہے' اور لازمی طور پر یہ لوگ شاہ سے کچھ تو بہتر ہیں؟

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ: ''ان کی خیر وشر کی مقدار کے بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکے ہیں۔ ہمارا مسئلہ شاہ یا کوئی اور شخصیت نہیں۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ ہم تماشائی نہیں بن سکتے کہ جو کوئی ڈرامہ دیکھائے ہم اس کی تائید کرنے لگیں۔

اگر ہمارے بھائی یہ کہیں کہ: کیا تم نے خمینی کی جرأت وشجاعت نہیں دیکھی ؛ ایرانی عوام کو اس نے کیسے متحد کر دیا ہے؟۔

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ: ''یہی مصیبت کی اصل جڑ ہے۔ ہم اہل حق

ہوتے ہوئے بھی قربانی اور اقدام سے خائف رہتے ہیں۔اور وہ باطل پرست ہوتے ہوئے بھی اکڑ کر چلتے ہیں۔

تاہم شجاعت وجرأت نام ہے صحیح اسلامی عقیدہ پر کاربند رہنے کا اور صدق واخلاص کے ساتھ اس کی تبلیغ کرنے کا۔

باب سوم:

ایرانی انقلاب اپنے سیاسی نتیجے کے آئینہ میں

یہ باب مندرجہ ذیل فصلوں پر مشتمل ہے

پہلی فصل:

امریکہ اور ایرانی انقلاب

کچھ اصول جن کا جاننا ضروری ہے

قارئین حضرات کو آئندہ صفحات پر کچھ عبارات ایسی ملیں گی جن کا سمجھنا ان کے لئے کسی قدر مشکل ہو سکتا ہے اور اس کی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ ان کو یہ عبارات گذشتہ آراء و نظریات اور سیاسی معلومات کے خلاف دکھائی دیں گی یا پھر یہ وجہ ہوگی کہ وہ ان عبارات کو آپس میں ہی متضاد سمجھیں گے۔

لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس الجھن سے بچنے کے لیے کچھ عام فہم اصول متعین کیے جائے اور اسی اثناء میں رافضیت اور تمام باطنی فرقوں کی حقیقت اور ان کا وہ مخصوص انداز اور طریقہ کار بھی بیان کر دیا جائے جسے وہ اپنے تمام معاملات طے کرنے اور سلجھانے میں بنیاد بناتے ہیں۔ ان اصول کو متعین کرنے میں ہم نے ان کی تاریخ اور عقائد اور اپنی ان خاص معلومات کو بنیاد بنایا ہے جو ہمیں ان کی خبروں کا تعاقب کرنے سے حاصل ہوئی ہیں ان میں سے اہم اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

ا: شیعہ قیادت اور فرق باطنیہ جو ان کی ذیلی شاخیں ہیں اور دنیا کے مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں ان سب کا مرکز ایران ہے۔ اس حقیقت کو خمینی نے اپنی کتاب ''الحکومۃ الاسلامیہ'' میں واضح کیا ہے۔ اسی طرح آیت اللہ شریعت مداری نے ۲۶ /۶/ ۱۹۷۸ء میں ایک سیاسی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا کہ پورے عالم میں شیعوں کے لیے ایک اعلیٰ مجلس کا انعقاد اور قیام ہونا چاہیے۔

اور پھر جب یہ بھی ضروری ہے کہ شاہ معزول اور دینی قائدین کے درمیان فرق کیا جائے اور ان کو ایک نہ سمجھا جائے تو تنظیم باطنی رافضی عالمی کا پہلے بھی اور اب بھی مسلسل

تعلق اور رابطہ کے لیے ذریعہ بنی ہے، اور ساتھ انہی ایرانی علماء نے دنیا کے ہر بڑے ملک میں شیعوں کی تعلیم وتربیت، اور ان کی تہذیب اور اصلاح پر خصوصی توجہ دے رکھی ہے، جس کا نتیجہ اس صورت میں سامنا آتا ہے کہ شیعہ اپنے ناموں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں اور فارسی کنیتوں کو ہٹا کر اس پر کسی عربی سلسلہ نسب کا اضافہ کرتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ شیعہ اب یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا تعلق آل بیت اور عربی سلسلۂ نسب سے ہے اور ان کے آباء واجداد نے اتنے عرصہ پہلے ایران کی طرف ہجرت کی تھی اور آج وہ اپنے وطن اور املاک کی طرف دوبارہ لوٹ آئے ہیں، اور وہ تمام شیعہ جنہوں نے کسی عربی ملک کو اپنا وطن بنایا ہوا ہے ان کے حق میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔

۲: شاہ معزول اور خمینی کے درمیان جو اختلافات تھے ان کا ایران سے باہر جماعت کے کارکنان پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا ہے۔ اہم یہی ہے کہ وہ ایرانی سیاست اور دینی قیادت دونوں کے حمایتی ہیں اور اس کو سمجھنے کے لیے ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی مثال:۔

سن ۱۹۶۸ء میں شاہ ایران نے کویت کا دورہ کیا، دورے پر جانے سے پہلے شاہ ۔۔۔ ان کے ایرانی اثر ورسوخ رکھنے والے لوگوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ شاہ ایران کے لیے ایئر پورٹ سے مہمان خانے کے محل تک (جو تقریباً ۔۔ کلو میٹر مسافت ہے) قالین بچھانے کا انتظام کریں، تو حکومت نے ان کے اس مطالبے سے اس شرط پر موافقت کر لی کہ وہ یہی انتظام ہر اس بادشاہ کے لیے کریں گے جو ملک کا دورہ کرنے آئیگا، لیکن انہوں نے اس شرط کے ماننے سے انکار کر دیا۔

اسی طرح درباری لوگوں کو جہاں کہیں تصویروں سے زیب وزینت کرنی ہوتی تو شاہ معزول کی تصویروں کو آویزاں کرتے تھے، اور شاہ کے ملک سے چلے جانے کے بعد انہوں نے ان کی جگہ خمینی کی تصویروں کو آویزاں کر دیا۔ اور اس انقلاب پر جسے اسلامی کہا جارہا تھا نہایت خوشی کا اظہار کیا، اور کسی ایک کے بارے میں نہیں سنا گیا کہ جس پر انقلاب

کے دوران تہمت کی انگلی اٹھائی گئی ہو۔

دوسری مثال:۔

شام کے نصیری نظام کی قیادت کے شاہ ایران اور اس کے نظام حکومت کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے، اور پھر جب خمینی کی قیادت میں نیا انقلاب آیا تو ان کے ساتھ بھی پہلے کی طرح انتہائی گہرے اور مضبوط تعلقات سامنے آئے، اور کسی نے یہ سوال نہیں اٹھایا کہ: آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ اتنے گہرے تعلقات جو شاہ معزول کے ساتھ تھے اب اسی طرح خمینی کے ساتھ بھی برقرار ہیں؟!

اسی کے ساتھ یہ بتلانا بھی مناسب ہوگا کہ اندرون ایران اور خارج ایران بہت سارے آیات اللہ ایسے تھے جن کے شاہ ایران کے ساتھ مضبوط تعلقات تھے، اور انہوں نے بھی شاہ کی معزولی کا راستہ نکالنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ان کی طرف سے شاہ سے صرف اصلاحات کی حد تک مطالبہ کیا جاتا تھا۔

۳: فرق باطنیہ جو شیعوں ہی کی ذیلی شاخیں ہیں، ان کے برق فرقے کی کچھ نسلیں فارسی ہیں مثال کے طور پر نصیریین جو اپنی نسبت اپنے جد امجد محمد بن نصیر کی طرف کرتے ہیں وہ موالی بنی نمیر (۲۳۲-۲۶۰) سامراء ہی کے موالی ہیں، پھر ان کے پوتوں نے بلاد شام کی قرمطی جنگ کے دوران سوریہ کی طرف ہجرت کی، اور سوریہ کے مغربی شمال میں کلبیین کے پہاڑوں کو اپنا وطن بنالیا، پھر بعد میں انہیں کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان پہاڑوں کو جبال النصیریہ کہا جانے لگا۔

نصیریہ کے عقائد بڑی حد تک مجوس کے عقائد سے مشابہت رکھتے ہیں، وہ سریہ پر اعتماد، اور حلول، تناسخ ارواح اور تقیہ کو اختیار کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیریہ کا تعلق ایران کے ساتھ دو جہتوں سے ہے ایک جانب سے تو یہ نسلی تعلق ہے اور دوسری جانب سے عقیدے کا تعلق ہے۔

۴: ان اختلافات کا سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں پہلوی خاندان تو قم ومشہد کے

حضرات علمیہ کے رؤساء کے درمیان مسلسل چلے آرہے تھے، ان کا ایران کی خارجی
سیاست پر اور اسی طرح فارسیوں کے اپنے قریب چند ملکوں سے وابستہ مفادات پر کسی قسم
کا کوئی اثر نہیں دکھائی دیتا۔ چنانچہ شاہ محمد رضا کو "بحری" یعنی فاتح اور شط العرب یعنی عرب کا
کنارہ کہا جاتا تھا جبکہ وہ تین عرب جزیروں طمب کبریٰ، صغریٰ اور ابوموسیٰ پر قبضہ کر چکا تھا

پھر جب اس کے بعد خمینی انقلاب کے قائدین آئے تو انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ
قبضہ شدہ جزیرے بھی فارسی ہیں اور اس کے علاوہ خلیج بھی فارسی ہے، اور اس نقطہ نظر پر بہت
زیادہ اصرار کرتے ہوئے بحرین، عراق، مکہ، مدینہ اور جنوبی لبنان کا مطالبہ کرنے لگے، بلکہ
اس کی کوشش اور تگ ودو میں لگ گئے کہ ایک بہت بڑی شیعہ بادشاہت قائم کی جائے جو
تمام اسلامی ملکوں کو شامل ہو، مزید اس بات کی صراحت اور وضاحت ان کے دستور میں کی
جس میں کہا گیا کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اس قیادت کو سنبھالنے والے مرشد عراقی یا لبنانی ہو۔

بتاریخ ۲۰/۱۰/۱۹۷۹ء میں انباء نامی اخبار نے ایران کے سابق وزیر اعظم دکتور
شاپور بختیار کا ایک انٹرویو جاری کیا، دوران انٹرویو جب اخبار کے نمائندے نے مقبوضہ
جزیروں کے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں انہوں نے اس خیال کا اظہار کہ یہ
جزیرے نہ تو عربی ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی مالک ہے، اور ساتھ ہی ایرانی حکومت میں
موجود کرد، عرب ایران اور بلوچوں کے لیے کسی قسم کی ذاتی خودمختاری حاصل ہونے سے
انکار کیا۔

دکتور بختیار نے یہ بیانات اور توضیحات انتہائی کٹھن وقت میں سامنے لائی جبکہ ان
کے لیے مصلحت تو اس میں تھی کہ وہ اس موقع پر ان معاملات میں مداہنت اختیار کرتے اور
مداہنت ان عربی ممالک کی خاطر ہوتی جو ایران سے ملے ہوئے ہیں اور خمینی انقلاب نے
ان کو پہلے سے ہی غیظ وغضب میں ڈالا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے اس موقع پر بجائے تقیہ
اختیار کرنے کے پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ ان خیالات کا اظہار کیا حالانکہ ان
کی طبیعت کا ضعف کسی بھی طرح اس کا متحمل نہ تھا۔

اس موقع پر یہ کہنا بجا ہوگا کہ خمینی کی خارجی سیاست شاہ اور بختیار کی سیاست سے کوئی
مختلف نہ تھی، بس یہ کہ اسباب تو متعدد تھے نتیجہ سب کا موت ہی تھا،

۵: شیعہ، نصیریین اور باطنیہ کے تمام فرقے جو شیعہ کی ذیلی شاخیں ہیں یہ سب کے
سب قصداً ایسے بیانات منظر عام پر لاتے ہیں جن کا آپس میں تضاد ہوتا ہے اور جان بوجھ کر
اختلافات کو گھڑتے ہیں، مثال کے طور پر ایک شخصیت اٹھ کر انقلاب کے برپا کرنے کی
دھمکی دے گی اور جب یہ دھمکی پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے تو ایک اور دوسری ذمہ دار شخصیت
کا بیان آجاتا ہے کہ جس میں اس کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے کہ ان کا انقلاب پیش کیے
جانے کے قابل نہیں اور جنہوں نے اس سے پہلے دیا تھا وہ کوئی ذمہ دار شخصیت نہیں ہے۔

اور پھر انہیں متضاد بیانات کے نتیجہ میں باطنی حریت پسند، انقلابیت، جمہوریت اور
باطنیت کے مختلف ریوں میں بہہ جاتے ہیں۔

اور انہوں نے یہ جو مختلف قسم کی علامات اور نشانیاں اٹھائی ہوئی ہوتی ہیں ان کی
حقیقت مقامی کھپت اور مرحلہ وار منصوبہ بندی سے زیادہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں یہ چیز
ضرور دکھائی دے گی کہ کہتے کچھ ہیں اور مقصود کچھ اور ہوتا ہے۔ لہٰذا ان میں اپنے تقیہ کے
عقیدے میں اختیار کرتے ہیں، اور یہی طریقہ کار سریہ پر ان کے شدت سے ایمان رکھنے
کے مناسب ہے۔

روافض نے اللہ ورسول پر، اور آپ ﷺ کے صحابہ پر جھوٹ باندھا ہے، اسی طرح
حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور ان کی اولاد پر (جن کی عصمت کے قائل ہیں) بھی جھوٹ باندھا ہے
غرض یہ کہ تاریخ کے اوراق کو افتراءات سے بھر دیا ہے، جیسا کہ باب ثانی میں ہم ان سے
متعلق علماء جرح وتعدیل کے اقوال نقل کر چکے ہیں، لہٰذا ان کے اقوال اور افعال بالکل بھی
قابل اعتماد نہیں۔

اس کے علاوہ دھوکا دہی اور غداری بھی ان میں رچی بسی ہوئی ہے لہٰذا جو شخص ان کے
حالات کی نگرانی اور ان کا تعاقب کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ لوگ پہلے تو ایک طویل

عرصہ تک ملک کی تحریکوں میں سے کسی تحریک میں حصہ لیتے رہیں گے اور جب ان کو اس تحریک میں خوب کثرت اور غلبہ حاصل ہو جائے اور اپنے مخصوص اہداف اور مقاصد میں کامیابی حاصل ہو جائے تو فوراً ہی تیروں کا رخ اپنے ساتھ شریک لوگوں کی طرف موڑ لیں گے اور اپنے ہی قدموں سے ان تمام مقدسات کو پامال کر دیں گے جن کے تقدس و تعظیم کی وجہ سے خود بھی اس کے گرد طواف کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان کی تعظیم اور عبادت کی دعوت دیا کرتے تھے۔

ہمارے علماء نے ان کے اسی طریقۂ کار کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

یہ لوگ ہر اس قوم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جو ان کے ساتھ کسی بھی ایک چیز میں موافقت رکھتی ہے اور لوگوں کے درمیان یہ تمیز کر لیتے ہیں کہ ان کو ہم دھوکا دے سکتے ہیں اور ان کو دھوکا نہیں دے سکتے، اور پھر ہر ایک کو دھوکا دینے کے لیے اس کا مناسب دروازہ اختیار کر لیتے ہیں، مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے حضرت علی کے ساتھ ظلم کیے جانے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کیے جانے کا سہارا لیتے ہیں اور اگر مخاطب یہودی ہو تو پھر یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ہم مسیح کے منتظر ہیں اور مسیح ہی امام مہدی ہے اور اگر مخاطب نصرانی ہو تو پھر اس کے برعکس راہ اختیار کرتے ہیں۔

سریہ ان کے اصولوں میں ایک اصول ہے اور یہ اس پر ہر صورت میں کاربند رہتے ہیں اگرچہ ان کی ہی حکومت کیوں نہ ہو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے معاملات کو انتہائی خفا میں رکھتے ہیں اور کبھی بھی اپنے مقاصد اور اہداف کی وضاحت نہیں کرتے لہٰذا دن بھر اپنے نشر واشاعت کے ذرائع کچھ بیان کریں گے اور رات بھر اس کے خلاف منصوبہ بندی میں گذاریں گے لہٰذا جو شخص ان کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ کرنا چاہے تو اس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ بہت سی ایسی باتوں کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھے جو اس کی معلومات کے برخلاف ہوں۔

٦۔ باطنی روافض عرب مسلمانوں کو انتہائی ناپسندیدگی اور غیظ وغضب کی نگاہوں سے

دیکھتے ہیں اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ عرب مسلمانوں نے فارس کی شان وشوکت کو تہس نہس کر کے کسریٰ کی بادشاہت کو مغلوب کر دیا، اس پر ان کے مشرکین اور کفار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے میں تعاون کرنے کی تاریخ بہترین شاہد ہے۔

تاتاریوں نے جن خونریز معرکوں میں ان کو استعمال کیا اس کی گواہی تاریخ اسلامی سدا دیتی رہے گی اور انہی کے لیڈر نصیر الکفر الطوسی ہلاکو خان کے وزیر بھی تھے اور بغداد میں مسلمانوں کی نسل کشی کرنے کے راہنما بھی تھے۔

مشہور صلیبی جنگوں میں نصرانیوں نے ان کو ہی استعمال کیا، اور نصیریوں نے ان کی ہی فرمانبرداری کرتے ہوئے شام کے ساحلی علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ قتل وغارت کی، اور حکومت عبیدیہ مجوسیہ نے مصر میں صلیبیوں کے قدم جمانے کے لیے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اور ساتھ ہی امامیہ شیعہ کے بعض امراء نے شام میں اپنے بعض علاقے بغیر کسی قتل وقتال کے صلیبیوں کے حوالے کر دئے

اسی طرح پرتگالیوں اور انگریزوں نے عثمانیہ حکومت کے خلاف ان کو ہی کھلم کھلا استعمال کیا اور صفویوں نے ایک بدنما کردار ادا کرتے ہوئے مسلمانوں کی سرحدوں کو ایک کفریہ استعمار کے حوالے کرنے میں مدد کی۔

آئندہ صفحات پر ہم اس بات کے بہت سارے شواہد پیش کریں گے کہ عوانہ، امریکا اور اسرائیل کو ان کا تعاون حاصل رہا ہے، جس طرح سن ١٩٧٥ میں لبنان کی جنگ میں حاصل تھا اور جس طرح آج بھی ایران میں حاصل ہے۔

یہ لوگ ہر زمانے اور ہر ملک میں اسلام کے دشمنوں کے لیے سواریاں بنے رہیں ہیں، جو شخص ان کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آج کا شیعہ کل کے شیعہ سے بہتر ہے وہ ایک بہت بڑے وہم میں مبتلا ہے۔

٧: باطنی روافض کی کچھ نسلیں قدیم اشراکیت کا نظریہ رکھتی ہیں، وہ اس لیے کہ قرامطہ ان کے ہی بدبودار درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، جس کا پودا مزدک نے لگایا تھا پھر بعد

میں ابوحامد قرامطی آئے اور انہوں نے اس درخت کی دیکھ بھال اور سیرابی کا کام کیا۔

باطنی روافض اپنی دعوت کی نشر واشاعت کے لیے جو طریقہ کار استعمال کرتے ہیں ان میں سے ایک لاقانونیت اور ہنگامہ آرائی ہے کوئی بھی آدمی ان کے اصول وضوابط کے زیر سایہ اپنی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رکھ سکتا، اور اسی لاقانونیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کے جھگڑوں کو رفع کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں اور جو اس کے لیے تیار نہ ہو رہا ہو تو اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں۔

۸: ان کے عقائد میں ایسا اصول نہیں ہیں جو ان کو محرمات سے روکے یا منکرات کا ارتکاب کرنے سے ان کو جھڑکے، تقیہ پر ایمان رکھنے نے ان کو امت کا سب سے بڑا جھوٹا بنا دیا ہے۔ متعہ کے عقیدے نے ان کے بڑوں بڑوں کو زانی بنا دیا ہے، اور اللہ کے رسول کے صحابہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی نے ان کے لیے مسلمانوں کو گالیاں دینا اور اللہ کے نیک بندوں پر جھوٹ بولنا آسان کر دیا ہے،

یہ کون سا عقیدہ اور نظریہ ہے جس پر رفعت اسد اور اس کی جماعت کے افراد کی تربیت ہوئی ہے۔ بلکہ یہ کیسا عقیدہ ہے جس نے صادق طباطبائی گلوکار کو ایرانی وزراء کے صدر کا نائب بنا دیا ہے؟!

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اخلاق حسنہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کون سا اخلاق ہے جس کا حامل جھوٹ، گالی گلوچ، متعہ کے نام پر زنا کاری کرنے اور برے برے لوگوں کی صحبت سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا؟!

یہ وہ اصول ہیں جن کا یاد رکھنا از حد ضروری ہے، اب چاہے کسی نے روافض کی کتابوں کا مطالعہ کرنا ہو یا ان سے گفتگو کرنی ہو یا ان کی سرگرمیوں کا تعاقب کرنا ہو یا پھر ان کے طریقہ کار اور منصوبوں کو ناکام بنانا ہو تو ان سب امور کے لیے ان اصول کا ذہن نشین ہونا بے حد ضروری ہے۔

اور اگر بالفرض ان اصولوں سے تجاہل اور لاعلمی برتی گئی تو پھر جو شخص ان پر کسی طرح

کا حکم لگانے کے درپے ہوگا تو اس کو اپنے سامنے مختلف متضاد قسم کے مسائل اور آراء دکھائی دیں گی، کبھی تو وہ اس رائے کو سامنے رکھ کر حکم لگائے گا جو کسی لیڈر سے سنی ہوگی، لیکن پھر یہ رائے تقیہ کی صورت اختیار کرلے گی اور اسی لیڈر کی ایک اور رائے اور نظریہ سامنے آئے گا جو پہلے نظریئے کے بالکل متضاد ہوگا، لہٰذا اب پہلی رائے کے مطابق حکم لگانے والا پوری سادگی اور غفلت کے ساتھ دوسرے نظریے اور رائے کے متعلق کہے گا کہ یہ دوسری رائے نقل کرنے والے نے اس صاحب رائے پر افتراء اور جھوٹ گھڑا ہے۔

یہی وہ ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے جس کی معرکہ آرائیوں کا پوری دنیا میں اللہ کی طرف دعوت دینے والے نشر واشاعت کے ذرائع کو سامنا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آج شیعہ ایران میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، اور ایک بہت بڑی بادشاہت قائم کرنے کی آس لگائے بیٹھے ہیں عالم اسلام کے کسی بھی قلم نگار اور بحث وتمحیص کرنے والے کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ان سے تجاہل اور لاعلمی برتے ان کے سیاسی معاملات کے ہر جگہ نشانات اور پس منظر ہوں گے، مثال کے طور پر اگر کوئی یہود کے بارے میں بھی کچھ لکھنا چاہے تو اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ ان کی تاریخ سے واقف ہو۔

اور اگر لکھنے والے نے ان مسائل کی طرف توجہ نہ دی تو اس کی ساری بحث کا نتیجہ بیکار اور بے قیمت ہوگا۔

اسی لئے ہم نے روافض کے متعلق یہ اصول پہلے پیش کئے تاکہ یہ سارے اصول ہمارے قارئین کو ذہن نشین ہوں اور وہ ہمارے ساتھ ان اسباق کی طرف چلے۔

دوسری فصل

تغیرات کی جو ہوائیں چند مہینوں سے ایران میں چل رہی ہے انہوں نے لوگوں کو چند سوالات کے سامنے کھڑا کیا ہے

یہ واقعات کب اور کیسے ختم ہوں گے؟

کیا ایران میں رونما واقعات صرف داخلی ہیں یا ہر ٹیلے کے سامنے بھی وہی ہے جو اس کے پیچھے ہیں؟

کیا ملکی اتحاد ان واقعات سے متاثر ہوگا؟

ان تمام سوالات کا جواب دینے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں اس مخالفت کے بارے میں علم ہو جس کا شاہ کو سامنا تھا۔

مخالفت:

اندرون ایران شاہ کے مخالفین بہت زیادہ ہو گئے تھے، کچھ لوگ وہ تھے جن کا ذکر کھلے طور پر سامنے نہیں آیا، ان میں سے کرد، عرب، احوز اور بلوچ ہیں۔

اس فیصلے اور رپورٹ میں ہم خاص کر ان تحریکوں اور پارٹیوں کا ذکر کریں گے جنہوں نے شاہ کے نظام سے ٹکرانے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا، ان میں سب سے نمایاں تو دہ پارٹی ہے یہ ایک کمیونسٹ پارٹی ہے جس کا روسی اتحاد سے رابطہ اور تعلق ہے اس پارٹی اور اس کے نتیجے سے متعلق دو طرح کے لوگوں کی باتیں سامنے آتی ہیں۔

ایک طرف تو یہ شاہ کے حمایتی ہیں جو اندرونِ ایران اور خارج ایران خاص کر عربی خلیج میں ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ ثورہ پارٹی ان کا سب سے بڑا طاقتور مخالف ہے اور شاہ کے سقوط کی صورت میں وہی اس کا بدل بنے گا اور اس وقت پورا ملک کمیونسٹ یلغار کی خوفزدگی کا شکار ہوگا جو ایک بار پھر تاتاریوں کی شورش کو دہرائے گا (یہ رپورٹ ۱۳۹۹۲/۲/) میں لکھی گئی ہے، جس وقت خمینی (نوفل لوشاتل) فرانس میں تھے اور شاہ نے طہران میں اقتدار

سنبھالا ہوا تھا، یہ رپورٹ اس مرحلے میں جس نے کچھ ہی عرصہ پہلے شاپور بختیار کی حکومت کی تشکیل کی تھی ایک طرح کی نشان دہی اور شناخت کے طور پر سامنے آئی تھی۔ اس کو ہم بغیر کسی کمی بیشی کے یونہی ذکر کرتے ہیں۔

جبکہ شیعہ اس کے برعکس بات کرتے ہیں کہ ثورہ پارٹی کی کوئی حیثیت نہیں، اور جب یہ اپنی حکومت قائم کرلیں تو پارٹی اپنی سرگرمی اور کارکردگی کا تجربہ کرتی رہے گی اور اس کے کارکنان کو خمینی نظام کے زیر سایہ ایک طرح کی سیاسی آزادی حاصل ہوگی۔

اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ثورہ پارٹی سن ۱۹۴۲ میں ایران میں اٹھی ہے اور اس کی صفوں میں بہت سے مزدور طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہوئے ہیں اور سن 1953 میں شاہ کے دوبارہ لوٹ آنے کی وجہ سے یہ مخالفت اور مزاحمت کے خیالات رکھتی ہے، یہ پارٹی انتہائی جنگجو بازو رکھتی ہے جنہوں نے ایران میں انتہائی متشددانہ کاروائیاں کی ہیں اور مشرقی المانیہ میں اس پارٹی کے افراد اور ان کی جنگی قوت کے بارے میں ہمیں کوئی خاص متعین عدد معلوم نہیں کیونکہ پارٹی اپنی سرگرمیاں مخفی طریقے سے سرانجام دیتی ہے ہاں یہ ہے کہ شاہ اور اس کی ایجنسیوں نے اس صدی کے اوائل میں اس پارٹی کے افراد کے ساتھ بہت ہی سخت اور متشددانہ رویہ اختیار کیا تھا اور اس کے افراد کو ظلم وقتل کا نشانہ بنایا تھا، لیکن اس پارٹی کو عوام میں کوئی خاص پزیرائی اور مقبولیت حاصل نہیں کہ جو شاہ کے چلے جانے کے بعد اقتدار حاصل کرنے میں ان کی معاونت کرے۔

ثورہ پارٹی سے متعلق گفتگو ہمیں روسی اتحاد سے متعلق بات چیت کی طرف لے جاتی ہے جس کے ہاتھ میں اس پارٹی کی باگیں ہیں اور وہ جہاں چاہے اسے لے جائے، روسی اتحاد نے شمال میں ایران کی حد بندی کی ہوئی ہے، اور ایران کے گرم ساحلی علاقوں تک پہنچنے کی قیصروں کے زمانے سے آس لگائے بیٹھا ہے، اور پہلے بھی وہ ۱۹۰۷ء میں برطانیہ کے ساتھ ایران تقسیم کرچکا ہے۔

سن ۱۹۲۱ کے زمانے میں رضا پہلوی نے روس کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس کے

نتیجے میں ان کو اپنے علاقوں میں چند امتیازات دیئے تھے سن ۱۹۴۰ء میں سٹالین نے المانی لیڈر ہٹلر کو ایران کے آپس میں تقسیم کرنے کی پیش کش کی تھی جس کو ہٹلر نے رد کر دیا تھا تو سٹالین نے یہی کوشش برطانیہ کے ساتھ کی مگر اس نے بھی رد کر دیا، اس مغربی ٹھکراؤ نے سٹالین کو بہت غیظ وغضب میں ڈال دیا تھا تو اس نے مجوزا (آذربیجان) میں جمہوریت کی تشکیل کی اور اس کا دارالخلافہ تبریز کو بنایا۔

سن ۱۹۴۶ء میں روسی کمیونسٹ متحدہ ریاستوں کی دھمکیوں کی وجہ سے مقبوضہ ایران سے کوچ کرنے پر مجبور ہو گئے، جبکہ روس کو آج ایران پر قبضہ کرنے کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہے، اقتصادی معلومات اس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ روسی اتحاد اس سے پہلے اس امریکی اسلحہ سے ڈرتا ہے جس کا ایران میں ڈھیر لگا ہوا ہے۔ اور اسے معلوم ہے کہ امریکہ ضرورت پڑنے پر اسی اسلحہ کو ان کے خلاف استعمال کرے گا اور روس کو اس بات کا احساس ہے کہ شاہ ایران نے بہت سے مقامات پر اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے، اندرون ایران کمیونسٹوں کے ساتھ جنگ کر کے اور ظفار میں کمیونسٹ انقلاب کا استیصال کر کے اس کے ساتھ برا سلوک کیا ہے اور اس بات کا بھی احساس ہے کہ شاہ ایران کی کمیونسٹوں کے بارے میں غیر لچکدار پالیسی ہے۔

روس ایران کے حالات کی بڑی بے چینی کے ساتھ چھان بین کرتا ہے، اور اس چھان بین کے ذریعے دونوں ملکوں نے ایک دوسرے کی سرگرمیوں کا نوٹس لیا ہے۔ آخر میں کارٹر نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ امریکہ کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ روس ایران کی اندرونی صورت حال میں مداخلت کر رہا ہے اور وہ ایران کے احوال کی اپنے ذریعے چھان بین کر رہا ہے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شاہ کے ایران سے چلے جانے کے بعد کمیونسٹوں کو اقتدار نہیں مل سکتا، اور ان کے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ایران میں ڈیکٹیٹر فوجی اقتدار قائم رہے جو ان کا مدمقابل ہے، سب سے بہترین موقع ان کے لئے یہ ہوگا کہ ایران میں ڈیموکریٹ حکومت

قائم ہو اور وہ اس حکومت میں شریک ہو جائیں۔

جس طرح تودہ پارٹی اپنی ملکی محاذ آرائیوں کو اپنے مفادات کے حاصل کرنے کے لیے وسیلہ اور ذریعہ بنائی گئی۔ اور اگر ایران کی حکومت ٹوٹ کر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ جاتی ہے تو پھر روس از سر نو اپنی آذربیجان کی قدیم جمہوریت قائم کرے گی، کمیونسٹوں کا طریقہ کار مشہور ہے کہ وہ ڈیموکریٹوں سے مفادات حاصل کرتے رہیں گے اور جب معاملہ ان کے ہاتھ میں آجائے تو دوسرے ہم وطنوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنالیں گے۔

۲:۔ ملکی محاذ۔ الجبہۃ الوطنیۃ

یہ سابق رئیس الوزراء دکتور مصدق کی تحریک کا سلسلہ ہے جو کچھ تنظیموں پر مشتمل ہے۔ ایک سیاسی تنظیم ہے جس کے لیڈر کریم سنجابی ہے اور دوسری تنظیم (مجاہد والشعب، اوالاسلام الشوری) کے نام سے ہے۔

الجبہۃ الوطنیۃ ایک ایسی تحریک ہے جس کے پاس کوئی خاص نظریہ اور فکر نہیں، اور یہ ان ملکی پارٹیوں کے ساتھ بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہے جو بلاد عربیہ میں قائم ہے، جیسے مصر میں حزب الوفد، سوڈان میں حزب الامۃ، سوریہ میں الحزب الوطنی یا حزب الشعب ان پارٹیوں کے قائدین کی بزرگی نے ان کو استعمار بنا رکھا ہے۔

دکتور کریم سنجابی نے فرانس میں خمینی کے ساتھ ملاقات کی اور ان کی ہر بات سے اتفاق کیا جیسا کہ انہوں نے اپنے بیانات میں اس کی صراحت کی ہے اب یہ معلوم نہیں کہ شاہ نے ان کو اس بات کی کیسے اجازت دی کہ وہ ملک کو دہشت گرد فوجی حکومت کے زیر سایہ چھوڑ کر چلے گئے، پھر اس کو گرفتار کر لیا اور چند دنوں بعد چھوڑ دیا، اور یہ بھی پتہ چلا کہ انہوں نے امریکی ذمہ داروں اور شاہ کے ساتھ مل کر چند اجتماعات قائم کئے تھے (الہدف ۱۹۷۸/۱۲/۱۴ء)

اور ان لوگوں میں جن کے نام وزارت کی تشکیل کے لیے سامنے آئے ایک تو (علی امینی) ہے اور یہ (۶۱ ـ ۶۲) کے سابق رئیس الوزراء ہے ان کی وزارت دستور کے بعد وجود

میں آئی۔ انہی کے عہد وزارت میں سنٹو کا معاہدہ قرار پایا، بعد میں ان کی وزارت کی
مستردگی کے بعد ان پر لوٹ کھسوٹ کا الزام لگایا گیا، اور امریکی ہی ان کو لانے والا تھا، ان
کے علاوہ غلام حسین صدیقی ڈکتور بختیار اور سید نظام تھے، بعد میں ان سب کو متحدہ امریکی
ریاستوں کا عامل بنا لیا گیا، یہاں تک کے عباس ہویدا کو امریکہ نے اپنا ہیرو بنانا چاہا لیکن
شاہ کی حکومت نے ان کو گرفتار کر کے ایران جیل میں زیر حراست کر لیا۔

اور رضا محمد بن شاہ صلح صفائی اور صورت حال کی اصلاح کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

اور ایرانی طلبہ کو ملنے اور ایران کی موجودہ صورت حال کو ماننے کی ترغیب دیتے تھے۔

۳۔ الزعامۃ الشیعیۃ

ایران کے گذشتہ عہود میں شیعہ علماء کی سب سے پہلی بات پہلوی خاندان ہی کرتا تھا
لیکن بعد میں ان کے اور رضا پہلوی کے درمیان بہت شدید اختلافات پیدا ہوئے، اور ان کا
آپس میں یہ مقابلہ رضا کی ہلاکت کے بعد جاری رہا اور محمد رضا نے (روح اللہ خمینی) کے خلاف
دینی مخالفت کی قیادت کی، اور یہ مقابلہ آخر کار ان کے ایران سے نکالے جانے پر ختم ہوا۔

اور اب خمینی سے اس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ پہلوی خاندان کو نکالا جائے، بادشاہی
نظام کو ختم کیا جائے اور ڈیموکریٹ جمہوری نظام کا قیام کیا جائے جو شیعہ عقیدے کے
مطابق شریعت اسلامیہ کا نفاذ کرے، اور اس وقت آیت اللہ شریعتمدار سے ۱۹۰۷ کے دستور
اور قانون کی طرف لوٹنے اور اسلامی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ جبکہ پہلوی
خاندان کے اقتدار میں باقی رہنے کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں۔

ظاہر ہے کہ شیعہ کے ہاں وہی بات معتبر ہوتی ہے جسے خمینی نے کہا ہو کیونکہ انہوں
نے خمینی کو اپنا سب بڑا قائد بنا لیا ہے۔ اور وہ انہی اوامر اور ہدایات کے مطابق چلتے
ہیں جو خمینی کی طرف سے صادر ہو، اب جبکہ خمینی کی سب سے بڑی مخالفت شاہ کے
مقابلے میں ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ مخالفت ذاتی اور خود مختاری کی بنیاد پر ہے یا پھر
اس کے کچھ خارجی عوامل ہیں؟!

امریکی کردار

امریکی حکومت کا کہنا ہے کہ مرکزی سراغ رساں ایجنسیاں اپنے مشن میں ناکام ہوگئی
ہیں اور اس کے بعض آفیسرز سے وائٹ ہاؤس اور کانگریس کی ریسرچ ٹیم جواب طلبی
کر رہے ہیں۔

یہ خبر کسی طرح بھی قابل قبول اس لئے کہ ایران میں (لومونس فرانسی کے کہنے کے
مطابق) (۴۰۰۰۰) سے زیادہ امریکی فوجی ہیں، جو بڑی مہارت کے ساتھ داخلی اور خارجی
دونوں وزارتوں میں امن اور (سافاک) کے حلقوں میں اور پیٹرول کی کمپنیوں میں کام
کر رہے ہیں ان کے پاس جدید سے جدید ترین تفتیشی ہتھیار ہیں اور ان کو داخل ایران اور
خارج ایران روس کی حدود پر، اور خلیج میں پوری آزادی حاصل ہے، اور ان کی تعداد ایرانی
فوج کے مقابلے میں 1/7 ہے اور (ایف ۱۴) کے طیاروں میں سے ہر طیارے پر ۱۵ ماہر
ترین فوجی آفیسر موجود رہتے ہیں (ہی، یو، اس، نیوز اندرورلڈ رپورٹ)

ان ساری باتوں کے بعد اس خبر کی کیسے تصدیق کی جائے کہ ایران کی بگڑتی صورت
حال نے امریکی سراغرساں ایجنسیوں کو پریشان کر دیا ہے اور اب وہ ان کی سرگرمیوں
کو محدود کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔

جبکہ دوسری خبر یہ کہ امریکی ایجنسی نے شاہ کو تنبیہ کرنے اور اس کا اثر ورسوخ کم کرنے
اور اس کو اپنے علاقے تک محدود رکھنے کا ارادہ کیا، جس کی وجہ سے افراتفری پیدا ہوگئی اور
حالات حد سے زیادہ خراب ہوگئے۔

یہ دوسری خبر یقینی اور قابل قبول ہے جس کے بہت سے اسباب ہیں ان میں سے سب
سے اہم یہ ہے کہ:

ا۔ شاہ یہ امید لگائے بیٹھے ہے کہ ایک بہت بڑی فارسی بادشاہت قائم کی جائے جو
پوری دنیا میں چھٹے نمبر پر بڑی حکومت ہو، اور اپنے مفادات کو حاصل کرنے کے لئے پوری
دنیا میں جا کر جدید سے جدید قسم کے اسلحہ خریدے، اور اسلحہ سے اپنے آپ کو لیس

کرنے کے لیے ہزار ملین ڈالر سے زیادہ خرچ کر ڈالا، اور تقریبات میں انتہائی اسراف اور شان و شوکت سے کام لیا تا کہ اس کے یہ جشن اس مرتبے کے موافق ہو جس کی اس نے امید لگا رکھی ہے۔

۲۔ روسی اتحاد سے ملاقات کی، اور روس کے بعض ذمہ داروں کا استقبال کیا جبکہ امریکہ ان تعلقات کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

۳۔ امریکیوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا جب انہوں نے دیکھا کہ شاہ ان کے ساتھ برابر سرابر معاملہ کر رہا ہے لہٰذا ۱۵/ ۳/ ۱۹۷۹ء میں انباء کی ایجنسی نے ان کا یہ بیان نقل کیا

''ایران اگر زیادہ نہیں تو اس قدر نقصان متحدہ امریکی ریاستوں کو پہنچا سکتا ہے جس قدر وہ ایران کو پہنچا رہے ہیں، اور مزید کہا کہ ایران کی جانب سے کوئی بھی انتقام اگر ہو گا تو وہ ایران کے کسی اصول کی بنیاد پر نہیں ہو گا کہ وہ پیٹرول کی بہت بڑی درآمدات کرنے والا ہے بلکہ وہ اپنی وسعت کی بنیاد پر بنتا ہو سکے گا متحدہ ریاستوں کے لیے خلیج کے علاقے میں مشکلات پیدا کرے گا''

یہ گفتگو انہوں نے ایک امریکی مجلّہ کے مقابلے میں (صحیفہ (کریستیان سائنس مونیتور) ترجمۃ الصحف العربیۃ ۳۰/ ۱۲/ ۷۸) میں کی تو امریکی ایجنسیاں کیوں خاموشی اختیار کر رہے ہیں جبکہ انہی کے ایجنٹوں میں سے ایک نے سرکشی اختیار کی ہوئی ہے جن کی ایک چوتھائی صدی سے حفاظت کا ذمہ انہوں نے اٹھایا ہوا ہے، اور اب امریکہ کا وجود اس ملک میں زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ جبکہ شاہ کو امریکی ایجنسیوں کے کردار اور ان کے اپنے ملک کے حادثات میں ملوث ہونے کا خوب علم تھا۔

۴۔ انہوں نے بعض امریکی مہمانوں سے ایک خاص مجلس میں یہ بات کہی کہ وہ اپنے مفاد میں کچھ رپورٹیں پیش کرتے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے پیٹرول کی کمپنیاں جو اخیر کے بعض ہنگاموں میں ملوث رہی ہیں امریکی ان میں ان کے ساتھ شریک ہو (الترجمۃ عن الصحف العربیۃ ۲۱/ ۱۱/ ۷۸)

شاہ نے اپنی ایک گفتگو میں جو (ٹائم) نامی ایک ہفتہ وار رسالے سے ہوئی مرکزی خبر رساں ایجنسی پر تنقید کی جس نے یہ کہا تھا کہ میں نے ۱۵ سال سے تعلقات قائم کیے ہیں اور شاہ نے گفتگو کرتے ہوئے مزید کہا کہ جب وہ اقتدار کی کرسی چھوڑ دیں گے تو ہزاروں لوگ اس جنگ و جدال میں مریں گے جو اس کے بعد ہو گا اور اگر یہ واقعہ پیش آیا تو مجھے اس بات تو مجھے اس بات کا احساس ہے کہ کمیونسٹ قوت آخر کار اپنا غلبہ قائم کر دے گی، جس سے یہ ملک ایک مفلس اور تقسیم شدہ ملک بن جائے گا۔ ❶

شاہ کی گفتگو امریکی ایجنسیوں سے متعلق خوب بصیرت کے ساتھ معلومات رکھتے ہیں چنانچہ یہ اپنے معاملات میں کسی اصول کا التزام نہیں کرتے، اور نہ ہی اخلاق کے قواعد میں سے اپنے آپ کو کسی قاعدہ کا پابند کرتے ہیں۔

چنانچہ ان کا درست نظریہ اور اخلاق اپنے معزز ترین دوست کے خلاف سازش کرنا ہے، اور ان کی سیاست کے وسیع و عریض اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر ملک میں کئی اطراف سے تعلق جوڑا جائے تا کہ جتنے بھی تغیرات اور انقلابات برپا ہو جائے نگران کے مفادات محفوظ رہیں۔

شاہ کی عمر ساٹھ سال تک پہنچ چکی ہے نہ اس کا کوئی خاندان ہے اور نہ ہی کوئی مضبوط پارٹی جو اس کی ہلاکت کے بعد اس کا وارث بنے، عوام بھی اس کی حکومت سے بور ہو گئی ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہ رہی ہے۔ اور اس کے کسی بدل کا مطالبہ کر رہی ہے تو پھر چاہے یہ اسلام شیعی و امریکی اسلام ہو۔

ہم معذرت خواہ ہیں کہ دلائل اور اسباب بیان کیے بغیر ہم نے نتائج کے متعلق گفتگو شروع کر دی (کچھ پہلے شاہ کا بیان گذرا ہے جس میں انہوں نے امریکی ایجنسیوں کو ان کے خلاف منصوبہ بندی کی پشت پناہی کا متہم ٹھہرایا ہے اور ان ایجنسیوں کے مخالفت کرنے والوں کے ساتھ گہرے تعلقات ہیں، اور خمینی مخالفت کرنے والوں میں پیش پیش ہو کیا شاہ

---

❶ الحکومۃ الاسلامیۃ للخمینی، ص ۱۲۸۔

کا یہ بیان صحیح ہے،اوران کے اس بیان اور خمینی کی زہد اور تقوی کی وہ حالت جوانہوں نے اختیار کی ہوئی ہے انکے درمیان تطبیق کیسے دی جاسکتی ہے)

اس سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ خمینی کا وہ فتوی سامنے لائیں جوانہوں نے تقیہ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے دیا۔

(اور جب تقیہ کی صورت حال ایسی ہو کہ جس سے ہمیں سلاطین کے قافلے میں داخل ہونا پڑے تو ایسی صورت حال میں تقیہ اختیار نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس کی نوبت قتل تک پہنچ جائے لیکن اگر یہ ظاہری دخول کی صورت اختیار کرلینے میں اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی فتح اور کامیابی ہو تو پھر اس کو اختیار کیا جائے گا جیسے علی بن یقطین نے اور نصیر الدین طوسی "رحمہما اللہ" نے اختیار کی (ولایۃ الفقیہ ص۱۴۲،۱۴۳)

لہذا خمینی نے طوسی کو اپنا مقتدا بنالیا، حالانکہ طوسی ہلاکو تاتاری جیسے مجرم کا وزیر تھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے ہلاکو کے لیے بغداد میں خونریزی آسان کردی، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ (خمینی جسے سمجھ رہے ہیں) اسلام کی حقیقی فتح سے مراد سنی مسلمانوں کا ذبح کیا جانا ہے

مزید کہتے ہیں کہ (یہ ایک فطری بات ہے کہ اسلام ظلم کرنے والوں میں داخل ہونے کی اجازت دے جبکہ حقیقی مقصود کو حاصل کرنا بھی اسی طرح ممکن ہو کہ یہی وہ حد بندی ہے جو ظلم کو ختم کرنے اور انقلاب کو پیدا کرنے کے لئے قائمین بالامر کے لیے کی گئی ہے، بلکہ کبھی تو یہ دخول کی صورت اختیار کرلینا واجب ہوجاتا ہے، اور اس میں ہمارے ہاں کسی کا اختلاف نہیں (الحوادث العدد ۱۱۵۶، ۲۹ / ۱۲ / ۱۹۷۸)

معلوم ہوا کہ خمینی کی رائے یہ ہے کہ جب اعداء اسلام کے ساتھ تعاون اور معاملات کرنے میں ان کے مذہب کی مصلحت ہوگی تو وہ اس تعاون کو واجب قرار دیتے ہیں اسی لئے انہوں نے طوسی کی اس خدمت کو جائز قرار دیا جونہوں نے تاتار فوجوں کے لیے کی تھی۔

اسی بنیاد پر خمینی کے لیے اور اس کے مذہب کے لیے جس کی وہ بشارت دے رہے

ہیں، مصلحت یہی ہے کہ امریکی ایجنسیوں کے ساتھ تعاون کیا جائے، اس لئے کہ اس کے ملک کا تمام اسلحہ اور معیشت امریکیوں ہی پر قائم ہے، اور کیونکہ وہ اس شیعی اسلام کو پسند کرتے ہیں جس کے خمینی علمبردار ہے، جبکہ ان کا طریقہ کار بھی راحت آمیز ہے چنانچہ وہ خمینی کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ سخت کلامی اختیار کرے اور ان کے خلاف سخت بیانات جاری کرے جیسا کہ انہی کے مذہب کے ایک پیروکار نصیری حافظ اسد کر رہے ہیں۔

جو ڈرامہ امریکی نظام نے ان ملکوں کے ساتھ کھیلنا شروع کیا ہوا ہے جن کی عوام اسلام پر عمل کرنے والی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں ہیرو کا کردار بھی پیش کیا جائے۔

۱۔ ۶ / ۱۲ / ۱۹۷۸ میں انباء کی ایجنسی نے ذکر کیا کہ متحدہ امریکی ریاستیں دینی پیشوا آیت اللہ خمینی کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اور ذرائع ابلاغ نے کہا کہ امریکی حکومت نے یہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش ان تحقیقات کے بعد شروع کی جسے ان کے ماہر آفیسروں نے جاری کیا اور وہ اس حقیقت کو پہنچے کہ ایرانی بادشاہت بہت خطرناک مشکلات کا شکار ہے۔

۲۔ بعض اخبارات نے یہ خبر نقل کی کہ سوڈانی لیڈر صادق مہدی نے وائٹ ہاؤس کی جانب سے وفد بن کر خمینی سے ملاقات کی ہے اس خبر کی خمینی نے نہ تکذیب کی ہے اور نہ تصدیق۔

۳۔ چھ مہینے پہلے شاہ نے عراقی حکومت کو ایک خط بھیجا جس میں انہوں نے کہا کہ طہران کے بعد بغداد کی باری آئے گی، کیونکہ متحدہ ریاستیں دینی اور مذہبی لڑائیوں کے ذریعے خطۂ زمین پر نظاموں کو بدلنا چاہتی ہیں اور شاہ نے اس بات کا بھی مطالبہ کیا کہ وہ آیت اللہ خمینی کی سرگرمی کا جائزہ لیتے رہیں کیونکہ خمینی کے امریکی ایجنسیوں سے رابطے ہیں۔

ایرانی حکومت کے مراکز کا کہنا ہے کہ (داریوس ہومون) ایرانی نشرواشاعت کے سابق وزیر جس نے ایک مقالہ نشر کیا جس میں خمینی کے ساتھ سخت کلامی کی ہے یہ امریکی ایجنسیوں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہ کہ اس کی سخت کلامی ان ایجنسیوں سے پناہ لینے کے لئے تھی۔

مذہبی اور دینی لڑائیوں کے چھیڑنے کی جو بات شاہ کے حکومت بغداد کی طرف بھیجے ہوئے خط میں آئی ہے۔ اس سے متعلق بہت سے مغربی اخبارات نے بھی گفتگو کی ہے اس لئے امریکہ اسلامی عمل کی صورت اختیار کر کے کام کر رہا ہے کبھی مساجد ضرار کے راستے سے کبھی عسکری تنظیموں کے راستے سے جس کی مصلحت یہ ہے کہ عالم اسلام میں سیاسی صورت حال بگڑ کر رہ جائے، جس کو بعد میں وہ روافض کے لیے درست کریں گے جنہوں نے یہ صورت حال پیدا کی ہے۔

۴۔ فرانسیسی حکومت نے اس بات سے کیسے اتفاق کر لیا کہ اس کی سرزمین اس کے گہرے دوست محمد رضا پہلوی کے خلاف سازش کا میدان بن جائے جبکہ ان دونوں کے درمیان بہت سارے معاہدے اور اتفاقات ہیں، ہاں اگر وہ خمینی کو اپنے ملک میں قیام کرنے کی اجازت دیتی ہے تو یہ ایک معمولی بات ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خمینی کو اس بات کی اجازت کیسے دے رکھی ہے کہ وہ فرانس میں بیٹھ کر ایران کے ہنگاموں کو بھڑکانے کے باوجود اس کے ایرانی سفارت کار کو مختلف یورپی ممالک میں ان کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔

کیا فرانس اس بات سے اتفاق کرے گا کہ علماء اہل سنت میں سے کوئی عالم فرانس میں بیٹھ کر اس مخالفت کی قیادت کرے جو انہی کی طرف منسوب ہو؟

ہمیں اس کا یقین نہیں آتا، دو دن پہلے فرانس وزرت خارجہ کے ایک وفد نے خمینی سے ملاقات کی ہے اور یہ پیش کش کی ہے کہ وہ فرانس میں اپنی اقامت کو جاری رکھے۔

واہ! یہ تو حاتم طائی جیسی سخاوت ہے!!

اب ہم امریکہ اور روسی اتحاد کے درمیان اتحاد کی سیاست کی طرف چلتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ ایران کے حوادثات وفاقی سیاست میں کسی قسم کا خلل پیدا کریں گے کیونکہ دونوں ملکوں میں سے کوئی بھی ملک اس بات کے لیے تیار نہیں کہ وہ اپنے آپ ان مصالح اور مفادات کے خاطر (جو دونوں میں سے ہر ایک ایران سے وابستہ ہیں) کو خطرہ میں

ڈال دے کرۂ ارض بہت وسیع ہے اگر کسی ایک کو یہاں نقصان ہوتا ہے تو وہ اس کی تلافی دوسری جگہ کرے گا۔

دونوں ملکوں نے آپس میں ایک دوسرے کو تنبیہات کا تبادلہ کیا ہے پھر دونوں ہی ایک دوسرے سے مطمئن بھی ہو گئے ہیں لہٰذا روس قرنِ افریقی پر غلبہ حاصل کرے گا تو وہ پارٹی اندرون ایران میں غلبہ حاصل کرے گی۔ اور ان کی اس قدر استطاعت ہوگی کہ وہ ظفار اور جنوبی یمن کے انقلابات کو حرکت دے سکے اور شمالی یمن میں نئے حوادثات پیدا کر لیں۔

اور امریکی رومانیا پر قبضہ رکھتے ہیں اور اس کا خطرہ ہے کہ وہ مشرقی یورپین ممالک کی طرف منتقل ہو جائیں اور یہ کر سکتے ہیں کہ ایران میں موجود اپنے حمایتیوں کے ذریعے روسی اتحاد میں سنی مسلمانوں کو حرکت میں لے آئیں، اور ہو سکتا ہے کہ مجبور ہو کر سیاد بری کو۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ دونوں ہی مقابل آپس میں ہم پلہ ہیں لہٰذا ''کچھ لو کچھ دو'' کا معاملہ کرنا چاہئے، جس کا آخری حل یہ ہے کہ امریکی کوشش کریں کہ ایران کے ہنگاموں کو ایسے طریقے سے ختم کریں جس سے روس طیش میں نہ آئے اور امریکیوں نے یہ کوشش شروع کر دی ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو (برزنسکی) (امریکی قومی امن کے رئیس کارٹر کے مشیر) (جارج بول) مشرق اوسط کے امور کی وزارتِ خارجہ کے وکیل (ریتشارد ہولمز) امریکن ایجنسیوں کے نظام کے سابق رئیس اور ایران امریکہ کے سفیر، جیسے افراد پر مشتمل ہے اور کمیٹی اپنا مشن شروع کر چکی ہے۔

وہ توقعات جن کے ذریعے بگڑتی صورت درست کی جا سکے انہی دو باتوں میں منحصر ہے۔

۱۔ شاہ مخالفت کو ختم کر کے خود ہی برسراقتدار رہے یا اپنے بیٹے کو اقتدار سونپ کر خود اقتدار کی کرسی چھوڑ دے اور ملک میں ایک مجلس وصایہ قائم ہو جائے۔

۲۔ احتمال اس بات کا ہے کہ ملک میں یہی افراتفری جاری رہے گی جب تک وہ حکومت قائم نہ ہو جائے جسے خمینی چاہتا ہے، اور وہ اس شیعی نظام کی تطبیق کرے گی جس کا انہوں نے وعدہ کر رکھا ہے، جبکہ اہل سنت اس صورت حال کو کبھی برداشت نہیں

کریں گے، اور اسی سے خانہ جنگیاں شروع ہوں گی پھر امریکہ شیعہ کے موقف کو بر سر اقتدار لائے گا اور ان کی معاونت کرے گا۔

شاہ کا باقی رہنا یا چلے جانا اتنا اہم نہیں بلکہ اہمیت کے قابل یہ بات ہے کہ ملک ایک نئی سازش کے شکنجے میں آجائے گا، جسے شیعہ نافذ کریں گے اور پھر ان کا اس خطے میں وجود ہی اسرائیل کے وجود سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوگا پھر اگر شاہ ملک میں باقی بھی رہے تو ان کا باقی رہنا ایک وقت تک اپنے ساتھیوں کی دل جوئی کے لیے ہوگا لیکن عملی طور پر ان کا اقتدار ختم ہو چکا ہوگا اور شیعہ خمینی کے اقتدار کا وقت شروع ہو چکا ہوگا۔

اس نئی صورت حال کے لیے مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہئے اور تحریک اور منصوبہ بندی اس بنیاد پر کریں کہ یہاں ایک نیا خطرہ ہے جو عالم اسلام کو خوفزدہ کر رہا ہے۔

اے اللہ میں نے تیرے پیغام پہنچا دیا تو گواہ رہنا۔

تیسری فصل

امریکہ اور ایرانی انقلاب

خمینی اور اس کے حمایتیوں نے امریکہ کے خلاف پوری دنیا میں ہنگامے کھڑے کر دیے ہیں ان کی کہی ہوئی باتوں میں سے کچھ یہ ہیں کہ

امریکہ ہی (السافاک) کے آدمیوں کی تربیت کر رہا ہے، اور ان کی تشدد کے لیے استعمال کیے جانے والے ہتھیاروں کے ذریعے مدد اور معاونت کر رہا ہے۔

امریکہ ایران کے پیٹرول اور دوسرے اقتصادی ذرائع سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور پھر انہی ذرائع کو مخالفت کے ختم کرنے اور شاہ کی حکومت کے امداد میں استعمال کرے گا۔

پوری دنیا میں عوام پر کیے جانے والے مظالم کی پشت پناہی امریکا کر رہا ہے۔

خمینی نے امریکہ کو اس کے بڑھے ہوئے ناخن کاٹ دینے کی دھمکی دی ہے، لوگوں کا خیال ہے کہ اس شور شرابے کے پیچھے کچھ دست وگریباں ہونے کے مناظر ہیں، جمہوریت کے قائم ہو جانے کے بعد لوگوں کے سامنے ایسے موقف آئے جو ان باتوں سے ہٹ کر تھے جو انقلاب لانے والے کیا کرتے تھے۔

کیونکہ طہران میں نئے نظام کو تسلیم کرنے والے ملکوں میں امریکہ سرفہرست تھا۔

اور جس وقت تہران میں اسرائیل کی سفارت پر پابندی لگائی گئی تو نئے انقلاب نے اس وقت امریکہ کی سفارت پر پابندی لگانے کا اقدام نہیں کیا، حالانکہ امریکہ اسرائیل سے زیادہ خطرے کا باعث ہے اگر وہ نہ ہوتا تو اسرائیل اور ان کے علاوہ دوسرے ملک کب کے زوال پذیر ہو جاتے۔

ایرانی پیٹرول کی ایک بار پھر امریکہ کے ذخیرہ اندوزی کے گوداموں میں بہتات

ہے اوراس کے اسرائیل کو پیش کیے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں، جس طرح امریکی جزل
پھر سے اپنے ٹھکانوں پر آگئے ہیں بعض اخبارات نے ان آفیسروں کی تعداد جنہوں نے
ایران کو نہیں چھوڑا تھا اور وہی رہے تھے سات ہزار سے زیادہ بتلائی ہے۔

واقعات کی رفتار جس تیزی سے چل رہی ہے یہ ہمیں اس انقلاب اوراس کے قائد
کے گرد بہت سے سوالیہ نشانات اور اشارات لگنے کی طرف لے جارہی ہے، ان میں سے
بعض اشارات تو ایران (کہاجارہاہے) کی سابقہ رپورٹ میں آگئے ہیں مگر اسلام کے
داعیوں کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے جس کے لیے اس بات کا تصور کرنا بہت مشکل
ہوگیا ہے کہ خمینی اوراس کے انقلاب کا امریکہ کے ساتھ رابطہ ہے۔

اور کبھی بڑے تعجب سے سوال کرتے ہیں کہ۔

یہ خمینی جو سفید ریش ہے اور جس نے اپنی جرأت اور شجاعت سے پوری دنیا کو ہلادیا
ہے...... اور یہ خمینی جس نے اسلامی شعار تک کو بڑی بے باکی سے رد کردیا تو وہ کیسے کارٹر
کے سامنے اپنے کو ذلیل کرے گا اوراس سے ہدایات اور اُوامر لے گا؟!

اور دوسری جانب سے بھی دیکھا جائے تو کسی طرح نہیں لگتا کہ خمینی امریکہ کا ایجنٹ
ہے، جب کہ امریکہ ہی اسے ڈرادھمکا رہا ہے اور طرح طرح کے الزامات کا بار اس پر ڈال
رہا ہے، اور اخبارات اور دوسرے نشر واشاعت کے تمام ذرائع نے خمینی اوراس کے حمایتیوں
کو اپنی بدزبانی اور سخت کلامی کا نشانہ بنایا ہوا ہے اور انتہائی گھٹیا اور بدنما القابات سے ان کو
نوازرہے ہیں۔

بعض نام لیوا مسلمان ہمارے اس الزام کو انتہائی ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں اور کہتے
ہیں کہ کیا یہ ایک مروج بات نہیں کہ اسلامی جماعت کو ایجنٹ ہونے کا الزام دیا جاتا ہے کہ یہ
انگلینڈ امریکہ کا ایجنٹ ہے؟

ہم پہلے یہ چاہیں گے کہ ان داعیوں کو اور جو دوسرے اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں
ان کی توجہ ان تیزی سے رونما ہونے والے واقعات کی طرف مبذول کرائیں، پھراس کے

بعد بغیر لفظوں کے حروف پر نقطے لگائیں اور اپنے دلائل کی وضاحت پیش کرلیں ہم تو اللہ
سے اس کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہماری زبانوں پر وہ بات آئے جو ہم نہیں جانتے۔

جہاں تک خمینی کی جرأت کی بات ہے تو جمال عبدالناصر امریکہ کی مخالفت میں ان
سے زیادہ جرأت مند تھا، اور جمال عبدالناصر کے اقتدار کی کرسی پر پہنچنے سے لے کر اس کی
ہلاکت تک وہ خود بھی اوراس کے تمام تر ذرائع ابلاغ امریکہ کو اپنی سخت کلامی کا نشانہ بنائے
ہوئے تھے اور امریکہ کے ذرائع ابلاغ اور اخبارات نے بھی جمال عبدالناصر کو اپنی سخت
کلامی کا نشانہ بنا رکھا تھا، پھر بعد میں پتہ چلا کہ وہ ان کا ہی ایجنٹ تھا، اور (مائلز
کوبلند) جو امریکن ایجنسیوں کے ایک بہت بڑے ملازم تھے، انہوں نے ہی اس خط کے
لکھنے میں معاونت کی تھی جس میں جمال عبدالناصر نے امریکہ کو اپنی سخت کلامی کا نشانہ بنایا
تھا اور (چیکوسلوافاکیا) سے اسلحہ خریدنے کے سودے کا اعلان کیا تھا،

اسی سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ تیسری دنیا کے لیڈروں میں سے
کوئی لیڈر امریکہ کے ساتھ دشمنی کا مظاہرہ کرے اور امریکہ کے اخبارات اور ذرائع ابلاغ
اس کی مذمت کرے، لیکن حقیقت میں وہ امریکہ ہی کے ایجنٹوں میں سے ایک ایجنٹ ہو۔

امریکہ کی ایجنٹنگ کرنے کی مختلف صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ شخصی رابطہ کی صورت میں
کی جائے، دوسری یہ کہ رابطہ بالواسطہ رکھ کر کی جائے اور تیسری یہ کہ امریکہ کسی انقلاب کے
بعض افراد کے ساتھ مل جائے اور اسے اپنا ایجنٹ بنالے اوراس سے کام لے اگرچہ انقلاب
میں شریک دوسرے بعض افراد کو اس کا علم ہی نہ ہو، اور ایجنٹ ہونے کی وہ صورت جو بعض
نام لیوا مسلمانوں کے ذہن میں گردش کررہی ہے وہ تو ایجنٹ ہونے کی ایک ابتدائی سیدھی
سادھی صورت ہے، یہ اس پر تنقید کا مقام نہیں ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ بعض نام لیوا مسلمان خمینی کو زہد اور تقوی کی حالت سے ڈھانپ
لیتے ہیں تو اس کیح لیے دوسرے باب (خمینی تطرّف اور اعتدال کے درمیان) میں ہم نے
کافی شافی دلائل ذکر کیے ہیں جس سے اس کی شخصیت کا بدکردار ہونا اوراس کے عقیدہ کا

فساد خوب واضح ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔

اس کے بعد ہم نے اپنی سابق رپورٹ (ایران کا رخ کہاں کی طرف ہے) میں وہ فتوی بھی ذکر کیا جو انہوں نے تاتاریوں کی کافر فوجوں کے ساتھ نصیر الکفر الطوسی کی بھاگ دوڑ کی مبارک بادی دی تھی کہ وہ کیا راز تھا جس نے فرانس کو ایسا کر دیا کہ وہ خمینی کو اپنے ہاں مہمان ٹھہرائے، اور اس کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ فرانس کے دل وجگر میں بیٹھ کر فرانس ہی کے ایک قریبی اور جگری دوست کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرے، اب ایک بات رہ گئی ہے کہ خمینی عراق میں تیرہ سال تک کیوں ٹھہرا رہا جبکہ وہ حوادثات کے کنارے پر ہے، اور پھر جب شاہ کے تعلقات امریکہ کے ساتھ ناخوشگوار ہو گئے اور امریکہ نے اس کا بدل تلاش کرنا شروع کر دیا، تو خمینی میں یہ بہادری اور دلیری بھڑک اٹھی؟!

اب اس سے پہلے کہ ہم ان اشارات کو موضوع گفتگو کے درمیان میں لاکر ان کو سمجھیں اپنے بھائیوں کو اس بات کا اطمینان دلانا چاہیں گے کہ بہت سے رابطے اور تعلقات ایسے تھے جو خود خمینی اور امریکی حکومت کے درمیان جاری رہے جس کے بعض دلائل یہ ہیں۔

نیوز ایجنسی نے واشنگٹن سے ۱۲/۲/۱۹۷۹ میں کارٹر کا ایک بیان نقل کیا ہے میں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے ایرانی انقلاب کے سب سے بڑے لیڈروں کے ساتھ کچھ رابطے قائم کئے ہیں، تو کیا وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور کیا خمینی انہیں میں سے ہیں جب سے رابطے قائم ہوئے؟

۲۱/۲/۱۹۷۹ء میں سابق امریکی اعلی نائب (امری کارک) تہران سے پیرس پہنچے اور ایرانی انقلاب کے قائد خمینی سے مذاکرات کئے، اور ان کے سامنے امریکی صدر کارٹر کا واقعات سے متعلق نقطۂ نظر بیان کیا، انباء ایجنسیوں کی تصریح کے مطابق

انہوں نے خمینی کو رخصت کرتے وقت کہا کہ (مجھے بڑی امید ہے کہ یہ بیداری اور تحریک ایرانی عوام کے لیے عدالت اجتماعیہ ثابت کر دے)

سوڈانی لیڈر صادق مہدی نے المستقبل رسالہ شمارہ ۱۵۱ تاریخ ۱۲/۱/۱۹۸۰ کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا کہ یرغمالی کے کیس میں امریکی حکومت نے مداخلت کی تھی اور اس مقصد کے لیے وہ خمینی سے ملے تھے اور مزید کہا کہ یہ کوئی پہلی مرتبہ وہ امریکہ اور خمینی کے درمیان میں نہیں آئے بلکہ اس سے پہلے بھی ان کے درمیان میں آئے تھے۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب خمینی فرانس میں تھے تو اس وقت بھی انہوں نے ساطت قائم کی تھی (دیکھئے (ایران کا رخ کہاں ہے؟)

ایرانی وزارت خارجہ کے وزیر دکتور ابراہیم یزدی نے ایک ایرانی اخبار ایاندیغان سے بات چیت کرتے ہوئے کہا جسے روئٹر نے ۶/۸/۱۹۷۹ میں نقل کیا ہے کہ کارٹر نے خمینی کو بختیار کی تائید نہ کرنے کی صورت میں ڈرایا دھمکایا ہے اور یہ دھمکی اس خط کے ضمن میں آئی ہے جسے دوبر خمینی کے پاس پہنچایا تھا جبکہ وہ فرانس میں اپنی پناہ گاہ نوفل لوشاتل میں تھے۔

خط کا مضمون ہمارے نزدیک اہم نہیں بلکہ مقصود اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ ایک خط کارٹر کی جانب سے خمینی کو بھیجا گیا تھا جسے دو بڑے فرانسیسی نمائندے لے کر گئے تھے اور یزدی سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ خط کی ساری باتیں ظاہر کر دے۔

امریکی ٹی وی (ان، بی، سی) نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ایران کی ایک دینی شخصیت شیخ الاسلام راضی الشیر ازی کا چار مہینے تک مخفی طور امریکہ میں علاج کیا گیا ہے۔

ٹی وی اسٹیشن نے کہا کہ شیخ شیرازی ایک قاتلانہ حملے میں زخمی ہوئے تھے پھر علاج کے لیے ان کو امریکہ لایا گیا اور میلنسوتا شہر کے ایک ہسپتال میں ان کا علاج کیا گیا۔

کہ شیرازی کے ایران میں حاکم انقلابی مجلس کے ساتھ تعلقات نہیں ہیں لیکن وہ صرف امام آیت اللہ خمینی کے دوست ہیں۔

ٹی وی اسٹیشن نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ شیرازی امریکہ چھوڑ گئے ہیں یا نہیں (واشنگٹن، الوکالات۔ ۱۹/۱/۱۹۸۰)

یہ کیسے ممکن ہے کہ امریکہ ایسے یرغمالی کے وقت میں خمینی جیسے شخص کے دوست کے

علاج معالجہ میں دیانتداری کا ثبوت دے؟!

اورامریکہ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ شیرازی انقلابی مجلس کے ارکان میں سے نہیں ہے، باوجودیکہ اس مجلس کے ارکان کے نام مخفی ہیں۔

بروس لینجن کی خمینی سے ملاقاتیں۔

بروس لینجن (   ) نے خمینی کے ساتھ قم میں تین مخفی ملاقاتیں کیں، اور چوتھی ملاقات تہران میں اس ہنگامی دورے میں ہوئی۔ خمینی اپنے دارالخلافہ میں گیا تھا۔

قم میں کی جانے والی ملاقاتیں ۱۹۷۹

ان ملاقاتوں سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آئے

اہواز میں پیش آنے والے واقعات کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اس سے ایرانی پٹرول کی پیداوار میں کمی آگئی۔

چنانچہ امریکہ ایرانی حکومت کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لپکی، اور کانگریس اس مخفی سودے کو ظاہر کرنے کے لیے آئی۔

کردی بغاوت تہران کی حکومت کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ فالتو پرزوں اور حفاظتی آلات کی امریکہ سے درآمدات کرے تاکہ جنگی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کو اس کے ذریعے چلایا جاسکے،

۱۹۷۹ء میں شائع ہونے والے وطن عربی اخبار نے کہا ہے کہ خمینی اور بروس کے درمیان قم میں ہونے والی پہلی ملاقات انقلاب کے پہریداروں کی موجودگی میں ہوئی، اس ملاقات میں خمینی نے کردی بغاوت کی تحریک اور روس کی اس کو سرمایہ کی فراہمی سے متعلق ریکارڈ کی فائل دی اور دوسری ملاقات میں بروس نے خمینی کو کارٹر کی تقاریر کا ترجمہ دیا جو بہت سے روحانی پہلوؤں اور انسان کے بنیادی حقوق کی دفاع کے مضامین پر مشتمل تھی۔

وطن اخبار نے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا کہ ایرانی جہاز جو پرزے لے کر امریکہ سے واپس آرہے تھے انہوں صرف مدرید کے ایئرپورٹ کو ریسٹ کے طور پر استعمال کیا اور یہ ایئرپورٹ

آٹھ مہینے کے انقطاع کے بعد استعمال کیا گیا (الوطن العربی، العدد ۱۳۹، ۱۷۔۱۱۔۱۹۷۹)

آخری خبر میں تو اس کی گنجائش ہے کہ اسے قبول کیا جائے یا رد کیا جائے۔ کیونکہ اخبارات میں سے صرف ایک اخبار نے اس کو نشر کیا ہے۔ لیکن نتائج کی خبر بھی نشر کی جانے والی خبر کے مضمون کے موافق ہے۔ اس لئے کہ ایران کو جنگی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے چلانے کے لیے ان پرزوں اور حفاظتی آلات کی ضرورت تھی۔

ابراہیم یزدی نے ایسوسی ایٹ پریس کی ایجنسی سے ایک ملاقات میں اس کا اعتراف کیا کہ امریکہ کے ساتھ آلات کے ایک شعبہ کی حفاظت۔ ان کے کہنے کے مطابق جس بات کے متعلق مذاکرات ہوئے ہیں وہ آلات ہیں جو ایران کے پاس ہیں) اور یہ پرزے طہران اسی لیے پہنچے ہیں (طہران، الوکالات 5/7/1979)

لیکن یزدی نے یہ نقاب نہیں ہٹایا کہ یہ مذاکرات کس درجے کے تھے اور نہ ہی ان ملاقاتوں کی حقیقت تک پہنچ سکے جو خمینی اور امریکہ کے درمیان ہوئے۔

آخری خبر کو اگرچہ رد بھی کیا جاسکتا ہے اور قبول بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس وساطت اور ثالثی سے انکار نہیں کیا جاسکتا جو امریکی حکومت اور خمینی کے درمیان، صادق مہدی یا کلارک یا فرانس حکومت کی جانب سے بھیجے جانے والے نمایندوں کے ذریعے سے ہوئی ہے، لیکن اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو یہ ثالثی نہیں تھی بلکہ مذاکرات تھے اس طرح ان ساری خبروں سے اس بات کا واضح دلائل ملتے ہیں کہ شیطان مردود اور کارٹر کے درمیان رابطے اور تعلقات تھے...... یا بعض نام لیوا مسلمانوں کے تصور کے مطابق زاہد اور ہیرو...... خمینی!

اب ہم تین رپورٹیں پیش کرتے ہیں:

پہلی رپورٹ: شاہ معزول کے بیانات ہیں۔

دوسری رپورٹ: خمینی کے ان شرکاء کے طرف سے صادر ہوئی ہے جنہوں نے تحریک کی کامیابی کے بعد اس سے اختلاف کیا۔

تیسری رپورٹ: الوطن الکویتیہ اخبار کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔

پہلی رپورٹ

شاہ کے اعترافات

شاہ نے اپنی یاداشت میں کہا ہے کہ طہران میں آنے کے چند دن بعد مجھے جنرل ہویزر کی موجودگی کا پتہ چلا تھا، یہ ہویزر یورپ میں امریکی قیادت کا ارکان کے نائب رئیس ہے، اور یہ ان تعلقات کا تقاضہ ہے جو ایران کے امریکہ حکومت کے ساتھ ہیں اس لیے کہ ایران سنتو معاہدے کا رکن ہے لیکن اس مرتبہ اس طرح کی کوئی صورت حال پیدا نہیں ہوئی کیونکہ ان کا ایران پہنچنا پوری رازداری سے ہوا ہے۔

شاہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہتے ہیں کہ

میرے جنرلوں کو ہویزر کی اس ملاقات کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا، اور جب اس ملاقات کی خبر نشر ہوئی تو روس کے ذرائع اطلاع نے کہا کہ ''جنرل ہویزر ایک عسکری انقلاب قائم کرنے کے لیے طہران پہنچے ہے پیرس سے چھپنے والے اخبار (نیویورک ورلڈ ٹریبون) نے اس خبر کے صحیح کرنے کی ذمہ داری لی ہے اور کہا ہے کہ اس خبر کی تصحیح کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ لفظ (قیام) کی جگہ لفظ (منع) ذکر کردے، پھر ہویزر کا مشن (عسکری انقلاب کا روکنا ہوگا)

شاہ نے مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا:

کیا عسکری انقلاب کا خطرہ موجود ہے؟ مجھے اس کا یقین نہیں آتا کیونکہ میرے جنرل اس قسم کو لازم سمجھتے ہیں جو انہوں نے قانون اور کرسی کی حفاظت کے لیے اٹھائی تھی، لیکن شمالی اطلس کے معاہدت کی ایجنسیوں اور مرکزی ایجنسیوں کے پاس اس عسکری انقلاب پر یقین کرنے کے بہت سے بہانے اور اعذار ہیں اور اس لئے سمجھتے ہیں کہ قانون کو عنقریب پامال کیا جائے گا اس لئے ضروری ہے کہ ایرانی فوج کو غیر جانبدار بنایا جائے، یہی وہ سبب تھا جس نے جنرل ہویزر کو طہران آنے پر مجبور کیا، اور مجھے اس بات کا علم ہے کہ

جنرل ہویزر بہت طویل عرصے سے مہدی بازرگان کے ساتھ رابطے میں ہے مہدی بازرگان وہ ممتاز انجینئر ہے جنہوں نے ایران کو آزاد کرنے کی تنظیم کی ایک عرصہ تک قیادت سنبھالی، اور یہ تنظیم اصل میں الجبھۃ الوطنیۃ تنظیم کا جز تھی، لیکن پھر حرکۃ التحریر تنظیم نے دیکھا کہ ان کے اور الجبھۃ کے مقاصد میں اختلاف ہے اس لئے کہ الجبھۃ اشتراکیت کو چاہتی ہے، تو اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔

جنرل ہویزر نے رئیس ارکانی جنرل قرہ باغی کو ایک عجیب پیش کش کی، پیش کش یہ تھی کہ وہ مہدی بازار سے ملاقات کریں (جس کو خمینی نے رئیس الوزراء مقرر کیا) مجھے جنرل قرہ باغی نے اس پیش کش کے بارے میں بتایا تھا، اس کے بعد کیا ہوا یہ کسی کو معلوم نہیں ہے، مہدی بازارکان اور جنرل ہویزر ہی دو شخص ہیں جو اس بارے میں جانتے ہیں۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ جنرل قرہ باغی نے اپنے ماتحت آفیسروں کو اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات میں حصہ نہ لینے پر اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے مجبور کیا۔

میں نے جنرل ہویزر کو ایک دفعہ دیکھا ہے جب وہ اچانک طہران دیکھنے آئے تھے پھر مجھ سے ملنے کے لیے امریکی سفیر سولیفان کی رفاقت میں آئے اور یہ میری امریکی سفیر سے آخری ملاقات تھی، دونوں کے سروں پر ایک ہی فکر سوار تھی کہ ''یہ معلوم ہو جائے کہ میں کس دن اور کس وقت طہران چھوڑ رہا ہوں، (۱۹ نومبر) کو میرے طہران سے چلے جانے کے بعد جنرل ہویزر چند دن طہران میں رہے جب جنرل ہویزر ایرانی فوج کے جنرلوں کو دکتور شابور بختیار سے جو ملک کو انتہائی سخت آزمائش سے نکالنے کے لیے تشکیل دی جانے والی وفاقی حکومت کے رئیس تھے علیحدگی اختیار کرنے کی بات منوانے میں کامیاب ہوگئے تو پھر ان کی مہم اور مشن کے پورے ہونے کے لیے صرف ایک معاملہ باقی رہ گیا تھا (اور وہ ایرانی فوج کے سر کا قلم کرنا تھا) اور ان کا یہ مقصد بھی پورا ہوگیا کہ سارے بڑے جنرل یکے بعد دیگر مارے گئے، سوائے جنرل قرہ باغی کے، اس لیے کہ مہدی بازارگان ان کو بچانے میں کامیاب ہوگئے۔

توانہوں نے جواب دیا کہ،

جیسے مرے ہوئے چوہے کو پھینکا جاتا ہے، جنرل ہویزر نے اسی طرح ایک شہنشاہ کو اس ملک سے باہر پھینک دیا ہے۔

امریکی اور برطانوی تفتیش سے متعلق مضمون میں شاہ نے کہا کہ دو سال سے یہ بات میرے سامنے واضح ہوئی ہے کہ امریکیوں کے تصرفات میری پریشانی اور بے چینی کو بڑھاتے ہیں، اس لیے کہ کچھ امریکی تو مجھے نصیحت کرتے ہیں کہ میں عوام کے ساتھ ڈیموکریٹ کا معاملہ کروں، اور کچھ مجھ سے سختی کا اور شدت کا مطالبہ کرتے، اور مجھ سے امریکہ اور برطانیہ دونوں کی سفارت کا کام لیتے، اس کے بعد شاہ مندرجہ ذیل قصہ بیان کرتے ہیں۔

یہ آراء کا اختلاف اور تناقض میں ان اتحادیوں کی جانب سے جن کی صفوں میں میں ایک طویل عرصہ کھڑا رہا ہوں پہلی بار نہیں دیکھ رہا ہوں .... بلکہ جب مظاہرہ کرنے والوں نے برطانوی سفارت خانے کو جلا دیا تھا تو میں نے اپنے ایک جنرل کو سفارت خانے میں موجود عسکریوں سے مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا، تو موجودہ عسکریوں نے یہ چیختے ہوئے ان کا استقبال کیا کہ (تم اب تک یہ نہیں سمجھے کہ معاملہ صرف سیاسی طریقے سے حل ہوسکتا ہے) اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حکومت برطانیہ مجھ سے یہ توقع رکھتی تھی کہ میں مخالفت کے دباؤ میں ایک طرف ہوجاؤں، اور مجھے محمد علی مسعودی نے دسبر کے آخر میں بتایا کہ (جورج لامبرسکین) جو طہران میں امریکی سفارت خانے کے پہلے سیکرٹری ہے نے اس سے کہا ہے کہ عنقریب ہی طہران میں نیا نظام قائم ہوگا۔ اور سیکرٹری کی بات سچ تھی، چنانچہ جنرل ہویزر نے جب طہران کا خفیہ دورہ کرلیا تو ۱۱ نومبر کو انہوں نے ایران میں بلکہ واشنگٹن میں اعلان کیا کہ میں عنقریب طہران کو چھوڑوں گا اور اس کے صرف پانچ دن بعد مجھے امبراطورہ کی صحبت جلاوطنی کے مقام کی طرف پہنچا دیا گیا (برطانیہ اخبار (ناو) عربی اخبارات کا ترجمہ ۹/۱۲/۱۹۷۹)

دوسری رپورٹ

خمینی کے شرکاء کی گواہی

شاہ کو گھیرے میں لینے کے لیے جن سیاسی تحریکوں نے بڑا کردار ادا کیا وہ الجبهة الوطنية، سنجابی فدائیان خلق اور مجاہدین خلق ہیں پھر ان تحریکوں کا خمینی اور اس کے حمایتیوں سے اختلاف ہوگیا، ہدالحسینی اخبار نے ان سے ملاقاتیں کیں جس کے نتیجہ میں انہوں نے بہت اہم شہادتیں سامنے لائیں، ذیل میں ہم اس رپورٹ کے چند فقرے ذکر کرتے ہیں۔

ہدالحسینی نے کہا کہ:

یہ نئے انقلابی خمینی کے انقلاب کو رد کرتے ہیں اور (اپنے گمان کے مطابق) اس انقلاب کو امریکی اشارے پر لایا ہوا انقلاب سمجھتے ہیں، اور شاہ کے معزول کرنے اور خمینی کو اقتدار پر لانے کی پشت پناہی امریکہ نے کی ہے اور ان باتوں پر وہ دلائل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاہ ڈیموکریٹ پارٹی کے مخالف تھے اور کانگرس کے اکثر اراکین شاہ کی مخالفت میں تھے، اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو اوپیک کے شہبازوں میں سے ایک شہباز سمجھتے تھے، اور انہوں نے ہی پیٹرول کی قیمت بڑھانے والوں کی سرپرستی کی تھی یہ بات درست ہے کہ امریکہ کی ضروریات ایرانی پیٹرول کے حوالے سے ۵ فیصد سے نہیں بڑھی لیکن مغربی یورپین ممالک امریکہ ہی پر الزام لگاتے ہیں کیونکہ پیٹرول کی قیمت بڑھنے سے کیمونسٹوں کے لیے الحزب الشیوعی الایطالی کی طرح داخلی طور پر کامیابی حاصل کرنا آسان ہوجائے گا۔

خمینی کے شرکاء کہتے ہیں کہ ”حبشہ کے انقلاب کے بعد امریکہ ایران کے متعلق اور اپنے مصالح کی حفاظت کے لیے حفظ ماتقدم کی کیفیت کے طور پر سوچنے لگا کیونکہ وہ اپنا ایک بہت بڑا اسہارا کھو چکا تھا اور شاہ کی عمر بہت ہوگئی تھی اور ولی العہد ابھی چھوٹے تھے، اس لئے دستوری تغییر ان کی بیوی کو وصی مقرر کررہی تھی،

(دورانِ انقلاب بہت سارے ایرانیوں کو یقین تھا کہ ملکہ فرح دیبا اُردشیر زاہدی

اور سابقہ حکومت کے صدر امیر عباس ہویدا کی مدد سے شاہ کے معزول کرنے کا انقلاب لائی ہے) لیکن ارجنٹائن کے تجربے نے یہ بات ثابت کر دی کہ ایک عورت کسی ایسے ملک کی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو بہت زیادہ مشکلات کا شکار ہو لہٰذا امریکیوں کے لیے ضروری تھا کہ اسے اپنی حفاظت کے لیے کوئی صورت نکالنی چاہیے پہلوی خاندان یا کسی اور ذریعے سے اہم چیز امریکا کی مصلحت ہے۔ پھر امریکیوں نے کمیونسٹ سرگرمی کا بغور جائزہ لیا، جو منظم اور متفرق طور پر دہشت گردی کی کاروائیوں کے ذریعے اپنا وجود ثابت کر رہی تھی۔

اور محسوس کیا کہ روسی اتحاد ہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے سے ایران سے ہر چیز اور خاص کر گیس حاصل کی جا سکتی ہے، اور افغانستان، قرنِ افریقی اور یمن جنوبی کی صورت حال نے ایران کے گرد حصار اور مضبوط کر دیا اور اس کو مدیساری رحمت تلے کر دیا لہٰذا کوئی صورت نکالنی ضروری تھی۔

دوسری جانب شاہ، خمینی اور امریکا کے خلاف نئے انقلابی کہتے ہیں کہ امریکی حکومت کے سامنے چند تدبیریں تھیں۔

عسکری انقلاب ایرانی عوام کو پسند نہیں تھا اس لئے ضروری تھا کہ تغییر ایسی صورت میں کی جائے جو غالب رجحان ہو اور یہ صرف دینی رخ اختیار کر لینے میں تھی پھر اس کے لیے ایک شخصیت درکار تھی جو یہ کردار ادا کرے۔ جس کے لیے خمینی حاضر تھے پھر فرانس نے اپنی سرزمین میں خمینی کی اقامت کو خود سے قبول نہیں کیا تھا بلکہ یہ شاہ کے اشارے پر تھا۔

مگر امریکیوں اور فرانسیسیوں نے شاہ کو کوئی خبر نہیں کی سوائے ایک بری خبر کے جو خمینی اور کریم سنجابی کے تعلقات کی نتیجے کی تھی۔

یورپ کے اطلسی معاہدے کی فوجوں کے قائد ایران آئے اور ایک مہینے تک ٹھہرے رہے یہ آنا شاہ پور بختیار کی حکومت کی تشکیل کے بعد تھا تاکہ شاہ کو ایک مقرر وقت پر سفر کرنے

اور فوج کو انقلاب کے لیے اٹھنے کے بجائے بختیار کی تائید کا قائل کرے اور اسی طرح شاہ کو نکالنے کے لیے بختیار کو استعمال کیا۔

امریکی آخری لمحے تک شاہ کی تائید کے اعلانات کرتے تھے لیکن پھر بعد میں اس سے استقبال سے انکار کر دیا اور کارٹر نے ایران چھوڑنے کے بعد سے بھاماس کے جزیروں کے سفر تک ان سے رابطہ نہیں کیا۔

سن ۱۹۵۳ میں امریکیوں نے مصدق کے انقلاب کو ناکام بنایا تھا اس لئے کہ ان کو شاہ کی ضرورت تھی تو اگر یہ انقلاب ان کے مصالح کے مخالف ہوتا تو وہ اس کو بھی ناکام کر سکتے تھے۔

امریکیوں کا ابراہیم یزدی کی نگرانی سے انکار کرنا اس کا مطلب یہ تھا کہ ابراہیم یزدی کی نگرانی کی ضرورت نہیں اور وہ موثر شخصیات کو پہچانتے ہیں۔

انقلاب کی کامیابی کے فوراً بعد ہی فوج کے قائد نے اعلان کر دیا کہ امریکی آفیسروں کا دوبارہ واپس آنا ضروری ہے۔ اور پیٹرول کے نکالنے کا کام مغربی ممالک کے حصے میں دوبارہ آجائے گا جن میں امریکا بھی شامل ہے، اور جب امریکی سفارت خانے پر حملہ ہوا تو ابراہیم یزدی خود اس کے محاصرے کو ختم کرنے کے لیے نکل آئے۔

گذشتہ اپریل کی ۱۱ شباط کی رات خمینی کی تحریک کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی گئی لیکن کچھ ناقابل سمجھ واقعات پیش آئے جنہوں نے اب تک کوشش کو ناکام بنا دیا پھر اس کے بعد ایرانی فوج کی طرف سے غیر جانبداری اختیار کرنے کا اعلان کروایا گیا۔

یہ اعلان حالات کے موافق نہیں تھا بلھر اس کے بعد فوج کے لیے اسلحہ کو اتار لینے کے احکامات صادر ہوئے اور یہ احکامات ان عناصر کو شامل تھے جو سفارتوں کی حفاظت پر مامور تھے۔

کارٹر نے حقوقِ انسانی پر صرف ایران میں توجہ دی اور شاہ ایک دفعہ اس کی صراحت کر چکا تھا کہ جو دو ملک اس کی مخالفت میں لگے ہوئے ہیں وہ امریکہ اور لیبیا ہے انقلابی واقعات میں خمینی کے شرکاء کے اعترافات ختم ہوئے۔ (تاریخ: ۱۳/۴/۱۹۷۹)

تیسری رپورٹ

الوطن الکویتیہ اخبار ایرانی فوج کی طرف سے کی جانے والی عسکری کوشش کے ناکام ہوجانے کے رازوں کو سامنے لایا ہے، اس کوشش کا ہدف خمینی کی تحریک کا خاتمہ تھا اور ۱۱ اشباط کی رات ہوئی۔ الوطن اخبار نے اپنی خفیہ رپورٹ میں کہا جو انہوں نے مغربی ممالک کے ایک ملک کے سفیر سے نقل کی ہے کہ (امریکہ ہی نے فوج کے بڑے قائدین اور جرنلوں سے اس موقف کے آخری لمحے میں اختیار کرنے کا مطالبہ کیا ہے...... اور وزارت خارجہ امریکہ نے اپنے سفیر (سولیفان) کو طہران بھیجا کہ وہ بڑے جرنلوں کو اس بات کے قائل کرنے کی پوری کوشش کرے کہ ہرگز ایسا اقدام نہ کیا جائے جس سے حالات اور بگڑ جائیں اور سیاسی محاذ آرائیوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا اعلان کیا جائے۔

طہران کے مسلح انقلاب کے بعد جرنل قرہ باغی نے ایک بیان میں اپنی فوجوں کو اپنے ٹھکانوں پر واپس چلے جانے کا، اور مزید تشدد اور خونریزی سے گریز کرنے کا حکم دیا اور اسی دن گذشتہ ۱۴ اشباط کو فوج کے بڑے قائدین اور جرنل جمع ہوئے اور انہوں نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا کہ (خونریزی کو روکنے اور ہنگامہ آرائیوں کے سامنے حائل ہونے کے واسطے فوج کی مجلس اعلیٰ نے یہ طے کیا ہے کہ موجودہ سیاسی جھگڑوں سے دوری اختیار کر کے غیر جانبداری کا ثبوت دیا جائے اس لئے پوری فوج کو اپنی چھاؤنیوں اور ٹھکانوں پر واپس چلے جانے کا حکم دیا جارہا ہے)

سفیر نے کہا کہ اس بیان کے جاری کرنے کا سبب یہ تھا کہ فوج اور عوام کے درمیان کشیدگی کے طویل ہوجانے کا خطرہ تھا اور دوسری جانب انتہا پسند بائیں بازو کی چڑھائی کا اور خمینی کے حمایتیوں اور فوج کے درمیان قائم معرکہ آرائی سے فائدہ اٹھانے کا خوف تھا اور ساتھ ہی مقصود فوجی قوت کی حفاظت تھی تاکہ مستقبل میں وہ کردار ادا کرسکے جس طرح کردار (سوہارتو) نے انڈونیشیا میں اور جرنلوں نے چلی کے صدر کا خاتمہ کرنے کے بعد چلی میں ادا کیا اور مغربی سفیر نے یہ اضافہ کیا کہ "عسکری انقلاب اس وقت قائم کیا جائے گا جب انقلاب

کی ڈور امریکہ کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور وہ اس میں شامل ہونے سے عاجز ہوجائے گا تو پھر عسکری انقلاب پر امریکہ مجبور ہوگا"

شاہ کی نشر کردہ یادداشتوں میں سے جو فقرے، ہم ذکر کرتے آرہے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس کی سب میں تصدیق کر رہے ہیں، کیونکہ شاہ کا خیال تھا کہ اس کا اقتدار ڈیموکریٹ تھا اور ان جرائم سے بھی انکار کیا جو (السافاک) کے ہاتھوں سرزد ہوئے، ان سب باتوں میں وہ جھوٹا تھا، رہی وہ گفتگو جو امریکی حکومت کے اور اس کی حکومت کا خاتمہ کرنے والے انقلاب میں کردار کے متعلق تھی تو اس میں ہر اس حاکم کے لیے عبرت کا سامان ہے جو خیانت کر کے اپنی روش کو امریکہ کی پارٹیوں میں سے کسی پارٹی کے ساتھ مربوط کردے اور وائٹ ہاؤس کے حکمرانوں کے لیے ہر طرح کی آزادی پیدا کردے کہ وہ اس کے ملک میں گھومتے پھرتے رہیں اور لوگوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے رہیں اور یہ حاکم نہ ان کی کسی بات میں نافرمانی کرتا ہے اور نہ ان سے کسی بات کی پوچھ گچھ کرتا ہے۔

کارٹر کی حکومت نے شاہ کو ایران سے نکالنے کا پختہ عزم کرلیا تھا کیونکہ وہ اپنے حق میں طے شدہ کردار سے تجاوز کرنا چاہ رہا تھا، اور پیٹرول کی قیمت بڑھانے کے مسئلے میں امریکی حکومت کو چیلنج دے رہا تھا، اور اس لئے بھی کہ وہ کارٹر کی ڈیموکریٹ پارٹی کے خلاف اور جمہوری پارٹی کے قائدین کا قریبی ساتھی تھا۔

دوسری رپورٹ اور ہماری سابقہ رپورٹ "ایران کا رخ کہاں ہے" کو بغور دیکھئے۔

شاہ کی معزولی پر دو پارٹیوں کا اختلاف تھا، کارٹر اور اس کے حمایتیوں نے صراحت کے ساتھ اپنے نقطہ نظر کا اظہار کردیا تھا اور خمینی نظام کے بغیر کسی تحفظ کے تائید کردی تھی، کہ ہم آپ کے سامنے ان کے چند موقف ذکر کرتے ہیں۔

۵ مارچ ۱۹۷۹ کو ٹائم اخبار نے امریکی صدر کارٹر کا ایک بیان نشر کیا جس میں انہوں نے اپنے مخالفین پر رد کرتے ہوئے کہا کہ (وہ لوگ غلطی پر ہیں جو امریکہ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ امریکہ ایران کی صورت حال کو بگڑنے سے روکنے کے لیے بذات خود بغیر

کسی واسطے کے مداخلت کرے یہ لوگ ایران کی حقیقی صورت حال کو نہیں جانتے)اور انقلاب کے دنوں میں امریکی سفارت خانے پر کئے جانے والے حملہ سے متعلق ایک تقریب میں کہا کہ (ڈاکٹر بازرگان کی حکومت امریکی رعایا کی سلامتی اور امن وامان میں انتہائی امانتدار تھی اور اس حکومت سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے کہ ایران کی نئی قیادت سے بھی اطمینان بخش تعاون اور فعالیت کی امید رکھی جاسکتی ہے اور مزید کہا کہ (ایران میں قائم ہونے والی نئی حکومت کے ساتھ ہم معتمد طریقے سے کام کرنے کی کوشش کریں گے اور تھوڑے ہی عرصے پہلے ہم نے ان کے سب سے بڑے لیڈر کے ساتھ رابطے قائم کئے ہیں (واشنگٹن الوکالات ۱۲/۲/۱۹۷۹)

امریکہ کے وزیر دفاع (براؤن) نے (سی، بی، ایس) کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بازرگان کی حکومت بہت ہی معاون تھی اور یہ حکومت ایسی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امریکی اس کے ساتھ محبتانہ تعلقات بنالے، تاریخ المقابلہ ۲۵/۲/۱۹۷۹

امریکی وزیر خارجہ کے معاون (ہارولد ساونڈرز) نے اپنی تقریر پیش کی ہے جو انہوں نے "لجنۃ شؤون الشرق" کے سامنے کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ (ایران سے وابستہ امریکی مفادات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور ہمارے لئے بہت بڑی مصلحت اس میں ہے کہ ایران ایک آزاد خود مختار ملک کی حیثیت سے باقی رہے)

یہ کہ امریکہ کے مفادات میں جو ایران سے وابستہ ہیں کوئی تبدیلی نہیں آئی، اور امریکی حکومت اپنے مفادات کو سب سے زیادہ جانتی ہے اور یہ اپنے ہی مفادات اور ذات کی پوجا کرتی ہے، اگر اس کے مفادات کو کوئی خطرہ درپیش ہوتا تو یہ خاموش نہ ہوتی اور اپنے صدر کی زبانی یہ نہ کہتی کہ (جو لوگ امریکہ سے ایران کی صورتِ حال کی روک تھام کے لیے مطالبہ کر رہے ہیں کہ امریکہ خود آگے بڑھے یہ لوگ غلطی پر ہیں اور ایران کی حقیقی صورتِ حال کو نہیں جانتے) اور جمہوری پارٹی کے قائدین نے کارٹر کی مخالفت میں کارٹر کو شاہ کے ساتھ دھوکے اور خیانت کا ملزم ٹھہرایا، اور (جورج بوش) نے کارٹر کو منافق کے لقب

سے نوازا، اور اس خطاب کی کچھ عبارتیں سنائیں جو کارٹر نے شاہ کے سامنے کیا تھا جب جب وہ پہلی بار کارٹر کی کامیابی کے بعد امریکہ کے دورے پر آئے تھے تو یہ خطاب کارٹر نے ان کے استقبال میں کیا تھا، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ (مجھے تمہاری دوستی پر فخر ہے اس لئے کہ تم نے ایران کو ایک امن کے جزیرے کی طرف منتقل کردیا، اور ڈیموکریٹ کی تم نے خوب حمایت وحفاظت کی ہے)

اور بش نے اس پر یہ تعلیق کی ہے کہ: کارٹر اس وقت مرکزی ایجنسیوں کو یہ خفیہ حکم دے چکے تھے کہ وہ شاہ کی سلطنت کا خاتمہ شروع کردے۔

یہاں یہ بتلانا مناسب ہوگا کہ جورج بوش ایک عرصہ تک مرکزی ایجنسیوں میں کام کرچکے ہے اس لیے وہ ان کی خفیہ کاروائیوں کو جانتے ہوں گے (الحوادث العدد ۱۱۶۳ تاریخ ۱۶/۲/۱۹۷۹)

اور سابق امریکی وزیر خارجہ کیسنجر اور قومی امن کے معاملات میں کارٹر کے مشیر برزنسکی کے درمیان ایک زبردست معرکہ پیش آیا، اول یعنی سابق وزیر خارجہ نے مشیر کارٹر کو شاہ کے خلاف سازش کرنے کا ملزم ٹھہرایا اور کارٹر اور اس کے حمایتیوں کے شاہ سے متعلق موقف کی مذمت کی جنہوں نے تیس سال سے زیادہ امریکی سیاست کی خدمت سرانجام دی اب ہم شاہ کے اعترافات کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ ان سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل کرسکیں۔

۱۔امریکی قیادت کے نائب رئیس ارکان جنرل ہوزر کا دورۂ طہران شاہ کے چلے جانے سے کچھ ہی دن پہلے مکمل ہوا، جس کے متعلق شاہ نے اپنی یادداشت میں اور خمینی کے شرکاء نے دوسری رپورٹ میں گفتگو کی ہے کہ یہ دورہ ایک مہینے...... کی مدت تک رہا اسی طرح اخبارات اور انباء کی ایجنسیوں نے ان کے اس دورے کے دوران طہران میں موجود ہونے کی خبریں دی ہیں۔

۲۔شاہ کے کہنے کے مطابق ۱۱ نومبر کو واشنگٹن میں اعلان کیا گیا کہ شاہ عنقریب ایران چھوڑ دیں گے، اور انباء کی ایجنسیوں نے اسی وقت اس خبر کو نشر کیا، یہ اعلان کس طرح

سے امریکی حکومت کی طرف سے آیا جبکہ نہ تو وہ شاہ کے حمایتیوں میں ہے اور نہ یہ شاہ کے ذرائع ابلاغ ہیں؟!

۳۔معزول شاہ کی کمر کو توڑنا فوج کو غیر جانبدار بنانے میں تھا اس لیے کہ ایرانی فوج مشرق وسطی کی طاقتور ترین فوج ہے اور یہ پوری آزادی کے ساتھ شاہ کے زیر اطاعت تھی اور اس اطاعت میں صرف امریکی حکومت کے ساتھ شاہ کا مقابلہ تھا فوجی قیادت نے خمینی کی تحریک کے خاتمہ کا فیصلہ کرلیا تھا اور انضباط کی تاریخ کو اس کے لئے مقرر کیا تھا۔

یہ تعیین ایک عربی سفیر کی زبان پر الوطن اخبار کے ساتھ ۱۸/۳/۱۹۷۹ میں بات چیت کرتے ہوئے آئی

جیسا کہ یہ تعیین خمینی کے شرکاء کی زبانوں پر الحوادث سے بات چیت کرتے ہوئے آئی ۱۳/۴/۱۹۷۹

اسی طرح شاہ کے بیانات میں بھی اس طرف اشارات پائے جاتے ہیں اور فوج اپنے اس موقف کو پورا کرنے پر قادر تھی بلکہ ہر ایک آفیسر یہ کر سکتا تھا کہ جس دن خمینی کو ایران پہنچنا ہے ان کا طیارہ گرادیا جائے، اور یہ حملہ اس وقت کی کاروائیوں کے لیے پیش خیمہ ہوتا۔ تینوں رپورٹوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنرل ہویزر ہی فوج کو غیر جانبدار بنانے کی پشت پناہی کررہے تھے، یہ بات ذہن نشین ہو کہ یہ رپورٹیں مختلف سیاسی پہلوؤں سے صادر ہوئی ہیں مقاصد اور وقت میں مختلف ہیں لہٰذا اصحاب الوطن اور خمینی کے شرکاء شاہ کے انتہائی سخت دشمن ہیں۔

اور یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ مختلف سیاسی زعماء ایک رائے، نقطۂ نظر اور عقیدے پر آپس میں جمع ہو جائیں، ہم تو کہتے ہیں کہ امریکہ کی تہمت پر جمع ہونا چاہئے اور اجتماع مقبول ومعقول ہونا چاہئے۔

۴۔شاہ نے کہا: ہویزر اور ڈاکٹر بازرگان کے درمیان رابطے جاری ہیں اور یہ رابطے ظاہر شاہ اور جنرل قرہ باغی کی پشت پناہی میں جاری رہیں شاہ نے مزید اضافہ کیا کہ

مجھے یہ معلوم ہے کہ جنرل ہویزر ایک طویل عرصے سے مہدی بازرگان کے ساتھ رابطے میں ہے (اس کے بعد کیا ہوا یہ کسی کو معلوم نہیں، مہدی بازرگان اور جنرل ہویزر ہی دو شخصیات ہیں جو پوری تفصیلات کو جانتے ہیں اور انہی دو کو معلوم ہے کہ لوگوں کی پیٹھ پیچھے کیا ہوتا رہا) اور یہ بھی کہا کہ سینیٹر محمد علی مسعودی نے ان کو بتایا کہ طہران میں امریکی سفارت خانے کے پہلے سیکرٹری (جورج لامبر سلیس) نے مجھ سے کہا کہ (عنقریب طہران میں ایک نیا نظام قائم ہونے والا ہے)

یہاں آکر شاہ کی بات ختم ہوگئی۔

اب طہران میں نیا نظام قائم ہو چکا ہے، اور ڈاکٹر مہدی بازرگان پہلی حکومت کے صدر بھی رہے اور مسلسل انقلابی مجلس کے بڑے رکن بنتے چلے آرہے ہیں

امریکہ حکومت اور ایران کے تعلقات کی بحالی مین بازرگان نے ایک اہم کردار ادا کیا اور انہی کی دورِ حکومت میں دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی نمائندگی بحال ہوئی اور ایرانی پیٹرول کی امریکہ درآمد دوبارہ شروع ہوگئی۔

آئندہ صفحات پر ہم بازرگان کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جس میں وہ امریکہ کے بارے میں اپنے موقف سے متعلق بات چیت کرتے ہیں۔

اسی طرح ان کا ایک انٹرویو نقل کرتے ہیں جو طہران ریڈیو کے ساتھ ہوا جس میں مغرب سے متعلق انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا اور ایک رپورٹ ہے جسے یرغمال بنائے جانے والے طلبہ نے صادر کیا ہے۔

ان میں ایک رپورٹ ہے جو بازرگان کو جھوٹا ثابت کرتی ہے اور اس کو ثابت کرتی ہے کہ وہ امریکہ کا ایجنٹ ہے لیکن خمینی اپنے نیک ساتھی بازرگان کی وجہ سے مداخلت کرتے ہیں جس سے طلبہ خاموش ہوگئے۔

بازرگان کا امریکہ کے متعلق موقف!

بازرگان کی (نیو یارک ٹائمز) اخبار کے ساتھ ایک گفتگو میں بات آئی کہ (ایرانی رئیس الوزراء نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ان کی حکومت امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات کی خوشگواری کو جاری رکھے گی۔ اور انہوں نے گذشتہ بدھ کو طہران میں امریکی سفارت خانے پر کئے جانے والے حملہ پر افسوس کا اظہار کیا اور ساتھ ہی ایرانی پٹرول کی برآمدات کے متعلق کہا کہ: ''عنقریب ان کا ملک پٹرول کی برآمد کو دنیا کے تمام اطراف میں شروع کرے گا جن میں امریکہ بھی شامل ہے'') (۱۹۷۹/۲/۱۹ء ترجمۃ الصحف العربیۃ)۔

مغرب ہی نے ایران کو بنایا ہے

رئیس الوزراء ڈاکٹر مہدی بازرگان نے ایک گفتگو میں جس کو سرکاری ریڈیو نے نشر کیا یہ کہا کہ (ایران کا وجود ایک ملک کی صورت میں ہمارے مغرب کے ساتھ تعلقات کے نتیجہ میں ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ بات شریعت اسلامیہ کے اصول کے منافی ہے کہ ہر وہ چیز جو اجنبی ہو اس کو منہدم کردیا جائے)

اور مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''سیدنا محمد ﷺ نے بھی مغرب یا کسی اور غیر عربی چیز کے ساتھ مطلقاً مقابلہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ اور اسلام خواہشات سے پاک ہیں۔

اور یہ بھی کہا کہ (فردوس کے قدیم فارسی قصیدوں کے علاوہ قومیت کی علمبردار کوئی بھی چیز نہیں پائی جاتی)

اور مغرب کی حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد امت اور ایک ہی قوم ہونے کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

مزید تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ہم ہر اجنبی فکر اور سوچ کے سامنے اپنے دروازے بند نہیں کر سکتے۔ بازرگان نے اپنی تعلیم کے زمانے کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ جب کرسی پر بیٹھنے کو اسلام کی مخالفت اور مغرب کے ساتھ مشابہت اختیار

کرنا سمجھا جاتا تھا، اور یہ بھی کہا کہ ان کا باہر تعلیم حاصل کرنا اس کو بھی اسلام اور دینی تعلیمات کی مخالفت سمجھا جاتا تھا۔

بازرگان کے بیان کو خمینی کے ان یقینی احکامات کے مقابل جو انہوں نے ان کی مخالفت میں صادر کئے ہیں متضاد سمجھا جاتا ہے، خمینی تین دن پہلے قم شہر میں اس کی صراحت کر چکا تھا کہ (ہمارے لیے مغرب کے ساتھ تعلقات کو ختم کرنا ضروری ہے) (پیرس A.F.P (ای وکالہ فرانس پاس) رویٹر۔ ی۔ ب ۱۹۷۹/۹/۱۲)

حرکۃ الحریہ تحریک آزادی تنظیم کی ایجنٹ ہے

۱۴۰۰/۲/۷ تاریخ کو دو طالب علم ایرانی ٹی وی پر آئے اور انہوں نے کہا کہ سفارت خانہ میں ایسی رپورٹوں کی نشاندہی ہوئی ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایک تنظیم جس کو (حرکۃ الحریہ) (جس کی بنیاد رکھنے والوں میں سے ایک ڈاکٹر بازرگان بھی ہے) کہا جاتا ہے اس کے اور امریکہ کے درمیان تعلقات اور رابطے ہیں۔

ڈاکٹر بازرگان اور تنظیم کے دوسرے دو لیڈروں نے اسلامی ہائی کورٹ کو ایک خط بھیجا جس میں بہت خیالات بیان کئے کہ ان خیالات کی صحت کی کوئی بنیاد نہیں، اور ساتھ اس خط میں طلبہ پر کیس کرنے اور تحقیقی بیان کے صادر کرنے کا مطالبہ کیا۔

اس کے بعد طلبہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے اپنے دونوں دوستوں کے دعویٰ کو رد کیا، یہ بات یاد رہے کہ دونوں طالب علموں نے کہا تھا کہ ان کے پاس حرکۃ الحریہ اور امریکہ کے درمیان تعلق اور رابطے پر دلائل اور شواہد موجود ہیں، اور اس خیال کا اظہار کیا گیا ہے کہ خمینی نے حکومت میں مداخلت بازرگان کے مفاد کے لیے کی ہے۔

یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ مندرجہ ذیل شخصیتیں اس تنظیم کی لیڈر رہیں۔

(۱) سابق رئیس الوزراء ڈاکٹر مہدی بازرگان

(۲) حسن نزیہ صدر ایڈووکیٹ، اور پٹرول کمپنی الوطنیہ الایرانیہ کے سابق ناظم اعلی

(۳) انجینیئر عزت اللہ سحابی مجلس الخبراء الدستوری کے رکن، اور یہ ذکر کرنا بھی مفید

ہے کہ بازرگان سے فرانس میں انجینئرنگ کی تعلیم شاہ رضا پہلوی کے خاص اپروچ پر کی تھی۔(نیوز ویک، ۱۷/۲/۱۹۷۹)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ روس کے ذرائع ابلاغ نے کہا ہے کہ جنرل (ہویزر) عسکری انقلاب کے لیے طہران پہنچ گئے ہیں اور پیرس سے (نیویورک ہیرالڈ ٹریبیون) اس خبر کی درستگی کی ذمہ داری لیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کو درست کرنے کے لیے صرف یہ کرنا ہے کہ (قیام) کے لفظ کو (منع) سے بدل دیا جائے تو اب ہویزر کا متن ہوگا (عسکری انقلاب کی روک تھام) یعنی قوم کو غیر جانبدار بنانا۔

شاہ نے کہا ہے کہ:''ہویزر کا ایک طویل عرصہ سے بازرگان کے ساتھ رابطہ تھا اور یہ رابطہ شاہ کے چلے جانے سے کچھ ہی دن پہلے طہران کے دورے کے درمیان قائم ہوا تھا۔

غیر ملکیوں کو یرغمال بنانے والے طلبہ کا کہنا ہے کہ بازرگان اور اس کی تحریک (حرکۃ الحریہ) کے امریکہ کے ساتھ رابطے اور تعلقات تھے جیسا کہ سفارت خانے میں موجود رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے اور خمینی کی مداخلت کے بعد طلبہ کے خاموش ہو جانے سے اس حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی جو ایرانی ٹی وی کی اسکرین پر کہی گئی تھی۔

ہمارے بیان کردہ دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ خمینی اور امریکہ کے درمیان مذاکرات جاری رہے ہیں چاہے وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔

بعض اسلام کا نام لینے والوں سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے امریکی مداخلت ہوئی ہے لیکن صالح بختیار کے لیے ہوئی ہے۔ جواب یہ ہے کہ ہمارے سامنے جو دلائل ہیں وہ بتاتے ہیں کہ یہ خمینی اور اس کے انقلاب کے لیے تھی اور جو لوگ ہماری بات کی مخالفت کرتے ہیں تو وہ ملاحظہ فرمائیں، انہی کی زبانوں سے جواب دیتے ہیں

بالفرض اگر ہم خمینی کی براءت کا اظہار کرنے والوں کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ خمینی ہر قسم کے خارجی تعلق اور رابطے سے بری الذمہ ہے تو کیا یہ براءت اس انقلاب کو خود مختار اور مستقل انقلاب کہنے کے لیے کافی ہے اور یہ کہنے کے لیے کہ اس کا امریکہ کے ساتھ کوئی

تعلق نہیں کافی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ ضروری ہے کہ ارباب اقتدار کے احوال کو دیکھ لیا جائے جیسے رئیس الوزراء، وزراء، فوج کے سربراہ اور بڑے آفیسر، آیات اور دینی مراجع مجلس شوریٰ کے اراکین اور مجلس استشاری کے اراکین، اگر یہ بڑے بڑے حضرات ملوث ثابت ہوئے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ انقلاب ملوث ہے۔

اس بحث میں ہم چند ارباب اقتدار کے احوال کی چھان بین کریں گے اور پھر ان پر کوئی حکم لگائیں گے، لیکن یہ جانچ پڑتال شاہ کے حمایتیوں یا خمینی انقلاب کے بعض دشمن تنظیموں کے بیانات کی بنیاد پر نہیں ہوگی بلکہ اقتدار میں شریک بعض ذمہ داروں کی گواہی کی بنیاد پر اور طہران کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سرکاری سطح پر جو کچھ ان کے متعلق نشر کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہو تو یہی حکم پورے انقلاب پر لگے گا اور اگر وہ جھوٹ ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ ان کے ذرائع ابلاغ جھوٹ پر مبنی ہیں اور ان کے بیانات اور بڑے ذمہ داروں کے بیانات میں جھوٹ شامل ہے اور یہ انقلاب پورے کا پورا جھوٹے سہاروں پر کھڑا ہے، والعیاذ باللہ

یہ دو باتیں ہیں ان میں سب سے میٹھی ہی کڑوی ہے۔

اب خمینی کی عمر بہت ہوگئی ہے اور بہت سے امراض کا شکار بھی ہے جن میں دل کا مرض سب سے بڑا ہے۔ اور جیسے کہ کہا جا رہا ہے کہ وہ قبر کے دھانے پر کھڑا ہے اور حکومت کو مجلس الوزراء اور مجلس شوریٰ کے ذریعے سنبھالے گا یعنی حکومت ان لوگوں کے ذریعے چلائیں گے جن سے متعلق عنقریب ہم گفتگو کریں گے۔

تین وزرا سافاک کے ایجنٹ ہیں

طہران۔ نیوز۔ گذشتہ روز تین وزراء پر بالواسطہ طور الزام لگایا گیا ہے کہ یہ لوگ سابقہ خفیہ پولیس (سافاک) کے ایجنٹ ہیں باوجود اس کے کہ ایرانی رئیس الوزراء مہدی بازرگان نے ان کا دفاع کیا (الوکالات: ۲۸/۱۰/۱۹۷۹)۔ فرانس پریس نے غیر مصدقہ رپورٹوں کے حوالے سے بتایا کہ وہ تین وزراء یہ ہیں۔

۱) رضا صدر وزیر تجارت

۲) محمد آیزادی وزیر زراعت

۳) کاظم سانی وزیر صحت اور اس طرف اشارہ کیا ہے وزارت میں تبدیلیوں کے دوران ان تینوں کو اپنے مناصب سے ہٹادیا گیا۔طھران کے اخبارات نے ان خبروں اور ردعمل کو نضیحت قرار دیا، اور فی الحقیقت تینوں کو معزول کردیا

عباس انتظام کی گرفتاری

ایرانی ٹیلیویژن نے کل یہ خبر نشر کی ہے کہ عباس امیر انتظام کو اسلامی ہائی کورٹ کے حکم پر گرفتار کرلیا گیا ہے یہ مہدی بارزگان کی حکومت کے سابق سرکاری ترجمان اور سوید میں ایران کے سفیر تھے۔

اور ٹیلی ویژن نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ امیر انتظام کی گرفتاری ان طلبہ کی اٹھ کھڑے ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے جنہوں نے امریکہ سفارت خانے پر طھران میں قبضہ کیا ہوا ہے اور انہوں نے ایسی رپورٹیں اور دستاویز پیش کی ہیں جن سے امیر عباس انتظام کے امریکی مرکزی انٹیلی جنس کی نیوز کے ساتھ تعلقات اور رابطے کا ثبوت ملتا ہے (السیاسۃ لکویتیۃ ۲۶/۱۲/۷۹ ابوظھبی سے۔ق۔ن۔)

روحانی شاہ کے ایجنٹ ہیں

آیت اللہ روحانی یہ وہی شخص ہے جس نے بحرین کے ایران کے ساتھ ملانے کا نعرہ بلند کیا تھا اور خلیج کے شیعہ نے اس پر لبیک کہا تھا اور ان کو اس کا یقین تھا کہ ان کے اور خمینی کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور خاص کر جب انہوں نے ایک مرتبہ ایک مسجد میں اعلان کیا تھا جس میں خمینی بھی شریک تھے کہ بحرین ایران کا جزء ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ یورپ میں شیعہ کی قیادت کررہے ہیں اب ہم یہاں ان کے متعلق انہی کی قوم کے افراد کی گواہی سنتے ہیں۔

پیرس میں ایران کے سفیر

پیرس میں ایران کے سفیر شمس الدین الامیری نے آج ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے بڑی شدت سے روحانی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ: ''روحانی کو کسی بھی مہم پر مقرر نہیں کیا گیا اور ان کو کسی بھی قسم کی سرکاری نمائندگی یا دینی نمائندگی کرنے کا شرف حاصل نہیں ہے اور اگر وہ اس حوالے سے اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہیں تو اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے نمائندگی کا شرف حاصل کیا بلکہ وہ فائل جس کو انہوں نے اپنا مذہب بنایا ہوا اور پیرس کے ایرانی سفارت خانے میں موجود ہے وہ خود اس بات پر دلیل پیش کرتی ہے کہ انہوں نے چند سالوں تک شاہ سابق اور ان کے ذرائع ابلاغ کی بڑی بھاری معاونت کی ہے

اسی اثنا میں کہ ایرانی لیڈر اس بات پر اصرار کررہے ہیں کہ ان کو کبھی سرکاری طور پر کسی قسم کی نمائندگی کا حق حاصل نہیں دوسری جانب روحانی سفیر الامیری کے معزول کیے جانے کا حکم صادر کررہے ہیں تو یہ حکم وہ کس حق کی بنیاد پر صادر کررہے ہیں؟

محمد منتظری کی گواہی!

شیخ محمد منتظری نے ایسی شخصیات کے موجود ہونے کا اعتراف کیا ہے جنہوں نے دینی لبادہ اوڑھا ہے اور ان کا ہدف انقلاب میں گھسنا اور اس کو بڑھانے اور الجھانے کی جدوجہد کرنا ہے اور اس پر انہوں نے بطور مثال کے کہا کہ روحانی اور اس کے ساتھی مرکزی انٹیلی جنس کے ایجنٹ ہیں اور یہی حال عباس امیر انتظام کا ہے

یہ گواہی اس پریس کانفرنس میں سامنے آئی جو منتظری نے ہیلٹن الکویت میں منعقد کی تھی۔ ۱۹/۷/۱۹۷۹

اردکافی کی گواہی

کویت میں ایران کے سفیر شمس الدین اردکافی نے اتحادالامارت العربیہ کا دورہ کیا۔ (الفجر) نامی ابوظھبی میں شائع ہونے والے ایک اخبار کو بیان دیتے ہوئے آیت اللہ روحانی

کے متعلق کہا کہ (روحانی ایک عام شخص ہے اور ان کا ایران میں اثر ورسوخ نہیں اور دینی حوالے سے بھی ان کو کوئی علمی لقب حاصل نہیں ہے) انہوں نے مزید کہا کہ امریکی اور صیہونی موساد کو ایسے شخص کی تلاش تھی جو ایران اور مغرب کے درمیان تعلقات کو خراب کردے سفیر نے کہا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ سید روحانی اس روحانی کا ساتھی ہے جو ساواک کا ایجنٹ ہے اور یورپ میں شاہ کے دینی نمائندہ تھا۔

(الفریق توکلی)

نصرت اللہ توکلی خمینی کے عسکری مشیر ان کے مجاہد وخلق کا کہنا ہے کہ ان کے ساواک کے ساتھ تعلقات اور رابطے ہیں۔ ایران میں کام کرنے والی شخصی اور فنی آزادی کی امریکی کمیٹی کے (رالف شیونمان) نے یہ رپورٹ پیش کی جس میں ان پر امریکہ کے لیے ایجنٹنگ کرنے کا الزام لگایا ہے ایرانی اخبارات نے لجنۃ الحریات کے بیانات پر ایک بہت بڑی مہم چلائی جس کی وجہ سے ہنگامہ بپا ہوگیا اور توکلی (شیونمان) پر امریکی انٹیلیجنس کے لیے ایجنٹی کرنے کا الزام لگایا اور اس ہنگامہ آرائی کے نتیجے میں توکلی کی اپنے عہدے سے معزولی ہوگئی (الوطن العربی العدد ۱۰۹۔۲۲/۳/۱۹۷۹)

(فدائی خلق) تنظیم نے اس ہنگامہ کے برپا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور توکلی پر ساواک اور مرکزی انٹیلی جنس کے لئے ایجنٹی کرنے کا الزام لگایا اور ان کے حکومت میں موجود ہونے پر تعجب کا اظہار کیا (الوطن العربی العدد ۱۰۹)

جنرل محمد ولی قرنی

ارکان کی صدارت سنبھالنے کے بعد جنرل محمد ولی قرنی نے عسکری مہارت رکھنے والے امریکیوں سے واپس چلے جانے کا مطالبہ کیا اور شاہ کے بہت سے سپاہیوں کو دوبارہ فوج میں بھرتی کرلیا جنرل قرنی نے بیس سال پہلے شاہ کی مخالفت میں عسکری انقلاب کے لیے منصوبہ بندی کی تھی لیکن پھر امریکی دباؤ کی وجہ سے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

فدائیان خلق کہتے ہیں کہ شاہ کے ساتھ ان کی چپقلش ڈرامے کا ایک مرحلہ ہے اور

فدائیو خلق امریکہ کے دوست ہیں۔

محمد ولی قرنی بڑے عہدے کے لیے نامزد ہونے والی ممتاز شخصیتوں میں سے تھے اگر ان کو اغواء کی کاروائی کا نشانہ نہ بنایا جاتا جس نے ان کی زندگی ختم کرڈالی ان کے قتل کا الزام الفرقان تنظیم پر آیا ہے۔

حسن حبیبی

حسن حبیبی ایران میں کئی سیاسی پہلوؤں سے متہم ٹھہرے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام (کونٹر سپائی) رسالے میں آیا ہے جو امریکہ میں چھپتا ہے اس کے تیسرے شمارے میں (جوبن کلی) کے قلم سے چھپا ہے حبیبی کے متعلق مندرجہ معلومات سامنے آئی ہیں۔

حسن حبیبی کی طلبی امریکہ کی طرف سے ہوئی اور وہ مرکزی انٹیلی جنس کے ساتھ ۱۵/۵/۱۹۶۳ میں سرکاری طور پر مل گئے

یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ حسن حبیبی مجلس الشورۃ الایرانیہ کے سرکاری ترجمان اور الجمہوریہ کے صدارت کے نامزد ہیں

ابراہیم یزدی

سولہ سال امریکہ میں تعلیم حاصل کی ہے، ایرانی شہریت کے ساتھ ساتھ امریکی شہریت کے بھی حامل ہیں ان کی بیوی نسلی طور پر امریکی ہے،

ابراہیم یزدی اپنی امریکہ میں اقامت کے زمانے میں شاہ کی مخالفت میں کئے جانے والے مظاہروں اور سرگرمیوں کے ذمہ دار تھے، اور شاہ کے وائٹ ہاؤس کے دورے کے وقت کئے جانے والے مشہور مظاہرے کی قیادت ابراہیم یزدی نے کی تھی جس میں مظاہرہ کرنے والے وائٹ ہاؤس کی دیواریں پھلانگنے کے قریب ہوگئے تھے، اس وقت شکست پسند کارٹر کے موقف پر تمام اخبارات نے تعجب کیا تھا، ان اخبارات میں سے ایک اخبار، النہار العربی الدولی، نے (۱۹۷۸/۵/۲ء) تاریخ کو صادر ہونے والے شمارے میں یہ سوال کہ کارٹر کی حکومت نے یہ موقف کیوں اختیار کیا، اور مظاہرہ کرنے

والوں کا قلع قمع کیوں نہیں کیا؟

آپ دیکھیئے کہ مرکزی انٹیلیجنس نے کیوں اس طرح ان کو بے مہار چھوڑ دیا، کیا یہ اس کے اغواء کرنے کی منصوبہ بندی کی تدبیر سے عاجز تھے، یا شاہ ایران کے حوالے کرنے یا سافاک کو اس پر ہاتھ ڈالنے کی قدرت دینے سے عاجز تھے؟

آپ امریکی ایجنٹوں کے اس موقف کے اختیار کرنے پر اکیلے تعجب کرنے والے نہیں ہو بلکہ مجاہدین خلق بھی اس موقف سے تعجب میں پڑ گئے (الوکالات ۲۳/۲/۱۹۷۹)

اور اس سوال کا جواب اس وقت سامنا آیا جب ابراہیم یزدی نے انقلاب کے پہریداروں کی قیادت کرتے ہوئے امریکہ سفارت خانے کے حصار کو ختم کیا اور سفیر کو زندہ نکال لائے ان کے اس موقف کا امریکہ حکومت پر بہت اچھا اثر پڑا۔

امریکی سینیٹر جیمس ابوزرق نے ایسے بہت سے سیاسی اور غیر سیاسی تعاونات کا انکشاف کیا جو ابراہیم یزدی نے خمینی کے نمائندوں کے ساتھ واشنگٹن میں کیے۔ اسی طرح انہوں نے گرفتار شدہ ایرانی طلبہ کی رہائی میں تعاون کیا جو ان مظاہروں کے بعد گرفتار ہوئے تھے جو انہوں نے ۲ فروری ۱۹۷۸ میں شاہ کے خلاف کئے تھے، یہ انکشافات ابوزرق یونائٹڈ نے نیوز کے ساتھ ایک گفتگو میں کئے۔

اس کے بعد ابرہیم یزدی ایرانی اساتذہ اور طلبہ کے اتحادات صدر بن گئے پھر اس کے بعد انقلابی معاملات میں صدر حکومت کے نائب اور وزیر خارجہ اور الحرس الثوری کی بنیاد رکھنے میں سے ایک مؤسس بن گئے۔

اور اس مدت کے دوران جس میں یزدی ذمہ دار تھے انہوں نے مغرب کے ساتھ اپنے ملکی تعلقات کو ختم نہ کرنے کا اعلان کیا (دیر شبیغل ۱۵/۱/۱۹۸۰ الترجمہ)

اور امریکی ذمہ داروں کے ساتھ مذاکرات شروع کیے جو فالتو پرزوں کی ایک بہت بڑی مقدار کی برآمدات کی صورت میں ۵/۱۱/۱۹۷۹ کو پورے ہوئے نیوز۔ اور امم متحدہ میں فانو کا مقابلہ کیا جس طرح الزائر میں ۱/۱۱/۱۹۷۹ میں بازرگان کرلیسکی کا مقابلہ کیا۔

قطب زادہ

صادق قطب زادہ خمینی کے حمایتیوں میں سب سے زیادہ مشکوک اور پراسرار شخص ہے خمینی ایرانی سیاست میں پہلے بھی اور اب بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں ان پر طلبہ کی جانب سے اور ان انتہا پسند شیعہ تنظیموں کی جانب جنہوں نے خمینی کے ساتھ اختلاف کیا ہے امریکہ کے لیے ایجنٹی کرنے کا الزام لگایا ہے۔ (دیر شبیغل) مغربی المانی رسالے نے ان کے متعلق ایک تحقیق لکھی ہے، اس میں سے ہم اس قطعہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

(اپنی طویل قد وقامت اور کام کی عادی طبیعت کی وجہ سے انہوں نے (دیر شبیغل) رسالے کو باہر بھیجنے والے عہدہ تین سال سے سنبھالا ہوا تھا، اور اس وقت اس کی وضاحت کی تھی کہ شاہ کے زمانے میں ایرانی خفیہ پولیس (سافاک) کیسے اس کا تعاقب کرتی تھی)

اخبار نے مزید لکھا ہے کہ (سن ۱۹۵۹ میں قطب زادہ نے ڈپلومیسی کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے واشنگٹن کی یونیورسٹی (جورج ٹاون) میں اپنا اندراج ایک لکڑی کے تاجر کے بیٹے کی حیثیت سے کرایا ہے، اور اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کو امریکہ کی بڑی بڑی گاڑیاں بہت اچھی لگتی ہیں، اور سن ۱۹۶۷ میں امریکہ سے دور چلے گئے، اور اس کے دشمن بن گئے، اور لیبیا، سوریہ اور عراق کے انقلابیوں کے ساتھ تعلقات بنانے لگے (الحوادث العدد ۱۲۰۷ـ فی ۲۱ـ۱۲ـ۱۹۷۹))

زدہ سوریہ

امام موسی صدر کی وساطت سے حکومت سوریہ نے صادق قطب زادہ کو ستر کی دہائی کے ابتداء میں، سوریہ نیوز ایجنسی کے پیرس (سانا) کے دفتر میں سیکنڈ ناظم مقرر کیا

اسی سے سوریہ کے وزیر عبدالحلیم خدام اور ان کے درمیان قائم محبت کا راز پتہ چلتا ہے (السیاسۃ ۱۴/۱/۱۹۸۰) فرانس پرنس کی نیوز سے۔

قطب زادہ کے حافظ الاسد اور ان کے بھائی رفعت کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں اور الخدام ان دونوں کے خادم ہیں۔

قطب زادہ کئی جہتوں سے ایجنٹ ہیں

(نیوز ویک) رسالے نے ۱۹۷۸/۱۲/۱۱ کی تاریخ کو چھپنے والے شمارے میں یہ خبر شائع کی ہے کہ ایک اصلاً سوری شخص خمینی کی پشت پناہی میں کھڑا ہے اور پراسرار شخصیت (جیسا کہ فرانسیسی انٹیلیجنس کی رائے ہے) فرانسیسی اور ایطالی کیمونسٹ پارٹی کے ساتھ مضبوط تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ شخصیت لیبیا کی انٹیلی جنس کی نگرانی کے لیے بھی کام کرتی ہے۔ شائع کردہ خبر ختم ہوئی۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس خبر پر ہم مندرجہ ذیل نوٹ لکھیں

۱۔ صادق قطب زادہ ہے تو ایرانی، لیکن ساتھ سوریہ کی شہریت کا بھی حامل ہے نصیریین اور روافض کے مضبوط تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی وجہ سے رسالہ نے کہا کہ (ایک شخص جو اصلاً سوری ہے)

۲۔ صادق قطب زادہ کے موسی الصدر کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں اور انہوں نے ہی قطب کو حافظ الاسد کے سامنے پیش کیا جنہوں نے ان کو شہریت بھی دی اور پیرس میں (سانا) ایجنسی کا ناظم بھی متعین کیا، اسی طرح ان کے خمینی کے ساتھ عراق میں اقامت کے ابتدائی زمانے سے مضبوط تعلقات ہیں، اور بعض مغربی کالم نگار جنہوں نے بغداد کا دورہ کیا اور خمینی کے ساتھ تعلق بنایا، جس کی وجہ سے بہت سے اشکالات پیدا ہوئے، تو ان کا یہ تعلق قائم کرنا قطب زادہ کی وصیت کی بنا پر تھا۔

۳۔ قطب زادہ قذافی اور رافضہ کو ملانیوالی کڑی تھے اور خمینی ان سب کے بڑے تھے۔

اس کی صراحت قذافی نے نیوز ایجنسی کے سامنے ۱۹۸۰/۴/۵ میں کی تھی قذافی کے الفاظ یہ ہیں، (میں ایرانی وزیر خارجہ سید قطب زادہ کو اس وقت سے بہت اچھے طریقے سے جانتا ہوں جب وہ پیرس میں تھے اور میرے اور امام خمینی کے درمیان تعلقات قائم کرنے کا زریعہ بنے، اور اس وقت لیبیا شاہ کے سقوط سے پہلے اسلامی انقلاب کو مادی اور معنوی دونوں طرح سے تعاون پیش کر (رہا تھا)

اور موسی الصدر کے بھائی رضا الصدر کی بیٹی کے شوہر علی اللجھی الکرمانی نے الحوادث کے ساتھ ایک گفتگو میں کہا کہ خمینی نے قطب زادہ کو قذافی کے پاس الصدر کی روپوشی کے مسئلہ کی تحقیق کے لیے بھیجا تھا۔ (الحودث العدد ۱۱۶۵)

اسی طرح الوطن العربی نے شمارہ نمبر ۱۱۰ میں ذکر کیا ہے کہ قطب زادہ کے قذافی کے ساتھ تعلقات تھے۔

۴۔ (نیوز ویک) کی اس بات سے بعض لوگوں کو تعجب کیوں ہوتا ہے کہ قطب زادہ کئی اطراف کے لیے کام کرتا ہے، اور اکثر ایک جہت کو دوسرے جہت کے ساتھ رابطہ کا علم نہیں ہوتا اور کبھی اس کا علم ہوتا ہے بلکہ دوسری جہت کبھی اس کو اپنے دشمن کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا مکلف بناتی ہے۔

۱۴۰۰/۴/۱۷ میں بعض اخبارات نے ذکر کیا ہے کہ قطب زادہ اور رفعت الاسد کے درمیان فرانس میں خفیہ ملاقات ہوئی ہے۔

کیا الطالقانی کو زہر کھلا کر مارا گیا ہے؟

آیت اللہ محمود الطالقانی اور آیت اللہ خمینی میں انقلاب کے شروع ہی سے جھڑپ تھی، خمینی کو طالقانی کے لوگوں سے بہت زیادہ خوف تھا، ایک طرف تو ان کے تعلقات الجبہۃ الوطنیۃ کے ساتھ اچھے ہوگئے تھے۔ اور دوسری جانب سے بائیں بازو کی تنظیموں کے ساتھ اور جب طالقانی غصہ کی حالت میں طہران سے نکلے تو شہر نے اپنے دروازے بند کردئے اور طالقانی کے حمایتی مظاہرہ کرتے ہوئے نکلے، اس مظاہرے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد پچاس ہزار سے زائد تھی، اس وقت خمینی کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ رہا سوائے ان باتوں کے جن کو وہ اپنے مخالفین کے بارے میں کہنے کے عادی ہیں کہ "امریکی انٹیلیجنس اور ساواک کے ایجنٹ طالقانی کی تائید میں کئے جانے والے مظاہرے میں جا گھسے ہیں۔

طالقانی کی اچانک موت داخل ایران اور خارج ایران لوگوں کے لیے باعث تعجب تھی، اور انہوں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کی آیت اللہ محمود طالقانی کو صیہونی ایجنٹوں نے

سازش کے ذریعے زہر کھلایا ہے اور مزید کہا کہ گزشتہ مہینے میں طالقانی کو اغواء کرنے کی کوشش کو ناکام بنایا گیا تھا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ (ان کے وفات پا جانے سے ہم ایک بہت بڑے انقلابی قائد سے محروم ہو گئے ہیں جنہوں نے پچاس سال کے عرصہ تک صیہونی، امپیریلزم اور پہلوی خاندان کے بادشاہی نظام کا مقابلہ کیا (المستقبل العدد ۱۴۸ تاریخ ۲۲/۱۲/۱۹۷۹)

خمینی کا شریعتمداری کے ساتھ اختلاف

خمینی اور شریعتمداری کے درمیان اختلاف کا ہونا کوئی راز کی بات نہیں جب سے خمینی طہران پہنچے ہیں لوگوں کے درمیان ان دونوں کی آپس میں خلش کے متعلق باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن شریعتمداری نے اخبارات کے ساتھ ہونے والی کسی بھی گفتگو میں اپنے اور خمینی کے نقطۂ نظر کے اختلاف کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ کوشش کی ہے کہ اختلاف کے دائرے کو کم کیا جائے کہ یہ اختلاف اہداف اور مقاصد میں نہیں بلکہ ان کو حاصل کرنے کے طریقے اور اسلوب میں ہے۔

شریعتمداری کا خمینی کے ساتھ اختلاف ولایۃ الفقیہ اور اس قانون میں تھا جس نے خمینی کو اختیارات دیئے تھے جو شاہ کی ڈکٹیٹرین سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح آذربیجان کے عوام کے بارے میں انقلابی گارڈز اور حکومتی موقف میں اختلاف تھا اور طہران میں امریکی سفارت خانے پر قبضہ کرنے کے مسئلہ میں ان سے اختلاف تھا۔

دونوں کا یہ اختلاف قم تک جا پہنچا اور دونوں کے کارکنوں کے درمیان کئی جھڑپیں ہوئی جس کے نتیجے میں کئی جانیں قتل اور زخمی ہوئیں، اسی طرح تبریز میں ان کے درمیان کئی معرکے ہوئے، اس صورت حال کو دیکھ کر دونوں لیڈروں نے آپس میں کئی ملاقاتیں کیں، لیکن کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آیا۔

ہر معرکہ کے بعد خمینی یا ان کے ایک حمایتی یہ بیان دیتے تھے کہ ساواک اور مرکزی انٹیلی جنس شریعتمداری کے کارکنوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں اور کبھی یہی بات اشاروں اور

کنایات میں کہتے تھے۔

شریعتمداری نے چاہا کہ قم شہر چھوڑ کر صوبہ آذربیجان یا مشہد چلے جائیں لیکن ان کی یہ آرزو پوری ہونے میں رکاوٹیں ڈال دی گئی جس پر ان کے کارکنوں نے یہ بیان دیا کہ حکومت نے ہمارے قائد کو جبری طور پر ٹھہرایا ہوا ہے۔

ذیل میں وہ الزامات ذکر کیے جاتے ہیں جن کا الزام خمینی کے حمایتیوں، انقلاب کے باڈی گارڈز، اور اخبارات نے شریعتمداری پر لگایا ہے۔

(۱) آیت اللہ حسین منتظری سے پوچھا گیا کہ انہوں نے شریعتمداری سے اپنی جماعت کے ختم کرنے کا مطالبہ کیوں کیا، تو انہوں نے جواب دیا

اس لیے کہ اس جماعت میں موقع پرستوں اور ساواک کا ایک مجموعہ گھس گیا ہے۔ پھر منتظری سے شریعتمداری اور خمینی کے درمیان (ولایۃ الفقیہ) کے متعلق اختلاف کا پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ (اگر ولایۃ الفقیہ نہ ہوتا تو پھر شریعتمداری کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا۔ النہار العربی والدولی 30/12/1979.24

آیت اللہ حسین منتظری انقلابی قیادت کے مجلس کے ایک رکن نے اپنے جوابات میں وہ بات نہیں کہی جو دوسروں نے کہی ہے۔

شریعتمداری کا اس جماعت سے صرف تعلق نہیں بلکہ یہ ان کی اپنی جماعت ہے اور یہ مطالبہ خود شریعتمداری سے ہوا تھا۔

منتظری نے اپنے دوسرے جواب میں شریعتمداری کی منزلت اور مرتبہ کو ہیچ دکھانے کی کوشش کی، لیکن انقلاب ہی نے ان کے لیے یہ مرتبہ اور منزلت بنائی ہے۔

جبکہ سچی بات یہ ہے کہ شریعتمداری کو ایران میں ممتاز مرتبہ حاصل ہے اور ان کو شاہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ کئی مرتبہ ان کا گھر منہدم کیا گیا اور ساواک نے ان کے گھر کے اندر آگ پھینکی، جبکہ منتظری اپنی بات میں بالکل سچے نہیں، کیونکہ انقلاب نے خمینی اور شریعتمداری کو اپنا بڑا بنایا اور ان کو اعلیٰ مرتبہ پر فائز کیا، لیکن وہ مقاصد جن کا شریعتمداری

مطالبہ کر رہے تھے شاہ کے بقاء کے لیے مانع نہیں تھے۔

(۲) طہران۔ نیوز ایجنسی فرانس پیرس

ایران میں کام کرنے والے اخبار نے ذکر کیا ہے کہ آیت اللہ شریعتمداری نے (سافاک) کے ملازموں کے ساتھ رابطے شروع کیے ہیں۔

(العمل) اخبار کے ۲۳ ستمبر ۱۹۷۹ کو نشر کیے جانے والے بعض شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعتمداری نے شاہ کو پر امن طریقے سے مشکلات کو حل کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ کام (السافاک) کے ایک آدمی سے کیے جانے والے مباحثات کے دوران ہوا ہے۔

جیسا کہ آیت اللہ شریعتمداری نے (اخبار کے کہنے کے مطابق) شاہ کو (نظام حکومت، کرسی اور تاج کو بچانے کے لیے اعتدال کے اختیار کرنے کے) متعلق اپنی تجاویز پیش کی ہیں، اسی طرح اخبار نے کچھ دوسرے شواہد شائع کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت اللہ شریعتمداری نے مختلف تجارتی کاموں میں سرمایہ کاری کی ہے اخبار نے یہ بھی کہا ہے کہ دینی قائد نے آگ بجھانے کے آلات کی کمپنی (لاسیاک) میں سرمایہ کاری کر کے مخصوص طریقے سے (۹۰) ملین ریال کمائے ہیں۔ لیکن مبصرین کا کہنا ہے کہ اخبار نے ان شواہد کے حاصل ہونے کی بنیاد کی نشاندہی نہیں کی جس کے بغیر ان کی صحت کا ثابت کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ آیت اللہ شریعتمداری کے سیکرٹری نے ان شواہد کے حوالے سے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کے تعلقات شریعتمداری اور شاہ کے درمیان قائم ہوئے ہیں شریعتمداری کا مطالبہ سے ۱۹۰۶ کے آئین کا دوبارہ نافذ کرنا تھا جس سے شیعہ کے قائدین کو وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں اس کے ساتھ ڈیموکریٹ حکومت کے قیام کا مطالبہ بھی کیا، لیکن انہوں نے ولایۃ الفقیہ یا آیات اللہ کی حکومت کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

شاہ نے اپنی یادداشت میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جنرل ناصر مقدم نے ایک ممتاز دینی شخصیت (شاہ نے یوں ہی بیان کیا ہے اور اس شخصیت کا نام ذکر نہیں کیا) کی بڑی

اہم تجویز پیش کی ہے۔ اسی دینی شخصیت کی کی تجویز کی بنیاد پر (تا کہ جاشید اموزیغار کی حکومت کی بنیاد) انہوں نے بعض اصلاحات کی کوشش جاری کی ہے خاص کر ایسی اصلاحات جن سے دیندار لوگوں کو خوشی ہو جیسے ہجری تاریخ پر اعتماد اور جوے کے اڈوں (کیسینو) کو بند کرنا۔

شریعتمداری نظر بندی کے عالم میں

فرانس پریس ایجنسی نے ذکر کیا ہے کہ آیت اللہ شریعتمداری بدھ کے دن اپنے کارکنوں کا اس طرح استقبال نہ کر سکے جس طرح کے ہر سال امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیسویں کے موقع کی تقریب پر کرتے تھے۔ ایرانی نیوز ایجنسی کے بیان میں یہ بھی آیا ہے کہ آیت اللہ شریعتمداری نے اپنے کارکنوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بغیر سبب بتائے ان سے ملاقات کی کوشش نہ کریں...... اور یہ بیان اس وقت آیا جس وقت ایران میں یہ افواہیں پھیلی ہوئی تھی کہ اس بات کا احتمال ہے ایران میں انقلاب لانے والے دینی قائد کی آزادانہ سرگرمیوں پر پابندی لگا دی جائے۔ اور ابھی تک کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی جو ان افواہوں کی نفی کرے۔

طہران۔ کو نا ۷/۱/۱۹۸۰ بغداد کے ریڈیو نے ۵۲/۱۲/۱۹۷۹ کو شریعتمداری کا ایک بیان نشر کیا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ان کی حالت ایران کے کسی قیدی کی حالت سے کم نہیں اور ان کو جبری طور پر ٹھہرایا گیا ہے اور انقلاب کے پہریدار ان کے گھر پر پہرہ دے رہے ہیں۔

اس پوری گفتگو کے بعد آپ دیکھ لیجیے کہ یہی خمینی ایرانی انقلاب کے قائد ہیں اور یہ باقی سارے کے سارے ایرانی انقلاب کے قائدین اور ارکان ہیں اور ایرانی انقلاب کے سب راز یہ ہیں اور امریکہ کا خمینی کے ساتھ اور جنرل ہویزر کا بازرگان اور فوجی قیادت کے ساتھ یہ کردار ہے۔

۱۶ کیسے اسلامی تنظیموں کے قائدین، کیسے خمینی اور اس کے انقلاب کی تائید کرتے

رہیں گے، اور کیسے اپنی میتوں پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے رہیں گے؟

اہل سنت کی مختلف جماعتیں کیسے خمینی اور اس کے انقلاب کی تائید کرتی رہیں گی اور کیسے اپنی میتوں پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھتی رہیں گی؟

اہل سنت کے اختلاف کو یہ جماعتیں کیسے اپنے درمیان جگہ دیں گی، خمینی کے ساتھ تو اتفاق کرتے ہیں لیکن آپس میں اتفاق نہیں ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہاں کچھ شخصیات ہیں جو انقلاب میں ملوث ہیں لیکن خمینی کو ان کے بارے میں کچھ علم نہیں، یا ہر علم ہے اور وہ عنقریب ان سے نمٹ لیں گے اور اس سے پہلے ناصریوں نے کہا تھا کہ خیانت عبدالحکیم ناصر اور صلاح نصر کی طرف سے ہوئی ہے تو ہم ان سے بھی وہی بات کہیں گے جو ہم اسلامی جماعتوں کے قائدین کو کہتے ہیں کہ خمینی ایک قوی شخصیت اور انتہائی ذہانت کے مالک ہے اور خبرداری کرنے والوں کی بھی ایک اچھی خاصی کھیپ رکھتے ہیں اور ان ہی کی بات معتبر بھی ہوتی ہے، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ان کی ہی صورت حال سے واقف نہ ہوں جن کے ساتھ وہ ایک زمانے سے معاملہ کرتے چلے آرہے ہیں کیسے ہم اس بات کو مان لیں کہ وہ بازرگان کے ہویزر کے ساتھ تعلقات سے اور مجلس استشاریہ کے مرکزی انٹیلیجنس کے ساتھ رابطوں سے بے خبر ہیں۔

﴿ فإنا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور ﴾

(حج ٤٦)

یرغمال بنانے کا معاملہ

ایرانی طلبہ کی ایک جماعت نے امریکی سفارت خانے پر قبضہ کر کے اس میں کام کرنے والے افراد کو یرغمال بنالیا، اور خمینی نے یہ اعلان کیا کہ وہ طلبہ کے اس اقدام کی تائید کرتے ہیں، اس کے بعد ایرانی اور امریکی دونوں حکومتوں میں مذاکرات شروع ہوئے۔ پہلی حکومت کا اصرار تھا کہ جب تک امریکی شاہ کو ایرانی حکومت کے حوالے نہیں کریں گے اس وقت تک یرغمال افراد کو حوالے نہیں کیا جائے گا۔ اس کارروائی نے ایک عالمی ہنگامہ کھڑا

کر دیا۔ اور اسلامی جماعتیں اپنی عادت کے مطابق خمینی کی تائید کرنے لگیں، اور ان کے اس کارنامے کو بہادری اور شجاعت سمجھنے لگیں کہ اس کے ذریعے ملک میں امریکہ کا اثر و رسوخ ختم ہو جائے گا۔

اس سے پہلے ہم دلائل سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ امریکہ اور خمینی کے انقلاب کے آپس میں تعلقات اور رابطے تھے لہٰذا اس کارروائی سے کوئی اتنا خاص فرق نہیں پڑے گا۔ اب ہم یہاں چند ملاحظات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ یرغمالی کی کارروائی ایسے حالات میں ہوئی ہے کہ ایرانی انقلاب اس پر بلکہ اندرونی بغاوتیں ہر طرف سے سر اٹھانے لگی ہیں اور انقلاب کے ارکان کے درمیان معرکے اور جھڑپیں شروع ہوگئی ہیں۔

ایک طرف تو شریعتمداری اور خمینی کے درمیان اختلاف ہے دوسری جانب بازرگان اور اس کے حمایتیوں اور حزب الجمہوریہ الاسلامی اور اس کے کارکنان کے درمیان اختلاف ہے، اسی طرح ایک جانب انقلاب کے باڈی گارڈز اور شریعتمداری کے حمایتیوں کے درمیان اختلاف ہے اور دوسری جانب انقلاب کے باڈی گارڈز اور فصائل یسار کے لوگوں کے درمیان اختلاف ہے

اسی طرح آئین اور اس کے لیے ووٹ کا لینا الگ مشکل مسئلہ تھا، پھر اس ووٹ لینے کے نتیجے میں جو معرکے اور اختلافات ہوتے وہ الگ مشکل مسئلہ تھا اس لیے خمینی اور اس کے کارکنوں نے ایک زبردست کارنامہ یہ کیا کہ لوگوں کو امریکہ کی طرف سے خارجی خطرے کی طرف متوجہ کیا جو ایران کو دھمکیاں دے رہا تھا، اسی دوران خمینی آئین بنانے میں کامیاب ہوگئے، اور ساتھ ہی انقلاب کی تجدید کی اور بازرگان کی وزارت کو دور کر دیا، اور لوگوں کو داخلی مسائل کی کشیدگی کے لیے چوکنا کر دیا۔

۲۔ اس ساری کارروائی کی حقیقت مصنوعی نمائندگی سے زیادہ کچھ نہیں۔ ورنہ اگر ایرانی حکومت سچی ہوتی تو اپنی حکومت کی ابتداء ہی سے امریکی سفارت خانے کو بند کر دیتے،

اسی طرح اگر امریکی حکومت کو اس کارروائی کا دشمنانہ کارروائی ہونے کا یقین ہوتا تو وہ بھی اسی طرح کا معاملہ کرتی، لیکن امریکہ میں ایرانی سفارت خانے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا اسی طرح امریکہ میں ایرانیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی جن میں سے پچاس ہزار طلبہ تھے، لیکن ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں ہوئی، حالانکہ وہ ایسا کر سکتے تھے کہ سفارت خانے کے جتنے عملہ کو یرغمال بنایا گیا تھا اس کا بدلہ لیتے ہوئے اس سے کئی گنا زیادہ افراد کو یرغمال بنا سکتے تھے۔

۳۔ اس کارروائی سے امریکہ کے ہاتھ یہ موقع آیا کہ وہ اسپیشل فورس، اور جنگی آلات خلیج کے علاقے میں بھیجے ان فوجوں نے بحر عربی اور خلیج کے پانی میں اپنی نشستیں سنبھال لی ہیں اور ابھی یقینی بات ہے کہ وہ عمان، صومال اور کینیا کی حدود میں اپنے ٹھکانے بنائیں گی۔ اسی یرغمالی کی کارروائی کی وجہ سے امریکہ کے لیے ان ٹھکانوں کا بنانا انتہائی آسان ہو گیا۔

۴۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ تو ایک فطری بات تھی کہ خمینی کے انقلابی اقتدار کو پہنچنے کے بعد امریکہ کے سفارت خانے کو بند کرا دیتے، لیکن یوں کرنا کہ پہلے ان کے ساتھ سفارتی تعلقات بنا کر ان کو اعتماد میں لینا اور پھر ان کے ساتھ دھوکا کرنا یوں تو کسی طرح بھی سچے مسلمانوں کے اخلاق نہیں پھر ان کو اس نے ہیرو کیسے بنا دیا۔

۵۔ اسی دوران کچھ مخفی طور پر مذاکرات اور بات چیت ہوئی ہے جن میں ایک طرف تو خمینی اور اس کی حکومت ہے اور دوسری جانب کارٹر اور اسکی حکومت ہے، بعض اخبارات نے ان مذاکرات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں کچھ یہ ہیں۔

ہیگل نے کہا کہ کارٹر، خمینی اور صدر کے درمیان کچھ خفیہ رابطے ہوئے ہیں جن میں سب نے یرغمالی کے عمل کو ختم کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ یہ بات انہوں نے ایک مقالے میں کہی ہے جس کو الصنداتی ٹائمز نے شائع کیا، اور اس کا عربی اخبارات نے ترجمہ کیا ہے 4/2/1980

(سان فرانسیسکو اکرائمنز) اخبار نے کہا ہے کہ کارٹر نے امریکی سفیر کے ذریعے خمینی کو تین خطوط بھیجے ہیں۔ 16/2/1980

ایسے ہی اخبارات نے قطب زادہ اور فرانس کی خفیہ ملاقات کے متعلق خبریں شائع کی ہیں جو فرانس میں ہوئی ہے اور امریکی سفارت کاری نبھانے والے نے (جو ایرانی وزارت خارجہ میں پناہ لیے ہوئے) طہران میں کچھ ذمہ داروں کے ساتھ اجتماعات منعقد کیے ہیں۔

عنقریب ہی شاہ سے متعلق رونگٹے کھڑے کر دینے والا راز سامنے آجائے گا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب شاہ کو پتہ چلا کہ کارٹر خمینی کے ساتھ مل کر ان کے قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں یا تو آپریشن کے ذریعے ان کو قتل کریں گے یا پھر ان کو طہران کے حوالے کر دیں گے تو وہ سے مصر فرار ہو گئے۔

کمیونسٹ اور خمینی کا انقلاب

۶۔ خمینی نے فرانس میں اقامت کے زمانے میں اس کی مراجعت کر دی تھی کہ روس نے نہ پہلے ان کی تحریک کی تائید کی ہے اور نہ آئندہ اس کی تائید کریگا کیونکہ روس ان ممالک میں سے ہے جو شاہ کی حکومت سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ (الوطن الکویتیہ 8/12/1978)

۷۔ شاہ کے جانے سے پہلے یونید برزنیف کا ایک بیان البارندا کے پہلے صفحہ پر شائع ہوا جس میں انہوں نے خمینی کی مذمت کرتے ہوا کہا کہ وہ اپنی ذاتی مفاد کے لیے کام کر رہے ہیں اور وہ روس سے کسی قسم کی مدد کی امید نہ رکھے۔ (الحوادث العدد 1171 تاریخ 13/4/1979)

موسکو کے ریڈیو نے خمینی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک ہوس پرور دہ شخص ہے۔ خمینی نے جب یہ کہا تھا کہ روس شاہ کی حکومت سے فائدہ اٹھانے والے ملکوں میں سے ہے تو وہ اپنی بات میں سچے تھے، کیونکہ روس کے شاہ کے ساتھ بہت مضبوط تعلقات

تھے۔اوران کے ایران میں (۵۰۰۰) روسی ماہرین ہیں جو قدرتی گیس، پلوں کے بنانے، بجلی کے پلانٹ اورزراعت کی ترقی یافتہ اسکیموں کی دیکھ بھال کررہے تھے۔

اوراس ریکارڈ کے مطابق جو(موسکونارودنی بینک) نے س۱۹۷۶ کا کیا ہے روس کی ایران کو کی ہوئی درآمدات مبلغ ۲۱۸ملین ڈالرتک اور برآمدات ۲۲۷ملین ڈالرتک پہنچی ہے (الحوادث العدد ۱۱۶۰ تاریخ 26/1/1979)

۸۔روس کے مفاد میں نہیں کہ مسلم علاقوں کے قرب وجوار میں کوئی اسلامی جمہوریت قائم ہو،اس کا سبب وہ روایتی دشمنی ہے جواسلام اورلادینیت کے درمیان ہے۔مذکورتمام اسباب کودیکھتے ہوئے اس میں کوئی عجب نہیں کہ روس خمینی انقلاب کی مخالفت کرے اورخمینی کے کارکن کمیونسٹوں کی خدمت کریں۔حتی کہ ان کے ایک آیت اللہ نے کہا کہ اگر مجھ سے کسی کمیونسٹ نے ہاتھ بھی ملایا تو میں اس کو دھوؤں گا تا کہ وہ نجاست سے پاک ہوجائے اور بازرگان وقتی حکومت کے صدر کی ضرب تودہ کی وجہ سے مذمت کی اوراس پرمصدق کے ساتھ خیانت اور روسی اتحاد کے ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا (لوموند الفرنسیۃ فی 28/2/1979)

لیکن شاہ کے چلے جانے کے بعدروسی اتحادکا موقف بدل گیااوراسی پیراگراف میں جس میں خمینی کو برابھلا کہا گیا تھا لکھا ہے کہ 21/1/1979 (ایرانی قائدین کو بغاوت کے مقابلے میں تاریخی اورشان وشوکت کی شہرت حاصل رہی ہے اورانہوں نے ہمیشہ شاہ کی ظالمانہ اورامریکہ کے غلبہ کے سہارے پرکھڑے ہونے والی حکومت کے خلاف عوام کے احتجاج کوظاہر کیا (الوطن العربی الصادرۃ فی پیرس العدد 108)

حزب تودہ کے ۶۳ سالہ لیڈر (نورالدین کیانوری) نے کہا ہے کہ شیعہ کی طویل تاریخ میں کچھ شاخیں ڈیموکریٹ ہیں،اسی لیے علمی اشتراکیت اوراسلام کے اجتماعی نظام میں کوئی تضادنہیں ہے۔(نفس المصدرالسابق)

روسی اتحاداورحزب تودہ نے امریکی سفارت خانے کے خلاف کہا ہے کہ امریکی

انٹیلیجنس نے کارروائی کو پوراکرنے کے لیے بعض فضایل یساراورسافاک کی بقایا کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

روس مسلمانوں پرایسی کتابیں تقسیم کرنے لگا جس میں اسلام اورکمیونسٹ نظام کے درمیان ہم آہنگی کی باتیں لکھی تھیں، اور (فدائیوں خلق) نے اپنی (انصاف حکومت کا طریقہ کارہے) کے عنوان سے اپنی کتاب میں اعلان کیا کہ اسلام اورمارکسیت دونوں ہی اجتماعی عدل کی طرف دعوت دیتے ہیں اوراسلام اورمارکسیت ایک ہی مذہب ہے..... جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں) (مجلۃ اکتوبر العدد 33 کی تاریخ 4/3/1979)

کیسے روس اورحزب تودہ کا موقف بدل گیا؟صرف ہمیں ہی روس کے اس بدلتے ہوئے موقف سے تعجب نہیں ہورہا بلکہ اس سے پہلے (فدائیوں خلق) نے بھی اس پرتعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس بات سے زیادہ اشتعال؛ ہوتا ہے کہ کمیونسٹ حزب تودہ اسلامی جمہوریت کے آیات اللہ اوردینی متعصبین سے بھی زیادہ ہم نوااورپرجوش استقبال کرنے والے ہیں، تو کیا اس سے تعجب نہ ہوگا، اورکئی سوالات سامنے نہیں آئیں گے۔

(الحوادث العدد ۱۱۷۱ فی 13/4/1979)

فدائیوں خلق کے قائدین میں سے ایک قائد کی ہدالحسینی کے ساتھ ملاقات۔

ایک دن خمینی نے طہران میں پاکستانی سفیر سے اپنی کثرتِ مشاغل کی وجہ سے ملاقات سے معذرت کردی اوراس کووزیر خارجہ کا حوالہ دے دیا جبکہ اسی وقت میں انہوں نے روس کے سفیر (فینوجودوف) کا استقبال کیا اوران کے ساتھ ایک طویل ملاقات کی (الہدف الکویتیۃ)

لیکن خمینی انقلاب سے روس کو کوئی نقصان نہیں ہوا، کیونکہ روسی ماہرین دوبارہ ایران لوٹ آئے ہیں اورقدرتی گیس کی ایران درآمدات بھی دوبارہ شروع ہوگئی ہے، خلیج کے کمیونسٹوں نے انقلاب کی تائید کردی ہے اسی طرح عمان کے انقلابیوں نے یمنی ڈیموکریٹ اوربحرین وکویت کے کمیونسٹوں نے انقلاب کی تائید کردی ہے۔

اب وہ سوالات جو اس معاملہ میں اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں کہ کمیونسٹوں نے ایک قدامت پسند عالم کی کیسے تائید کردی جس کے ذرائع ابلاغ اس کی مذمت کرتے تھے اور اس تعصب کا الزام لگایا کرتے تھے۔

خمینی نے کس طرح ایک ایسی جماعت کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات بنالئے ہیں جس نے اللہ اور رسول اور آخرت کے دن سے عداوت کو اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔

کیسے خمینی ایسی جماعت اور نظام کے ساتھ تعاون کررہے ہیں جس نے لاکھوں کو اپنے سرخ انقلاب میں ہلاکت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور زندہ باقی رہنے والوں کو نماز، روزہ حج جیسی عبادات سے محروم کردیا تھا،

جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ جمہوریت اسلامیہ کے قائد ہیں وہ کس طرح یہ موقف اختیار کرتا ہے؟! لیکن زیادہ سوالات اور تعجب کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حزب تودہ کے لیڈر نے اپنے ابھی ذکر کئے جانے والے بیان میں ایک خطرناک راز کو آشکارا کیا ہے۔

کمیونسٹوں کا منصوبہ تو ان کے لیے اس تائید کا جاری رکھنا مناسب ہے کیونکہ یہ ان کی بہ نسبت (ایک مرحلہ وار پلاننگ) ہے۔ جس کے کچھ اسباب ہیں ان میں سے اہم یہ ہے کہ خمینی کے انقلابی بہت سی جماعتوں کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ کمیونسٹوں کو دشمن سمجھتی ہیں، اس، اس بیان کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک طرف تو خمینی کے کارکن کمزور پڑجائیں گے اور دوسری جانب کمیونسٹوں کا ایک دشمن ختم ہوجائیگا اور اس خلیج سے ان کو یہ مدد ملے گی کہ وہ اپنی صفوں کو مضبوط کریں اور حالات کی مناسبت کو دیکھ کر ایسے معاون تلاش کریں جو الجبهة الوطنیہ کو مرتب بناکر خمینی کے انتہاپسند ساتھیوں کو راستے سے ہٹادے۔

اور کچھ صفحات ایسے ہیں جن سے کمیونسٹ فائدہ اٹھارہے ہیں ان ہی میں سے :الحزب الیساری الدیمقراطی الکردیجوان کے ساتھ تعاون کررہی ہے، الجبهة الوطنیہ۔ کریم سنجابی جنہوں نے خمینی اور اس کی کمیٹیوں دیکتاتوریہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے وقتی حکومت سے دست برداری اختیار کی تھی۔

ان میں سے آیت اللہ طالقانی ہے جو یساریین کو ورغلارہے ہیں اور کئی تقریبوں میں حزب تودہ اور یساریین کو چھوٹ اور آزادی دینے کا اعلان کرچکے ہیں (وکالات الانبا 20/4/1979)

اور ایران کے حساس علاقوں میں روسی اتحاد کے متصل آذربیجان میں اسی طرح کردوں اور جنوبی ایران میں پیڑول کا کام کرنے والوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کے درمیان کمیونسٹوں نے اپنے آپ کو چوکنا کرنا شروع کردیا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ کمیونسٹ اکیلے حکومت کو نہیں سنبھال سکتے لیکن یہ کام ڈیموکریٹ الجبهة الوطنیہ سے ان کی نگرانی کرتے ہوئے لیا جاسکتا ہے اور اسی کا ذکر کرتے ہوئے حزب تودہ کے ایک لیڈر نے کہا کہ حزب خون خرابہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی، بلکہ ہم پرامن وسائل کے ذریعے اپنے مقاصد تک پہنچ سکتے ہیں، اور کیانوری نے ڈیموکریٹ الجبهة الوطنیہ کا شعار اٹھالیا ہے (الوطن العربی العدد ۱۰۸۔ یہ رپورٹ طالقانی کی موت سے پہلے لکھی گئی)

کیانوری خمینی کمیونسٹوں کو تقویت پہنچارہے ہیں۔

ایرانی کمیونسٹ پارٹی (تودہ) کے اول سکیٹری نورالدین کیانوری نے (تیز اباد ساج) یومیہ اخبار کے ساتھ 20/4/1979 میں ایک گفتگو میں آیت اللہ خمینی کی بھرپور معانت کرنے کا اظہار کیا،

کیانوری نے کہا کہ (اس وقت ایران میں اہم محرک وہ (امبریالیہ کا مقابلہ ہے) اور مزید کہا کہ اس وقت ایران میں جو خاص شکل کی اقتصادی اصلاحات ہورہی ہیں تو یہ عوام کے مفاد کے لیے ہیں اور انہوں کہا کہ (ہماری جماعت اس کارروائی کی بیخ کنی کرنے کے لیے جنگ لڑرہی ہے)

وہ اخبار جس کو یہ پارٹی شائع کرتی ہے اس پر پابندی لگنے کے متعلق ایک سوال کے جواب کیارنوی نے کہا کہ خمینی نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ ہمیں لوگوں کی اکثریت پر اثر ورسوخ حاصل ہے، اور اب وہ ہماری سرگرمی کی پوری طرح معاونت کررہے ہیں جس طرح

کہ مجلس الشورہ کر رہی ہیں۔

حزب ثورہ کے سکرٹری نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہماری پارٹی جس آزردہ فضا میں کام کر رہی ہے اس طرح کی آزاد فضا پہلے کبھی میسر نہیں ہوئی اور انہوں نے کہا کہ خمینی امبریالیہ اور بادشاہی نظام کے بچے کھچے ڈھانچے کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہیں اور ایک ڈیموکریٹ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

وکالۃ انباء فرانس برس 19/01/1980

ایرانی انقلاب اور آزادی کی تحریک

روافض کے انقلاب نے لوگوں کے سامنے عبدالناصر کا پروپیگنڈانہ ابلاغی انداز دہرایا ہے۔ یہ ایک انقلاب ہے اور نوجوان انقلاب اور انقلابیوں پر فریفتہ ہیں۔

یہ جمہوریت کا ایک تحفہ ہے جس نے بدنما بادشاہی نظام کا خاتمہ کیا ہے، اور امبریالیہ اور قدامت پسند تنظیموں کے خلاف جنگ کے لئے آستینیں چڑھائی ہوئی ہیں۔

یہ انقلاب اسلامی ہے اور ہماری امت پیاسی ہے اور ایک طویل عرصے سے اسلامی بیداری اور اسلامی انقلاب کا انتظار کر رہی تھی جو ایک بار خلافت کو قائم کردے۔

یہ انقلاب صیہونی استعمار اور امریکی امبریالیہ کے خلاف ہے۔

اور اس انقلاب نے پورے فلسطین کو آزاد کرانے کا علم بلند کیا ہے اور مذمت کرتی ہے جنیوا کانفرنسوں کی اور کیمپ ڈیوڈ اور القدس معاہدوں کی۔

یا اللہ یہی وہ دن تھا جس کا فلسطینی تہہ دل سے انتظار کر رہے تھے

خمینی ان کے لئے القدس اور حیفا اور خلیل کو آزاد کرائے گا یاسر عرفات پہلے وہ شخص تھے جنھوں نے مبارکباد دیتے ہوئے طہران کا دورہ کیا اور انقلاب کے قائدین کے چہروں پر اپنے مشہور بوسے برسائے اور خمینی کو مخاطب کر کے کہا کہ (ایران کا انقلاب صرف ایرانی عوام کی ملکیت نہیں۔ بلکہ یہ انقلاب ہمارا بھی ہے اور ہم خمینی کو اپنا قائد اور پہلا مرشد سمجھتے ہیں۔ اسی طرح کی باتیں عرفات کاسترو سے بھی کہتا ہے۔ جوان سے اڑا لیتا ہے صرف

ایران پر ہی نہیں بلکہ مسجد اقصیٰ اور تمام مقدس مقامات پر (الغاردیان عن الصحف العربیۃ 21/2/1979))

11/02/1979 کی تاریخ کو بیروت اور اس کے مضافات میں فلسطینیوں کے کیمپوں کی فضا آگ کے انبار میں بدل گئی، فلسطینیوں اور لبنانی باشندوں نے مختلف قسم کے اسلحوں سے آگ کے شعلے فضا میں چھوڑنا شروع کردئے، اور یہ سب کچھ خمینی کے انقلاب کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کیا جارہا تھا نہ کہ اس کے ساتھ دشمنی کے طور پر کیا تنظیم کے قائدین رافضی باطنی حافظ الاسد کے کردار اور اس کا فلسطینی اور لبنانی مسلمانوں کے خلاف صف بستہ ہونا بھول گئے ہیں؟

کیا وہ الصدر کی وہ غداری بھول گئے ہیں جب وہ لبنان میں داخل ہوا اور امل تنظیم اور اسکے جنگجوؤں جو عربی لبنان کی فوج میں کام کر رہے تھے ان کو حکم دیا کہ وہ سوری فوج کے ساتھ شامل ہوجائے؟!

فلسطینی کب تک عالم عرب اور عالم اسلام میں قیادت کو حاصل کرنے کے لیے سیڑھی اور زینے کا کام دینگے؟!

تحریک آزادی نے مشہور مزاحیہ اداکار (ہانی الحسن) کو طہران میں اپنا نمائندہ اور خمینی تحریک کا غیر سرکاری ترجمان بنانے کے لیے منتخب کیا، اور وہ ایک مظاہرے میں کھڑے ہوکر یہ کہنے سے نہیں شرمائے :(کل ترکی اور پرسوں فلسطین ۔وکالات انباء 14/3/1979)

سنی ترکی روایتی دشمن ہے رافضی ایران کا یہی وہ مقصد ہے جسے خمینی کی تحریک، تحریکِ آزادی کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ چاہتی ہے کہ یہ لوگ فلسطینیوں کو قابو میں لے لیں جس طرح اس سے پہلے عبدالناصر نے ان کو قابو میں لیا تھا،

اور انہوں نے اشارۃً یہ باور کرایا ہے کہ وہ فلسطین کی آزدی سے پہلے ریاض، عمان، بغداد اور دمشق کی آزادی کی آواز اٹھائے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ درست ہے کہ ایران اٹھ کر فلسطین کو آزاد کرانے میں حصہ لے گا ؟اس سوال کا جواب بغیر کسی تصریح کے خمینی انقلاب کے لیڈر اور اسکے ہم نوا (شریعتمداری) کی زبان پر ظاہر ہوا۔

خمینی نے اپنے انقلاب کی کامیابی کے بعد عرفات سے پہلی ملاقات میں کہا کہ (عنقریب ایران شاہ سے خلاصی حاصل کرنے کے بعد فلسطین کے مسئلے میں کردار ادا کریگا (وکالات انباء 20/2/1979))

عرصہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور سالہا سال گذر رہے ہیں لیکن جس کا وعدہ خمینی نے عرفات سے کیا تھا کہ عنقریب ایران شاہ کے تسلط سے خلاصی حاصل کرلے گا وہ پورا نہیں ہو رہا۔

خصوصاً جبکہ خمینی نے شریعتمداری پر غصہ ہوتے ہوئے کہا کہ اس کے اکثر کارکنان کا ساواک سے تعلق ہے اور طالقانی پر غصہ ہوتے ہوئے کہا کہ جن لوگوں نے ان کی وجہ سے مظاہرے کئے ہیں ان کی اکثریت امریکی ایجنسیوں کے ایجنٹ ہیں۔

خمینی نے جو وعدہ کیا تھا اس کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا، لہٰذا اسرائیل تیرے لئے یہ ایک خوشخبری ہے کہ تیرا دشمن خمینی اور اس کے کارندے ہیں پھر اس کے (امیر انتظام) آئے جو سرکاری ترجمان تھے اور انہوں نے فلسطینیوں پر الزام لگایا کہ وہ ایرانی گھروں اور ہوٹلوں کی تلاشی لیتے ہیں، اور ان کی مادی طور پر مدد کرنے سے انکار کر دیا کہ ایران اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

پھر انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ (خورستان کے خلاف سازش انفصالیین کا ایک ٹولہ کراتا ہے، جو ایسے لوگوں کے ساتھ مل گئے ہیں جن کی کوئی سرزمین نہیں)

اور جب امیر انتظام، یزدی اور قطب زادہ کے موقف کے متعلق ہانی الحسن سے سوال کیا گیا تو انہوں نے ان کی انقلاب کے ساتھ دشمنی کا انکار نہیں کیا بلکہ کہا کہ (ایران بعض عربی تنظیموں سے بہتر ہے اور یہ تنظیمیں ہم پر مسلط کی ہوئی ایک تلوار تھی جواب ہمارے پاس

ہے) اور جب ان سے عربی جزیروں اور خلیج کے متعلق انقلاب کے موقف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ (انتخابات کے بعد پالیسیوں میں تبدیلی آجائیگی اور نئے قائدین کے جو بیانات شاہ کے بیانات سے مختلف نہیں (الحوادث العدد ۱۱۸۴ فی 4/5/1979)

المطر ان ھیلاریون کابوتشی نے ایران کا دورہ کیا اور بیان دیا کہ وہ ایک سیاسی آدمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ کنیسہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے بات چیت اور کام کر رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ وہ مسیحیت اور اسلام کے درمیان قربت پیدا کرنے میں شریک ہو جائے۔

اور انہوں نے امام خمینی کی تعریف کی جنہوں نے خوش قسمتی سے مسیحیوں کو جمہوریت اسلامیہ کے جھنڈے کے تحت جمع کیا ہے، اور جیسا کہ وہ ایران میں یہودی کو مسلمان باشندوں کے مخالفین سمجھتے ہیں (.........)

یہ بتلانا بھی مناسب ہے کہ کابوتشی اسی طرح کے کردار کے لیے ملک میں نامزد ہوئے ہیں جس طرح کردار خمینی نے ادا کیا ہے، اور ان کا جو اسلام اور مسیحیت کے درمیان تقارب پیدا کرنے کا مشن ہے اس کا علم پچاس کی دہائی میں ایزنھاورر اور اس کے وزیر دانس کے زمانے سے امریکا نے بلند کیا ہوا ہے۔

کابوتشی نے ایران کا دورہ کرنے سے پہلے لبنان کا دورہ کیا اور ادمون رزق (ایک جماعتی لیڈر) سے ملاقات کی تاکہ اس کے اور دمشق کے درمیان صلح کروائے اسی لیے انہوں نے نصیری صدر حافظ الاسد کے ساتھ چند اجتماعات منعقد کئے، اور ان دوروں کے بعد ویٹی کن لوٹ آیا: مختصر یہ کہ کابوتشی کے پیش نظر یہی راہ عمل تھی۔

ویٹی کن.........حافظ الاسد.........بریگیڈ، اب آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے؟؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایرانی انقلاب کی تائید پر کمیونسٹ نصاریٰ یورپین مغربی ممالک اور اسلامی جماعتیں کیسے جمع ہو گئے۔

اور عنقریب وہ دن آئے گا جس میں لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ یہود اس انقلاب کی پشت پناہی کر رہے تھے جس طرح ابن سبا نے ان کے بنیادی ڈھانچے کے بنانے میں پشت پناہی کی تھی۔

ہانی الحسن عرفات اور تنظیموں کے تمام قائدین اسی طرح اپنی گمراہانہ سیاست دجل وفریب اور بے سروپہ باتوں کی صفائی میں چلتے رہینگے ،اللہ ہمیں ان سے بچائے

ویٹی کن اور انقلاب

خمینی نے پورے عالم میں موجود نصاریٰ کو ایک خط بھیجا۔ جس میں اس نے کہا (رجال دین، قسیسین اور ان راہبوں پر سلام ہو جنہوں نے عیسیٰ بن مریم کی تعلیم اور ارشادات کو تھاما ہوا ہے اور گناہگاروں اور معاندین کی ارواح میں چین وسکون کو بسا رہے ہیں، اور مسیحیوں پر سلام ہو جو آزادی کو پسند کرتے ہیں اور مسیح کی تعلیم وارشادات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خمینی کا یہ عقیدہ ہے کہ قسیسین اور راہب عیسیٰ بن مریم کی تعلیم اور ارشادات کو تھامے ہوئے ہیں، جبکہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم قسیسین اور رہبان سے بری ہیں کیونکہ یہ لوگ تو کافر اور مشرک ہیں۔

اسی طرح نصاریٰ کا عیسیٰ بن علیہ السلام پر ایمان نہ لانا یہ رافضہ کے آپ ﷺ پر ایمان لانے کی طرح کا ایمان ہے۔

مزید اپنے خط میں کہتے ہیں کہ (اے امم مسیحیہ کے لوگو! میں تمہیں ایران کی مغلوب عوام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم لوگ اپنی مقدس عیدوں کے مواقع پر ہماری قوم کے واسطے جو بغاوتوں کی آگ کے شعلوں میں جل رہی ہیں، نمازیں پڑھو، اللہ سے دعائیں کرو کہ اللہ اس کو خلاصی عطا کرے)

خمینی ان لوگوں کی دعا کی امید لگاتے ہیں جو باپ اور روح القدس کیلئے نماز پڑھتے ہیں، اور انہیں بتوں کی عبادت کرنے والوں کی دعاؤں سے خلاصی ملنے کے منتظر ہیں لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات اس لئے نہیں کہ نصاریٰ کے بت ہی رافضہ کے بتوں کی طرح ہے

اور ہے اور اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ: (ان کے دل آپس میں مشابہت رکھتے ہیں، ہم یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں بیان کر چکے ہیں) البقرۃ:۱۱۸

(مغربی صحافت نے خط کو ۲۲ محرم ۱۳۹۹ ابمطابق ۲۳ دسمبر سن ۱۹۷۸ میں شائع کیا)

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ رافضہ ہر اس قوم کی طرف میلان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ کسی ایک سبب میں بھی موافقت کرتی ہو، اور خمینی کے بابا اور اس کے کارکنوں کے ساتھ بہت مضبوط تعلقات ہیں اور جس وقت خمینی کا انقلاب کامیابی کو پہنچا تو البابا نے جلدی سے ایک خط میں اس انقلاب کی تائید کا پیغام بھیجا جو ایک بابوی سفیر طہران میں خمینی کے پاس لے کر گئے۔

خمینی کا ''اسلامی'' انقلاب

ایران کی موجودہ انقلابی حکومت کو ''اسلامی'' حکومت کہا جاتا ہے اور خود ہمارے ملک کے بھی بعض ''اسلامی'' حلقے اس کی ''اسلامیت'' کا ڈھنڈورا بہت زور وشور سے پیٹ رہے ہیں۔ لیکن ایران میں انقلاب کے بعد سے ابتک کشت وخون کی جو گرم بازاری ہے اور گرد وپیش کے ملکوں کے ساتھ اس کا جو رویہ ہے وہ مسلمانوں کے لیے ناقابل فہم اور حیرت افزا ہے اور غیر مسلموں کے لیے اسلام سے نفرت وبرگشتگی کا سبب، ہماری کوشش ہوگی کہ ہم بالاختصار ایرانی انقلاب کی اسلامیت کے حقیقی خدوخال ہدیۂ قارئین کردیں۔ اس کے لیے ہمیں ذرا زیادہ پیچھے پلٹنا ہوگا۔

ایران کے انقلابی رہنما کو آیت اللہ روح اللہ موسوی خمینی کہا جاتا ہے۔ موسوی کی نسبت شیعوں کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کی طرف ہے۔ یہ نسبت نسبی تعلق کی بنا پر بھی کی جاتی تھی اور مذہبی گروہ بندی کی بنا پر بھی اب دونوں نسبتیں باہم اس طرح گڈمڈ ہو چکی ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو موسوی کہنے کے سلسلے میں نسبی تعلق کا دعویٰ بھی کرے تو اسے تسلیم کرنا مشکل ہے۔

موسیٰ کاظم امامیہ شیعوں میں ایک بہت بڑے تفرقے کی علامت ہیں۔ اگرچہ وہ خود اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہوا یہ کہ جب ان کے والد امام جعفر صادق کا انتقال ہوگیا تو نئے امام کے معاملے پر شیعوں میں دو گروہ ہوگئے ایک نے جعفر صادق کے بڑے صاحبزادے اسماعیل کو امام مانا اور دوسرے نے موسیٰ کاظم کو۔ پہلا گروہ اسماعیلیہ کہلایا اور دوسرا موسویہ۔

اسماعیلی شیعوں نے اپنے امام اسماعیل کے انتقال کے بعد یہ موقف اختیار کیا کہ اب روپوش ائمہ کا دور ہے، یعنی درپردہ ہمارے امام برابر متعین ہوتے رہیں گے۔ مگر ان کے نام اور مقام کا پتہ چند خاص افراد کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ جب حالات سازگار ہوں گے تب اس

وقت کا امام ظاہر ہوگا۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہر ظاہر کا باطن ہے۔ ہر آیت اور حکم کا اس کے ظاہری معنی کے علاوہ ایک باطنی معنی بھی ہے، اور باطنی معنی جان لینے کے بعد ظاہر پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ مغز پا جانے کے بعد چھلکا کھانا لغو ہے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ پانچ وقت کی نماز سے پنج تن پاک کی طرف اشارہ ہے، ان کو مان لینا کافی ہے، اور نماز پڑھنا فضول ہے۔ اسی طرح ان کے بقول روزے کا مطلب رازداری ہے۔ تیس روزے سے ان کی تیس بڑی شخصیتیں مراد ہیں۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ سے ابوبکر وعمر مراد ہیں - نعوذ باللہ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ- آسمان وزمین کے خلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبریل سے مراد عقل خالص ہے۔ اور قرآن سے مراد اس عقل کے فیض سے ملنے والے معارف ہیں۔

قیامت اس دنیا کے ٹوٹنے پھوٹنے کا نام نہیں ہے، بلکہ سات سات اماموں کا ایک دور ہوتا ہے، ہر دور کے پہلے اور نئے امام کے اٹھنے کا نام قیامت ہے۔ جوا، شراب، رنڈی بازی حرام کاری اور حرام خوری وغیرہ یہ سب ظاہر پرستوں کے لیے حرام ہیں، ان کے باطنی معنی جاننے والوں کے لیے یہ سب بالکل درست اور حلال ہیں۔ غرض اس طرح کی سیکڑوں خرافات ظاہر اور باطن کے نام ایجاد کی گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام کا نام لے کر اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے لیے زیر زمین تحریکیں چلائی گئیں، جن کے نتیجے میں آگے چل کر نہایت لرزہ خیز مظالم اور بے دردانہ قتل کے بے شمار واقعات پیش آئے۔

شیعوں کا یہ فرقہ اپنے ظاہر وباطن کے اس طویل پلندے کی بنا پر باطنیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ آگے چل کر اپنے لیڈروں کے نام کی مناسبت سے اس فرقہ کا مشرقی بازو قرامطہ کہلایا اور مغربی بازو فاطمی۔ لبنان اور شام کے دروز، پاکستان کے آغاخانی اور ہندوستان کے بوہرے بھی انہی باطنی اسماعیلی شیعوں کی مختلف شاخیں ہیں۔ راقم الحروف نے کچھ تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کی، تو اس نے کچھ بتانے کے بجائے فاطمیوں کے متعلق مصری محقق محمود عباس عقاد کی ایک کتاب تھمادی کہ اس میں ہمارے مذہب کی

تفصیلات ہیں۔ مگر ایک بہت بڑا محقق ہونے کے باوجود عقاد نے اس کتاب میں جھک ماری ہے، زور بیان کے سوا وہ تاریخ اسلام کی عام معلومات کو بھی نہیں سمیٹ سکا ہے۔ بلکہ مسخ حقائق میں وہ باطنیوں کا ہمنوا ہو گیا ہے۔

باقی رہا شیعوں کا موسوی گروہ جس نے موسیٰ کاظم کو امام مانا تھا۔ تو اس نے موسیٰ کاظم کے بعد علی رضا، پھر محمد جواد پھر علی ہادی، پھر حسن عسکری کو امام مانا، حسن عسکری نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی، اور ان پر اماموں کی تعداد گیارہ ہو گئی۔ حسن عسکری کے بعد ان کی نسل میں کوئی مرد باقی نہ بچا۔ اور ان شیعوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اس نسل سے بارہ امام ہوں گے جن میں آخری امام مہدی ہوں گے۔ اس خیالی عقیدے سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس وقت محمد بن نصیر نامی ایک شیعہ نے حاضر دماغی سے کام لیا، اس نے مشہور کیا کہ حسن عسکری کے گھر دو تین برس پہلے ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام محمد ہے۔ اس بچے کو دشمنوں کے خوف سے چھپائے رکھا گیا تھا۔ اب وہی بچہ بارھواں امام ہے اور دشمنوں کی سطوت کے خوف سے مصلحۃً سامراء کے تہ خانے میں روپوش ہے۔ جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو یہی بچہ مہدی بن کر ظاہر ہوگا۔ اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ محمد بن نصیر نے یہ بھی بتایا کہ جب تک یہ امام غائب مہدی بن کر ظاہر نہیں ہوتے، ان کا ایک دروازہ (باب) ہوا کرے گا۔ لوگ اسی باب (دروازے) کے ذریعے اپنی مرادیں اور نذریں امام غائب کو پیش کیا کریں گے۔ اور امام غائب اسی باب کے ذریعے لوگوں کی مرادیں پوری کیا کریں گے۔ محمد بن نصیر اس پروپیگنڈہ کیساتھ ہی باب بن کر سامراء کے اس تہ خانے کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ جس کے اندر اس خیالی امام کو روپوش بتایا تھا۔

موسوی شیعوں نے محمد بن نصیر کے یہ سارے دعوے تسلیم کر لیے، ان کا اب بھی یہ ایمان ہے کہ ۲۶۰ھ سے اب تک ساڑھے گیارہ سو برس کا عرصہ گزر جانے کے باوجود امام غائب زندہ ہیں۔ بلکہ اس کی کئی گنا مدت تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ شیعہ ان کے نام کے آگے عج لکھتے ہیں جو عجل اللہ فرجہ کا مختصر ہے۔ یعنی اللہ انہیں جلدی ظاہر کرے۔ چونکہ شیعوں کا یہ

فرقہ بارہ ائمہ کے ظہور کا قائل تھا۔ اور اس نے اپنے حساب سے بارہ کی تعداد بھی پوری کر لی تھی۔ اس لیے یہ فرقہ اثنا عشریہ کے نام سے اس قدر مشہور ہوا کہ اب موسوی کے بجائے اس کا یہی نام معروف ہے۔

اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ یہ پیش آیا کہ اصل حقیقت حال سے واقف بعض شیعوں نے جب دیکھا کہ محمد بن نصیر نے یہ سارا ڈھونگ رچا کر اپنی دوکان خوب چمکالی ہے تو فرط حسد سے یہ اعلان کر دیا کہ محمد بن نصیر امام غائب کا باب نہیں ہے۔ اس گروہ نے بہت جلد اتنی طاقت پکڑ لی کہ ابن نصیر اور اس کے حامیوں کو ادھیڑ بھگایا اور تہ خانے پر قبضہ کر لیا۔ واقعہ کا لطیف ترین پہلو یہ ہے کہ ایک تیلی جو حسن عسکری کے زمانے میں ان کے دروازے کے پاس تیل بیچا کرتا تھا۔ اب وہی امام غائب کا باب (یعنی دروازہ بنا)۔ ابن نصیر نے وہاں سے بھاگ کر اپنی ایک الگ جماعت تیار کی جو نصیری فرقے کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اثنا عشری اور نصیری فرقوں میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ ملک شام کے عام شیعے اسی نصیری فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور آجکل حکومت کے سیاہ وسپید پر پوری طرح قابض ہیں۔ شام کا صدر حافظ الاسد بھی نصیری شیعہ ہے۔ ادھر ایران کے عام شیعے اثنا عشری ہیں۔

شیعہ مذہب یہود و مجوس کی سازشی ذہنیت اور جذبۂ انتقام کے ازدواج سے وجود میں آیا ہے، اسی لیے شیعہ مذہب کے عقائد و اعمال پر ان دونوں گروہوں کی پوری پوری چھاپ موجود ہے۔ شیعوں نے پانچ وقت کی نماز کو جمع بین الصلوٰتین کے نام پر سمیٹ کر تین وقت میں کر دیا ہے، کیوں کہ یہود تین وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ قرآن کے حکم کے بالکل خلاف شیعہ حضرات عورتوں کو غیر منقولہ جائداد کا وارث نہیں مانتے، کیوں کہ یہود کا یہی مذہب ہے۔ شیعہ حضرات اونٹ کا دودھ اور گوشت، بے چھلکے کی مچھلی اور اس طرح کی کئی چیزیں حرام مانتے ہیں، کیوں کہ یہ سب یہودی شریعت میں حرام ہیں۔ آپ گہرائی سے جائزہ لیں تو واضح ہوگا کہ شیعہ حضرات اسلام کے لبادے میں یہودی شریعت پر عمل کرتے ہیں۔

دوسری طرف شیعوں پر مجوسی تہذیب کا اثر بھی ہمہ گیر ہے۔ شیعہ حضرات مجوسیوں کا
تہوار نوروز، بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، اور اس میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جسے مجوسی
دور کے عیاش حکمراں اور عوام اس تہوار پر کرتے تھے۔ مجوسیوں میں اسلامی فتوحات تک
مزدکی اباحیت پسندی موجود تھی۔ جب شیعہ مذہب ایجاد کیا گیا تو متعہ کے نام سے مذہبی
تقدس کا لبادہ پہنا کر اس فاشی کو دائمی بنا دیا گیا۔ شیعہ مذہب کی ایجاد سے یہودیوں کا اصل
مقصود یہ تھا کہ اسلام کے نام پر اسلام کو مٹا دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لیے
بڑے منظم طریقے سے کام کیا۔ ایک طرف تو انہوں نے قبول اسلام کا اعلان کر کے اسلامی
حکومت کے سزایافتہ مجرموں، حکومت حاصل کرنے کے آرزومند طالع آزماؤں اور شکست
خوردہ اقوام کے جذبۂ انتقام رکھنے والے دنیا پرستوں سے ربط قائم کیا اور انہیں ایک لڑی
میں پرو دیا۔ اور دوسری طرف اہل بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر اور ان کے حقوق کی بربادی پر
مگرمچھ کے آنسو بہا بہا کر بہت سے سادہ لوح اور ناآشنائے حقیقت مسلمانوں کو اپنے گرد
سمیٹ لیا، اور اس طرح اہل بیت کے حمائتیوں کی ایک سیاسی اور فوجی قوت جمع کر لی۔ تاکہ
ان کو بقیہ امت سے لڑا کر اس قدر خونریزی کرائی جائے کہ امت کی فوجی اور سیاسی قوت
ٹوٹ کر ختم ہو جائے اور وہ پنپنے اور پھلنے پھولنے کی صلاحیت کھو بیٹھے۔ اور رفتہ رفتہ سوکھ کر ختم
ہو جائے۔ اس چالبازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی تاریخ کے بیانات کے مطابق تنہا حضرت
علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی اور ان کے مخالفین کی باہمی جنگ کے اندر کوئی ایک لاکھ مسلمان
خود مسلمانوں کی تلوار سے مارے گئے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ شیعہ مذہب کے ان موجد یہودیوں نے اسلامی عقائد
وتعلیمات کو مسخ کرنے کا ایک جامع پلان بنایا۔ اسلام کا کلمہ لا إله الا الله محمد رسول الله ہے۔
اس عقیدہ کو ختم کرنے کے لیے ان یہودیوں نے بیان کیا ہے کہ اللہ نے صرف اماموں کو پیدا
کر دیا۔ پھر سارے عالم کی پیدائش اماموں کے حوالے کر دی۔ اس لیے امام جب جو چیز
چاہتے ہیں اپنی قدرت اور اپنے ارادہ سے پیدا کرتے رہتے ہیں؛ معتدل شیعوں نے اس

معنی کو غلط بتایا ہے۔

آئیے دیکھیں، خمینی صاحب اس بارے میں کیا نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ خمینی صاحب
اپنی مشہور کتاب ''الحکومۃ الاسلامیۃ'' مطبوعہ بیروت ص ۵۲ پر لکھتے ہیں:

''امام کو مقام محمود، درجۂ بلند اور تکوینی خلافت حاصل ہے۔ اس کائنات کا ایک ایک
ذرہ ان کی ولایت اور تسلط کے تابع ہے۔''

تکوینی خلافت کا مطلب واضح ہے کہ اس کائنات کا سارا خدائی نظام شیعہ ائمہ کے
ہاتھوں میں ہے۔ وہ خدا کے جانشین ہونے کی حیثیت سے جو کچھ پیدا کرنا یا مٹانا چاہتے
ہیں، کرتے رہتے ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۱۴۱ پر خمینی صاحب لکھتے ہیں۔

''فرشتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں۔ اور سارے انسان حتیٰ کہ دشمن بھی ان
کے تابع فرمان ہیں کیونکہ لوگ اٹھنے بیٹھنے میں، بولنے اور چپ رہنے میں، خطبے، نمازوں اور
جنگوں میں حق کے تابع فرمان ہیں۔''

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ خمینی صاحب حد درجہ غلو پسند شیعہ ہیں۔ اور
انہوں نے ائمۂ اہل بیت کو ان سارے اختیارات سے متصف مان رکھا ہے جو اسلامی
شریعت میں خدا کے لیے مخصوص ہیں۔ بلکہ مزید دو قدم آگے بڑھ کر وہ یہ بھی کہتے ہیں:

''امام کی روپوشی کے فرمانے میں جس موجودہ اسلامی حکومت کی تشکیل مفروض
ہے۔ اللہ نے اسے بھی سارے اختیارات دیدیے ہیں۔''[1]

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خدائی کے اس منصب پُر جلال پر اس وقت خمینی
صاحب اور ان کے رفقاء براجمان ہیں۔ لیکن معلوم نہیں چرخ نیلوفری کی ایک گردش کے
ذریعہ عراقی فوج کو بھسم کرنے میں کیوں ناکام ہیں۔ خیر آگے چلئے۔

شیعہ کے کچھ عقائد ملاحظہ فرمائیے!

---

[1] دیکھیں الحکومۃ الاسلامیہ ص ۷۳.

شیعوں کے امام فرشتوں اور پیغمبروں سے افضل:

اور اللہ کے نبی ﷺ نے جو کچھ پایا تھا وہ حضرت علی ؓ اور ان کی اولاد کے حوالے کر دیا۔ امام جعفر صادق سے اس مفہوم کی روایت شیعہ کتابوں میں موجود ہے۔ مگر غالی شیعے اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے اماموں کو پیغمبروں سے بھی بدرجہا افضل مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی حضرت علی ؓ کے پاس بھیجی تھی۔ مگر جبرئیل نے غلطی سے محمد ﷺ پر اتار دی۔ انبیاء سے اماموں کے افضل ہونے کا ایک دلچسپ پہلو جعفر صادق کی روایت میں پیش کیا گیا۔ جعفر صادق کہتے ہیں: جنت وجہنم میں جو کچھ ہے مجھے معلوم ہے مجھے اگلی پچھلی تمام باتیں معلوم ہیں۔ اگر میں موسیٰ اور خضر کے درمیان ہوتا تو ان دونوں کو بتاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ جانتا ہوں، اور میں انہیں ایسی ایسی باتیں بتاتا جس کی ان دونوں کو کوئی خبر نہیں۔

باقر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ۷۳ حروف ہیں۔ حضرت سلیمان ؑ کے اس درباری کو صرف ایک حرف معلوم تھا، جس کے بولتے ہی حضرت سلیمانؑ کی پلک جھپکنے سے پہلے (ملکۂ سبا کا) تخت حاضر ہو گیا تھا۔ ہمیں اس اسم اعظم کے بہتر (۷۲) حروف معلوم ہیں۔ البتہ ایک حرف اللہ نے کسی کو نہیں بتایا۔ بلکہ اپنے پاس عالم غیب میں رکھا ہے۔ [1]

باقر اور صادق کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو اسم اعظم کے صرف دو حروف دیے گیے تھے، جس سے وہ مردوں کو زندہ اور مادرزاد اندھوں کو آنکھ والا بنا دیتے تھے۔ موسیٰ ؑ کو چار حروف دیے گئے تھے۔ ابراہیم ؑ کو آٹھ، نوح ؑ کو پندرہ، آدم ؑ کو پچیس (کل چوون -۵۴- ہوئے)۔ محمد ﷺ کو یہ سارے چون اور مزید ۱۸ حروف دیے گئے تھے۔ (کل ۷۲ ہوئے) اسم اعظم ۷۳ حروف ہیں۔ ۷۲ محمد ﷺ کو دیے گئے، اور ایک کو اللہ نے پس پردہ رکھ لیا۔ اب نبی کا علم اور اماموں کا علم، اللہ کے علم سے صرف ایک حرف کم ہے۔ اللہ سے جو کچھ نکلتا ہے، نبی سے شروع ہوتا ہے، پھر امیر المومنین علی ؓ کو ملتا ہے

[1] وافی ۲-۱۷۲۔

پھر ایک ایک کر کے سارے اماموں کو ملتا ہے۔ تاکہ آخری کو پہلے سے زیادہ علم نہ ہو۔ اماموں کو نبیوں اور پیغمبروں کے سارے علوم معلوم ہیں۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت علی ؓ اور ان کی اولاد نبوت کا درخت ہیں...... اور فرشتے ان کے پاس چکر لگاتے ہیں۔ شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ پیغمبر آسمان و زمین کی پیدائش اور حور و قصور جیسی غیبی باتوں کے متعلق جو کچھ بتائیں اسے یہ جانتے ہوئے بھی رد کیا جا سکتا ہے کہ یہ پیغمبر کی بتائی ہوئی بات ہے۔ (بحر الفوائد ج ا ص ۲۶۷) لیکن اگر کوئی شخص اماموں کی چھوٹی بڑی کوئی بھی بات رد کر دے گا تو وہ شرک کی حد میں داخل ہو جائے گا۔ (وافی)۔ شیعوں کی کتابوں میں ان کے اماموں کے اتنے بڑے بڑے معجزات ذکر کیے گئے ہیں کہ ویسے معجزات کسی نبی کو بھی کبھی نصیب نہ ہو سکے۔

خلاصہ یہ کہ شیعوں کے نزدیک اماموں کی ولایت ہر پہلو سے نبیوں اور پیغمبروں کی نبوت و رسالت سے بہتر برتر اور بڑھ کر ہے۔ اور شیعوں کے امام سارے نبیوں اور پیغمبروں سے افضل ہیں۔ معتدل شیعہ اس سے صرف نبی ﷺ کو مستثنیٰ کر لیتے ہیں۔ لیکن غالی شیعہ نبی ﷺ کو بھی مستثنا نہیں کرتے۔ اب آیئے دیکھیں کہ ''آیت اللہ العظمیٰ'' جناب خمینی صاحب کا عقیدہ اس بارے میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس عالم کائنات سے پہلے ائمہ نور تھے۔ پھر اللہ نے انہیں اپنے عرش کے گرداگرد معین کیا۔ اور انہیں ایسا مرتبہ اور ایسی قربت عطا فرمائی جسے اللہ ہی جانتا ہے۔ اور جیسا کہ معراج کی روایتوں میں ہے۔ حضرت جبریل نے فرمایا کہ اگر میں انگلی کے پور کے برابر بھی قریب جاتا تو جل جاتا۔'' [1]

یعنی شیعوں کے امام اس مقام بلند پر فائز ہیں جہاں جبریل کی رسائی بھی ممکن نہیں۔ مزید صریح لفظوں میں سنئے۔ لکھتے ہیں:

''یہ بات ہمارے مذہب کے لوازم میں سے ہے کہ ہمارے اماموں کو وہ مقام حاصل

[1] الحکومۃ الاسلامیۃ: ص ۵۲.

ہے، جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی اور نہ پیغمبر...... اماموں سے ان کا یہ قول وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارے کچھ ایسے حالات ہیں، جن کی طاقت نہ کسی مقرب فرشتے میں ہے نہ کسی نبی اور پیغمبر میں"۔ ❶

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ خمینی صاحب نے نبی ﷺ کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ یعنی وہ بھی غالی شیعوں کی طرح اپنے اماموں کو نبی ﷺ سمیت سارے نبیوں اور فرشتوں سے افضل مانتے ہیں۔ مذکورہ بالا کتاب کے ص ۹۱ پر خمینی صاحب نے صراحت کی ہے کہ:

"ہم اماموں کے بارے میں بھول اور غفلت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

(حالانکہ یہ خالص اللہ کا خاصہ ہے) ص ۹۱ پر خمینی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے:

"رسالت کی تکمیل ائمہ کرتے ہیں۔"

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خمینی صاحب ائمہ اہل بیت کے متعلق تشدد اور غالی شیعوں کی طرح اس قدر غلو رکھتے ہیں کہ انہیں نبی ﷺ سمیت تمام پیغمبروں سے افضل سمجھتے ہیں۔

شیعوں کے امام اور علماء شریعت میں جو تبدیلی چاہیں کر سکتے ہیں:

قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ خدائی وحی اور خدائی احکام میں ترمیم اور تبدیلی کا حق اور اختیار نبی ﷺ کو بھی نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن شیعوں نے اس بارے میں بھی بڑا غلو کیا ہے۔ معتدل مانے جانے والے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد دین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے حوالے کر دیا گیا۔ اب وہ لوگ جو کہہ دیں وہی دین ہے۔ ان کی کسی بات کا تعاقب اللہ اور اس کے رسول کا تعاقب ہے۔ ان کی چھوٹی بڑی کسی بھی بات کو کسی نے رد کیا تو شرک باللہ کی حد میں چلا گیا۔

غالی شیعوں نے اس پر مزید ایک رتبے کا اضافہ کیا ہے کہ اماموں کو اختیار ہے کہ وحی والہام کے بغیر جو چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کر دیں۔ اور وحی میں جس طرح کی

❶ الحكومة الاسلامية ص ٥٢.

تبدیلی چاہیں کر دیں۔ یعنی اللہ نے ایک چیز حرام کی ہے، امام چاہے تو حلال کر دے۔ اللہ نے حلال کی ہے، امام چاہے تو حرام کر دے۔ یہ شیعے یہ بھی کہتے ہیں کہ امام غائب کی روپوشی کی مدت میں ان کے نائب کی حیثیت سے شیعہ علماء یہ کام انجام دیں گے۔ اب آیئے! خمینی صاحب کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں:

ائمہ کرام صرف احکام اور علوم ہی میں نہیں بلکہ سارے کے سارے معاملات میں انبیاء کے وارث ہوں گے۔ ❶

"ہمیں معلوم ہے کہ اماموں کے احکام دوسروں کے احکام سے مختلف ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اماموں سے ان کی موجودگی میں جو احکام صادر ہوں ان پر بہر حال عمل درآمد کرنا ہے۔ اور ان کی پیروی بہر حال ضروری ہے۔ حتیٰ کہ ان کی وفات کے بعد بھی۔" ❷

خمینی صاحب نے اماموں کو اللہ کی حجت قرار دیا ہے، اور اس کا مطلب یہ قرار دیا ہے۔

"اللہ کی حجت سے ہماری مراد یہ ہے کہ امام سارے معاملات میں لوگوں کا مرجع ہیں، اللہ نے انہیں مقرر کیا ہے اور لوگوں کو نفع نقصان پہنچانے والے سارے تصرف انہیں سونپ دیے ہیں۔ پس اللہ کی حجت وہی ہے جسے اللہ نے مسلمانوں کے سارے معاملات کا قیم بنا دیا ہو۔ اس کے اقوال وافعال مسلمانوں پر حجت ہوں گے اور ان کا نفاذ ضروری ہوگا۔ اور حدود قائم کرنے اور خمس وصول کرنے میں ان پر عمل درآمد نہ کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ ❸

خمینی صاحب نے غالی شیعوں کی طرح اماموں کو اللہ کی حجت مطلقہ مانتے ہوئے آنکھ موند کر ان کی پیروی کا حکم دینے کے علاوہ اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ امام غائب کی روپوشی کے بعد حجت کون ہے۔ اس سلسلے میں خمینی صاحب نے اپنی محولہ کتاب الحکومۃ الاسلامیہ کے ص ۶۷ و ۷۷ پر امام غائب کے نائب محمد بن عثمان عمری کو دیا کہ اے امام

❶ الحكومة الاسلامية ص ٩٧.
❷ الحكومة الاسلامية ص ٩٠.
❸ ايضاً ص ٨٧.

غائب کو پہنچا دیجیے۔ محمد بن عثمان نے یہ تحریر امام غائب کے پاس بھیج دی۔ امام غائب نے اس کا تحریری جواب خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر اور اپنا دستخط کر کے محمد بن عثمان کے ذریعہ بھیج دیا۔ اس خیالی تحریر کا یہ ٹکڑا ملاحظہ کے لائق ہے۔

''تمہیں جو واقعات پیش آئیں تم ان کے سلسلے میں ہماری حدیث کے راویوں سے رجوع کرو۔ کیوں کہ وہ لوگ تم پر میری حجت ہیں۔ اور میں اللہ کی حجت ہوں۔ اللہ محمد بن عثمان اور اس کے والد سے راضی ہے۔ وہ میرا معتمد علیہ ہے۔ اس کا خط میرا خط ہے۔''

شیعوں کی اس افسانوی روایت میں جسے خمینی نے پورے ایمان واعتماد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ شیعہ اماموں کی حدیث کے راویوں یعنی شیعہ علماء کو حجت قرار دیا گیا ہے۔ خمینی صاحب اُس روایت پر پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ دوسروں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیکھو! امام کی روپوشی کے ابتدائی دور کا ایک سائل امام کے نائبین سے مل کر امام کے پاس خط بھیجتا ہے۔ وہ مرجع اور فتویٰ کا سوال نہیں کرتا......''

خلاصہ یہ کہ خمینی صاحب اماموں کے بعد شیعہ علماء کو اللہ کی حجت مانتے ہیں اور اس کو نہایت پختہ اور دائمی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسی محولہ کتاب کے ص ۹۱ پر لکھتے ہیں۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ اماموں نے جو منصب فقہاء کے لیے مقرر کیا وہ اب بھی محفوظ ہے۔ کیوں کہ اماموں کے بارے میں ہم بھول یا غفلت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ مسلمانوں کی ساری مصلحتوں کو پوری طرح جانتے تھے۔''

تقیہ:

تقیہ کا مطلب یہ ہے کہ دل کے اندر کچھ ہو اور ظاہر کچھ اور کیا جائے۔ یعنی درپردہ دشمنی، ظاہر میں دوستی۔ درپردہ انکار، ظاہر میں اقرار، درپردہ بغاوت، ظاہر میں اطاعت، درپردہ قتل کی کوشش اور منہ پر چکنی چپڑی تعریف اور حمایت کا اظہار۔ یہی چیز ہے جسے شریعت کی زبان میں نفاق کہتے ہیں اور عرف عام میں فریب اور فراڈ۔ اسی کو ہندوستانی

مثل میں یوں کہا گیا ہے:

''منہ میں رام رام بغل میں چُھری۔''

یہ تقیہ شیعہ مذہب کا اصل الاصول اور نہایت اہم بنیادی ستون ہے۔ اس تقیہ کو شیعہ مذہب میں اتنا بڑا کارِ ثواب بتلایا گیا ہے کہ اس کے مقابل بڑی سے بڑی عبادت ہیچ ہے۔ شیعوں نے اپنے اماموں سے یہ روایت کی ہے کہ ''تقیہ ہمارا اور ہمارے آباء واجداد کا دین ہے۔'' ''جو تقیہ نہ کرے اس کا دین ہی نہیں۔'' اس تقیہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ شیعہ مذہب کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ ہے۔ اور ایک حصہ میں شیعہ مذہب کے باقی سارے عقائد واحکام ہیں۔

اس تقیہ کے بارے میں خمینی صاحب کا نقطۂ نظر وہی ہے جو کسی غالی اور متشدد شیعہ کا ہو سکتا ہے۔ خمینی صاحب نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، جن میں تقیہ کے اقسام وفضائل اور مواقع استعمال کی تفصیلات بتائی ہیں۔ اس بارے میں مینی صاحب کے انداز فکر کی ایک دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) شیعوں کا متفقہ فتویٰ ہے کہ ''ناصبی یعنی اہل سنت سے شیعہ مرد وعورت کا نکاح جائز نہیں۔'' لیکن اس پر خود شیعوں میں یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ نبی ﷺ نے حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما سے شادی کی تھی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی دو صاحبزادیاں بیاہی تھیں۔ حالانکہ شیعوں کے بقول یہ سب ناصبی بلکہ ناصبیوں کے امام تھے۔ خمینی صاحب نے محولہ کتاب میں اس کا یہ حل بتایا ہے کہ یہ سب نکاح تقیہ کے طور پر تھے۔ (ص ۱۹۸)۔

گویا ایک شرمگاہ جو اصلاً حرام ہو تقیہ کی بنا پر حلال ہو جاتی ہے۔

شیعوں کی نگاہ میں اہل سنت سب سے بڑے کافر اور گمراہ ہیں، اس لیے ان کے پیچھے نماز درست ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں۔ لیکن ان کے لیے مشکل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد نے حضرات ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ خمینی صاحب نے اس کا جو حل ڈھونڈا ہے، اور اس کی روشنی میں جو فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ داد

دینے کے لائق ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ نمازیں تقیہ کے طور پر تھیں، اور تقیہ کے طور پر (یعنی دھوکا دینے اور آنکھ میں دھول جھونکنے کی نیت سے) اہل سنت کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو صرف یہی نہیں کہ وہ نماز ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس نماز کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ ایسی نماز ہوگی کہ گویا رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پہلی صف میں پڑھی گئی۔ ❶

خمینی صاحب نے یہ نکتہ بھی واضح کیا ہے کہ اہل سنت کے ساتھ تقیہ کے طور پر رواداری برتی جائے تو یہ سب سے افضل اور محبوب ترین عبادت ہے۔ اور اس کی حکمت یہ بتلائی ہے کہ شیعہ اسی طرح سنبھل سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے تقیہ کی خلاف ورزی کی ہوتی تو اب تک شاید وہ ختم ہو چکے ہوتے۔ ❷

خمینی صاحب اسی اصول کی روشنی میں فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے یہاں چاند کا ثبوت نہ ہو اور سنیوں کے یہاں ہو جائے اور وہ ہمارے حساب سے آٹھویں تاریخ کو عرفات میں ٹھہریں تو اگرچہ سنیوں کے فیصلے کو ہمارے یہاں ثبوت نہیں مانا جا سکتا۔ لیکن ہمارے شیعہ حضرات تقیہ کے طور پر آٹھویں تاریخ ہی کو عرفات میں ٹھہر لیں۔ ان کا حج ہو جائیگا۔ اگرچہ انہیں یقین ہو کہ سنیوں نے غلطی کی ہے۔ ❸

اسی نکتہ نظر کی بنا پر خمینی صاحب نے ۱۴۰۰ھ میں فتویٰ صادر کیا تھا کہ شیعہ حضرات اہل سنت کے ساتھ مناسک حج ادا کریں۔

تحریف قرآن:

تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اپنی موجودہ شکل میں صحیح نہیں۔ اس میں تحریف، الٹ پھیر اور کمی بیشی کی گئی ہے۔ اس بارے میں کتاب کافی جو شیعہ کے ہاں صحیح بخاری کی طرح ہے۔ اس میں اہل بیت کی بہت سی روایتیں درج ہیں۔ ایک روایت میں صادق کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ جبریل نے کل سات ہزار آیات نازل کیں۔ مگر

❶ دیکھیے ص ۴۹ اور ص ۱۹۸۔ ❷ دیکھیے ص ۲۰۰۔
❸ دیکھیے ص ۱۹۶۔

موجودہ قرآن میں چھ ہزار دو سو تریسٹھ آیات ہی ہیں۔ ایک اور روایت میں انہیں کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ ہمارے پاس حضرت فاطمہ کا قرآن ہے جو موجودہ قرآن سے تین گنا زیادہ ہے۔ اور اس میں موجودہ قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔ انہیں جعفر صادق کی زبانی یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ پورا قرآن جیسے نازل ہوا تھا اسی طرح جمع کیا گیا ہے، وہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ قرآن صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد کے اماموں نے جمع اور حفظ کیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اسی غائب شدہ حصے میں ایک سورہ ولایت تھی جس کی ایک آیت یہ تھی:

﴿یا یھا الذین اٰمنوا بالنبی والولی الذین بعثنا ھما یھدیانکم الیٰ الصراط المستقیم﴾

"اے لوگو جو نبی اور ولی پر ایمان لائے ہو جن دونوں کو ہم نے مبعوث کیا، جو دونوں تم کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں"۔

شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ الم نشرح کی سورت میں ایک آیت تھی وَجعلنا علیا صھرك۔ یعنی ہم نے علی رضی اللہ عنہ کو تمہارا داماد بنایا۔ (دلچسپ بات یہ ہے کہ اس "آیت" کے گھڑنے والے احمق کو یہ سمجھ میں نہ آسکا کہ یہ سورہ الم نشرح تو مکی ہے اور مکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت ابو العاص رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے۔)

قرآن میں تحریف ثابت کرنے کے لیے ۱۲۹۲ھ میں مرزا حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے ایک کتاب لکھی؛ جس کا نام ہے: "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب۔" اور اس میں مختلف دور کے شیعہ علماء اور مجتہدین کے [دو ہزار اقوال قلمبند کیے ہیں]۔ چالاک شیعوں نے اپنے مذہب کی اصل حقیقت بے نقاب کرنے پر مرزا حسین کو ملامت کی تو اس نے ایک اور کتاب لکھی۔ "رد بعض الشبہات عن فصل الخطاب۔" بہر حال جب مرزا حسین کی موت واقع ہوئی تو اسے قرآن میں تحریف ثابت کرنے کے کارنامے کے بدلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقبرہ کے ایک امتیازی مقام میں دفن

کیا گیا۔

تحریف کے سلسلے میں عام شیعوں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ موجودہ قرآن کوئی دس پارہ کم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قرآن جمع کیا تھا جس میں یہ دس پارے موجود تھے۔ یہ قرآن اہل بیت کے پاس محفوظ تھا جسے ''ظالم حکمرانوں'' کے خوف سے چھپا رکھا گیا تھا اسے امام غائب اپنے ساتھ لے گئے اور جب آئیں گے تو ساتھ لے کر آئیں گے۔

خمینی صاحب صرف یہی نہیں کہ شیعوں کے ساتھ اس عقیدہ میں پوری طرح متفق ہیں؛ بلکہ انہوں نے اس خرافاتی عقیدہ پر اپنی دانست میں براہین بھی قائم کیے ہیں اور حد درجہ بد عقیدگی، غلو اور صحابہ کرام کی تذلیل واہانت اور بغض وعداوت پر مشتمل شیعی روایات کو اپنے اس عقیدہ کی بنیاد بنایا ہے۔ (یہ روایات آگے آ رہی ہیں۔)

چنانچہ خمینی صاحب نے ایک کتاب تحریر فرمائی ہے: ''التعادل والترجیح''۔ یہ کتاب ۱۳۸۵ھ میں قم سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے ص ۲۶ پر خمینی صاحب نے بھی شیعوں کے اس جہل مرکب کو دہرایا ہے کہ سنی علماء کو شریعت کا علم شیعوں سے کم ہے۔ پھر اس کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت اور چند خاص الخاص صحابہ کو احکام شریعت سیکھنے کا جذبہ واہتمام تھا جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سرفہرست تھے۔ باقی لوگوں میں (یعنی ابو بکر وعمر اور تمام بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں) سرے سے شریعت سیکھنے کا شوق واہتمام تھا ہی نہیں۔ یہ شیعہ کے اس عقیدہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ صحابہ محض دنیا حاصل کرنے کی غرض سے نبی ﷺ کا ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔ خمینی صاحب اس طرح کی کئی خرافات رقم فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

''حاصل کلام یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ سارے احکام کی تبلیغ کر دی تھی۔ یہاں تک کہ خراش کی دیت بھی بیان کر دی تھی، لیکن وہ ذات جس سے کوئی بھی حکم فوت نہ ہو سکا اور جس نے کتاب وسنت کے سارے احکام کو منضبط کیا وہ صرف امیر المومنین (حضرت علی) علیہ السلام ہیں۔ جبکہ باقی لوگوں سے بہت کچھ فوت ہو گیا، کیوں کہ اس کا اہتمام ان کے

یہاں بہت کم تھا۔'' (ص ۲۶-۲۷)

نیز آگے چل کر یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''غالباً جس قرآن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور لوگوں میں اس کی تبلیغ کرنا چاہتے تھے یہ وہ قرآن کریم تھا جو قرآن فہمی کی تمام اندرونی خصوصیات پر مشتمل تھا اور جسے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے منضبط کیا گیا تھا''۔ (ص ۲۶)

ان دونوں اقتباسات کا مطلب بالکل صاف ہے کہ دوسرے تمام شیعہ کی طرح خمینی صاحب بھی اس قرآن مجید کو صحیح نہیں مانتے۔ بلکہ ان کا ایمان ہے کہ قرآن میں خرد برد تحریف اور کمی کی گئی ہے۔

اس بد عقیدگی کے علاوہ خمینی صاحب کی تحریروں میں خرافات کا پورا ایک طوفان بھی چھپا ہوا ہے، جس کی توضیح یہ ہے کہ خمینی صاحب کی ان دونوں تحریروں میں شیعہ کی دو مشہور روایات کے مضامین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ان دونوں روایات کے بعض بعض الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ یہ دونوں روایات خاصی طویل ہیں۔ ہم بقدر ضرورت کچھ حصہ نقل کر رہے ہیں۔ پہلی روایت تفسیر کاشانی مطبوعہ تہران ۱۳۷۴ھ کی ج ۱ ص ۱۵ پر اور دوسری روایت ج ۱ ص ۲۷ پر موجود ہے۔ روایتیں یہ ہیں:

(۱) طلحہ نے علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میں نے آپ کو ایک مہر لگا ہوا کپڑا لے کر نکلتے دیکھا تھا۔ (وہ کیا ہے؟) علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے غسل اور تکفین وتدفین سے فارغ ہو کر پورا قرآن جمع کر ڈالا۔ ایک حرف بھی نہیں چھوڑا یہ وہی ہے''۔

طلحہ نے کہا کہ: ''عمر نے آپ سے یہ قرآن مانگا مگر آپ نے نہیں دیا تو عمر نے لوگوں کو بلایا۔ جس آیت پر دو آدمیوں نے شہادت دی اسے لکھ لیا، اور جس پر صرف ایک ہی آدمی نے گواہی دی اسے ملتوی کر دیا، اور نہ لکھا۔ عمر کو میں نے یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ یمامہ میں بہت سے ایسے لوگ قتل ہو گئے جو قرآن کا کچھ ایسا حصہ پڑھتے تھے جسے کوئی اور

نہیں پڑھتا تھا۔ان کے قتل ہو جانے سے یہ حصہ جاتا رہا۔اسی طرح ایک بکری آئی اور جو قرآن لوگ لکھ رہے تھے اس کا ایک صحیفہ کھا گئی۔اس میں بھی جو کچھ تھا وہ ضائع ہو گیا۔عمر اور ان کے جن جن ساتھیوں نے عہد فاروقی اور عثمانی میں قرآن لکھا وہ کہتے تھے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی۔سورۂ نور میں ایک سو سے زیادہ آیتیں تھیں۔آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ آپ کتاب اللہ کو منظر عام پر کیوں نہیں لاتے؟ عثمان نے عمر کی تالیف پر کتاب اللہ کو تیار کرا کے لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کر دیا ہے۔اور ابی ابن کعب اور ابن مسعود کے مصاحف کو پھاڑا اور جلا ڈالا ہے''۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے طلحہ ہر آیت جو اللہ عزوجل نے محمد ﷺ پر نازل کی اور ہر حلال وحرام یا حد یا حکم یا کوئی بھی ایسی چیز جس کی ضرورت، قیامت تک کبھی بھی اس امت کو پیش آسکتی ہے وہ سب رسول اللہ ﷺ کے املاء اور میرے ہاتھ کی تحریر سے لکھی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ خراش کی دیت بھی۔طلحہ نے کہا کہ ہر چھوٹی بڑی اور خاص و عام چیز جو ہو چکی یا جو قیامت تک ہو گی وہ آپ کے پاس لکھی ہوئی ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، اور اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں مجھے چپکے سے علم کے ایک ہزار دروازے بتلائے تھے۔جن میں سے ہر دروازہ مزید ایک ہزار دروازوں کو کھولتا ہے۔نبی ﷺ کی وفات کے بعد اگر امت میری پیروی واطاعت کرتی تو اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتی......''

طلحہ نے کہا: ابوالحسن! قرآن کو منظر عام پر لانے کے متعلق آپ نے میری بات نہیں مانی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔یہ بتاؤ کہ عمر اور عثمان نے جو کچھ لکھا ہے وہ کل کا کل قرآن کے علاوہ بھی اس میں کچھ ہے؟۔طلحہ نے کہا کل قرآن ہی ہے۔علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس جو قرآن ہے اگر تم لوگ اس پر عمل کرو تو جہنم سے بچ جاؤ گے اور جنت میں چلے جاؤ گے کیوں کہ اس میں ہماری حجت ہے۔ہمارے حق کا اور ہماری اطاعت کی فرضیت کا بیان ہے۔طلحہ نے کہا اگر یہ قرآن ہے تو میرے لیے کافی ہے۔

پھر طلحہ نے کہا کہ۔اچھا یہ بتایئے کہ آپ کے ہاتھ میں جو قرآن ہے اور اس کے مطالب اور حلال وحرام کا جو علم ہے اسے آپ اپنے بعد کسی کے حوالے کریں گے۔علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ میں اسے اپنے وصی اور اپنے بعد لوگوں کی ولایت کے سب سے زیادہ حقدار انسان یعنی اپنے بیٹے حسن کو دیدوں۔پھر وہ میرے بیٹے حسین کو دیدیں گے۔پھر یہ حسین کی اولاد میں یکے بعد دیگرے منتقل ہو گا، یہاں تک کہ آخری آدمی قرآن لیے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس حوض کوثر پر پہنچے گا۔نہ یہ لوگ قرآن سے جدا ہوں گے نہ قرآن ان سے جدا ہو گا۔مگر معاویہ اور ان کا بیٹا، عثمان کے بعد امت کے والی ہوں گے پھر حکم بن ابی العاص کی اولاد سے سات افراد یکے بعد دیگرے والی ہوں گے۔تاکہ گمراہی کے بارہ اماموں کی تعداد پوری ہو جائے۔یہ وہی چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے منبر پر دیکھی تھی کہ یہ لوگ امت کو ایڑیوں کے بل پیچھے پلٹا رہے ہیں۔ان میں (دس) آدمی بنوامیہ کے ہیں اور دو آدمی اور ہیں جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ان (بنوامیہ کے آدمیوں) پر اور ان دونوں آدمیوں پر قیامت تک اس امت کے اندر ہونے والے سارے گناہوں کے بوجھ کے برابر بوجھ لادا جائے گا۔

نوٹ:

اس روایت میں بنوامیہ کے دس آدمیوں میں سے دو شخص امیر معاویہ و یزید کو بتایا گیا ہے۔سات حکم کی اولاد سے بتائے گئے ہیں یعنی مروان سے لے کر ہشام بن عبدالملک تک جن میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی ہیں۔یہ کل نو ہوئے۔مزید ایک آدمی حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ ہوئے۔پھر ان سے پہلے جن دو صاحبان کو ارتداد امت کی بنیاد رکھنے والا بتایا گیا ہے وہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔یہ بارہ حضرات گمراہی کے امام بتائے جا رہے ہیں۔اور قیامت تک اس امت کے اندر ہونے والے سارے گناہوں کا بوجھ ان کے سر پر لادا جا رہا ہے۔یہ ہے وہ روایت جس پر خمینی صاحب ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت سے ایمان لا کر اس سے ''تحریف قرآن'' کے متعلق ''حقائق'' کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

(۲) خیر اب دوسری روایت سنیے! جو تفسیر کاشانی کی ج اص ۲۷ پر ہے۔ اور اس کو ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ:

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو علی علیہ السلام نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین و انصار کے پاس لے آئے۔ کیوں کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کی وصیت کی تھی۔ ابوبکر نے کھولا تو پہلے ہی صفحے پر ان لوگوں کی سیاہ کاریاں نکلیں۔ عمر کود پڑے؛ اور کہا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اس کو واپس لے جاؤ۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے وہ قرآن لے لیا، اور واپس ہو گئے۔ پھر زید بن ثابت کو بلایا گیا۔ وہ قاری قرآن تھے۔ عمر نے کہا: علی علیہ السلام ہمارے پاس قرآن لائے تھے۔ (لیکن) اس میں مہاجرین وانصار کی سیاہ کاریاں تھیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے لیے قرآن کی تالیف کردو۔ اور اس میں مہاجرین وانصار کی جو رسوائی و پردہ دری ہے اسے نکال دو۔

زید نے اسے قبول کرلیا۔ (لیکن) یہ کہا کہ آپ لوگوں کے کہنے کے مطابق جب میں قرآن لکھ کر پورا کر دوں۔ اور علی رضی اللہ عنہ نے جو قرآن لکھا ہے اسے وہ بھی منظر عام پر لا دیں تو کیا آپ لوگوں کے سارے خیالات باطل نہیں ہو جائیں گے۔ عمر نے کہا تب کیا حیلہ ہونا چاہیے۔ زید نے کہا۔ آپ لوگ حیلہ زیادہ جانتے ہیں۔ عمر نے کہا، اس کے سوا اور کیا حیلہ ہوسکتا ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں۔ اور ان سے راحت مل جائے۔ اس کے بعد انہوں نے خالد بن ولید کے ہاتھوں علی رضی اللہ عنہ کے قتل کی تدبیر کی لیکن اس پر قدرت نہ پا سکے۔ اس کے بعد جب عمر خلیفہ ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قرآن ان کے حوالے کر دیں۔ مقصد تو یہ تھا کہ وہ لوگ اس قرآن میں تحریف کر دیں۔ (لیکن) عمر نے یوں کہا کہ اے ابوالحسن! اگر تم اس قرآن کو ابوبکر کے پاس لائے تھے۔ تو ہمارے پاس بھی لاؤ۔ تاکہ ہم سب اسی پر اکٹھا ہو جائیں۔ علی علیہ السلام نے کہا: یہ ہرگز نہیں ہوسکتا؛ اب اس کی کوئی راہ نہیں۔ میں اسے ابوبکر کے پاس صرف اس لیے لایا تھا کہ تمہارے خلاف حجت قائم ہو جائے۔ اور تم لوگ قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم اس سے ناواقف تھے۔ یا یہ کہ تم اس کو ہمارے پاس

نہیں لائے تھے۔ میرے پاس جو قرآن ہے اسے صرف پاک لوگ اور میری اولاد میں سے میرے وصی ہی چھو سکتے ہیں۔ عمر نے کہا: تو کیا اس کے اظہار کے لیے کوئی مقررہ وقت ہے۔ علی علیہ السلام نے کہا: ہاں! جب میری اولاد میں سے اٹھنے والا اُٹھے گا۔ (یعنی مہدی منتظر) تو اسے لوگوں کے لیے ظاہر کرے گا۔ اور لوگوں کو اس پر آمادہ کرے گا اور اسی کے مطابق سنت جاری ہوگی۔

نوٹ:

اس روایت میں حضرت ابوبکر وعمر اور انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین کو سیاہ کار، حیلہ باز؛ قرآن کا تحریف کنندہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا خواہاں اور ایسا ناپاک بتایا گیا ہے کہ وہ قرآن چھونے کا حق نہیں رکھتے تھے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔

یہ ہیں وہ دونوں روایات جن پر خمینی صاحب نے تحریف قرآن کے عقیدہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اس سے ایک معمولی آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ خمینی صاحب کا انداز فکر کیا ہے۔

ایران کا ''اسلامی'' انقلاب

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اہل سنت سے اندھی عداوت اور بے پناہ جوش انتقام، شیعہ مذہب کی روح ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ روح ایران کے موجودہ ''انقلابیوں'' میں کس حد تک پائی جاتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں پہلے شیعہ مذہب کا جائزہ لیں..... پھر خمینی صاحب اور ان کے ''پاسداران انقلاب'' کے نقطہ نظر کی وضاحت کریں۔

ابوبکر وعمر وعثمان اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر اور لعنت وغیرہ:

شیعہ کتابوں میں عام صحابہ کو کافر کہا گیا ہے۔ کفر کے اس فتوے سے بمشکل سات صحابی بچ سکے ہیں۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خلاف بدزبانی اور لعنت کا وہ طوفان ہے جسے نقل کرنا مشکل ہے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کو اسلام سے کچھ بھی تعلق تھا، اسے سخت عذاب دیا جائے گا۔ شیعہ کتابوں میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو ناپاک، ملعون،

سرکش شیطان، طاغوت، ظالم، غاصب، اس امت کا فرعون وہامان، سب سے زبردست منافق، نبی ﷺ کے سب سے بڑے دشمن اور اسلام کے لیے سب سے زیادہ نقصان رساں اور ساری برائیوں کی جڑ کہا گیا ہے۔ ایک شیعہ روایت ملاحظہ ہو:

''شیطان کو جہنم کی بیڑی کے ستر طوق پہنا کر میدانِ حشر کی طرف ہانکا جائے گا۔ وہ نظر دوڑائے گا تو دیکھے گا کہ اس کے آگے ایک آدمی ہے، جسے عذاب کے فرشتے کھینچے لے جا رہے ہیں اور اس کی گردن میں جہنم کے ایک سو بیس طوق پڑے ہوئے ہیں۔ شیطان قریب جا کر کہے گا کہ اس بدبخت نے کیا کیا تھا کہ اسے مجھ سے بڑھ کر عذاب ہو رہا ہے۔ حالانکہ ساری مخلوق کو تو میں نے گمراہ کر رکھا تھا۔ اور ہلاکت گاہ میں پہنچایا تھا۔ وہ شخص شیطان سے کہے گا: ''میں نے کچھ نہیں کیا تھا صرف علی رضی اللہ عنہ بن طالب کی خلافت غصب کر لی تھی''۔ [1]

جانتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے غاصب۔ بقولِ شیعہ۔ کون ہیں؟ یہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ نعوذ باللہ۔ ظالم مصنف شیعہ کی یہ مسلمہ روایت نقل کر کے اس پر حاشیہ لگاتا ہے کہ ''بظاہر اس شخص۔ یعنی ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما نے۔ خلافت غصب کرنے ہی کو۔۔ اپنی بدبختی اور زیادتی عذاب کا مستقل سبب سمجھا۔ اور یہ نہ جانا کہ قیامت تک دنیا میں جو کفر ونفاق اور ظالموں اور چیرہ دستوں کا غلبہ رہا وہ بھی اسی کی کرتوت کا نتیجہ ہے۔ [2]

شیعوں کا درود یہ ہے:

"اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد والعن صنمی قریش وجبتیھما وطاغوتیھما وابنتیھما"۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''اے اللہ محمد اور آلِ محمد پر درود بھیج۔ اور قریش کے دونوں بتوں دونوں جبتوں اور دونوں طاغوتوں۔ یعنی ابوبکر وعمرؓ۔ پر اور ان دونوں کی بیٹیوں۔ یعنی حضرت عائشہ وحفصہؓ۔ پر لعنت بھیج''۔ نعوذ باللہ۔

[1] دیکھئے الانوار النعمانیه تصنیف نعمة الله الجزائری. [2] ایضاً.

کافی اور وافی میں حضرت ابوبکر اور عائشہ وحفصہ اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر لعنتوں کی بھرمار ہے۔ شیعہ ہر نماز کے بعد ایک دعا پڑھتے ہیں، جس میں مذکورہ چاروں مقدس ہستیوں اور عام صحابہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے اماموں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں تو ایک دعا پڑھتے ہیں جس میں دورِ اول سے ابتک کی پوری امت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

کافی ۳/۳۹۱ میں لکھا ہے کہ عائشہ اور حفصہ (رضی اللہ عنہما) کافر اور منافق ہیں اور ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گی۔ اس کتاب میں (جو شیعوں کی صحیح بخاری ہے) ان دونوں امہات المومنین کے بارے میں ایسے ایسے گندے الفاظ ہیں کہ شیطان کے رونگٹے بھی کھڑے ہو جائیں گے۔

ایک شیعہ روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے علاوہ مزید ستر ہزار کائنات پیدا کی ہیں، ہر کائنات میں ستر ہزار امتیں ہیں۔ ہر امت کی تعداد جن وانس سے زیادہ ہے۔ ان (ساری کائنات کی ساری) امتوں کا صرف ایک ہی کام ہے کہ ابوبکر وعمر پر لعنت بھیجیں۔ نعوذ باللہ۔ ولعن من لعنھما۔

شیعہ حضرت عمر کے مجوسی قاتل کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اسے بابا شجاع الدین کہتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے قتل کے نام پر ۹ ربیع الاول کو عید مناتے ہیں۔ [1]

اور اس کو سب سے بہترین عیدوں میں شمار کرتے ہیں اور اسے مفاخرت کا دن؛ باعظمت دن، زکوٰۃ عظمیٰ کا دن، برکت کا دن اور تسلی کا دن کہتے ہیں۔ اس سلسلے میں شیعہ مصنف نعمت اللہ الجزائری نے الانوار النعمانیہ ج ۱ ص ۱۰۸ میں دو روایتیں ذکر کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی یہ پیشین گوئی گھڑی گئی ہے کہ آپؐ نے اس دن کو برکت وسعادت والا دن بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس دن اہلِ بیت کا دشمن اور اہل بیت کا فرعون، ہامان، ظالم غاصب، ان کے حرام کی پردہ دری کرنے والا، جبت، منافق، امت میں سود پھیلانے والا، ناحق امت کا مال چھیننے والا اور غلط جگہ خرچ کرنے والا۔ اپنے کندھے پر

[1] حضرت عمرؓ ۲۹ ذی الحجہ کو شہید ہوئے، مگر مجوسیوں نے اپنی عید کی مناسبت سے اس کے لیے ۹ ربیع الاول کو چنا۔

ذلت کا کوڑا لیے پھرنے والا۔ امت کو گمراہ کرنے والا، قرآن میں تحریف کرنے والا، حضور کی اولاد کا حق غصب کرنے والا، اور آپ کو جھٹلانے والا، خیانت کوشش، دغاباز، غدار، کینہ توز وغیرہ جرائم والا (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) ہلاک ہوگا۔ اور حضور کی زبانی یہ بھی کہلوایا گیا ہے کہ اللہ نے اس دن کو سارے دنوں پر فضیلت دی ہے۔ اور یہ بھی کہلوایا گیا ہے کہ اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، تمہارے بعد علی رضی اللہ عنہ کا حق جو غصب کرے گا اس کی روح پر دردناک عذاب کھول دوں گا۔ اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جہنم کی ایسی گہرائی میں پہنچاؤں گا کہ ابلیس بھی اس پر جھانک کر لعنت کرے گا۔ اور اس منافق کو قیامت کے روز میدانِ حشر میں انبیاء کے فرعونوں اور دین کے دشمنوں کے درمیان عبرت بناؤں گا۔ اور انہیں اور ان کے ماننے والوں کو اور سارے ظالموں اور منافقوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں جھونک دوں گا۔

ان روایتوں میں مزید آگے چل کر اللہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اے محمد! میں نے ساتوں آسمانوں کے باشندوں کو جو تمہارے شیعہ اور محبین ہیں حکم دیا ہے کہ میں جس دن اس ظالم کو اٹھاؤں گا اس دن عید منائیں۔ بیت معمور کے سامنے میری کرامت کی کرسی نصب کریں، میری ثنا کریں۔ اور اولاد آدم میں سے تمہارے شیعوں کے لیے استغفار کریں۔ اے محمد میں نے کراماً کاتبین کو حکم دیا ہے کہ آپ کے اور آپ کے وصی کے اعزاز کے طور پر اس دن کی خوشی میں تین دن تک مخلوق کے گناہ لکھنے سے قلم روک لیں۔ اے محمد! میں نے اس دن کو تمہارے لیے، اہل بیت کے لیے اور شیعہ مومنین کے لیے عید بنایا ہے۔ اور اپنے نفس پر اپنے عزت وجلال اور اپنی بلندی وبالاتری کی قسم کھائی ہے کہ اس دن جو شخص اپنے اہل اور قرابت داروں پر وسعت کرے گا میں اس کے مال اور عمر میں اضافہ کروں گا۔ اسے جہنم سے آزاد کروں گا۔ اس کی کوشش کی قدر کروں گا، اس کا گناہ بخش دوں گا اور اس کے اعمال قبول کروں گا۔'' الخ

یہ ہے حضرت ابوبکر وعمرؓ اور عام صحابہؓ کے ساتھ شیعوں کے جوشِ عداوت کی ایک ادنیٰ

سی جھلک۔ خمینی صاحب اور ان کے پاسداران انقلاب اس عداوت میں اپنے پیشروؤں سے ذرا بھی پیچھے نہیں ہیں بلکہ دو قدم آگے ہی ہیں۔ چنانچہ جن روایات میں ان بزرگ صحابہ کو گالیں بکی گئی ہیں، خمینی صاحب بے دھڑک انہیں روایات پر اپنے عقائد واحکام اور دینی ومذہبی تحقیقات کی بنیاد رکھتے ہیں۔ شیعوں کے عقیدۂ تحریف قرآن کے سلسلے میں پچھلے شمارے کے اندر ہم، ان دو روایتوں کو نقل کر چکے ہیں جن پر خمینی صاحب نے اس مسئلہ میں اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی ہے اور جن کے الفاظ تک کو ''کوٹ'' کیا ہے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان روایتوں میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو قرآن کا تحریف کنندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کا غاصب اور امت میں گمراہی کی بنیاد رکھنے والا ناپاک اور گمراہی کا نام کہا گیا ہے اور عام مہاجرین وانصار کو سیاہ کار بتایا گیا ہے۔ ان صحابہ کرام کے متعلق خمینی کا قول بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے محض دنیاوی اغراض کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ پکڑ رکھا تھا۔ خمینی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''سارے احکام شریعت کے خازن تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، مگر ان احکام کا بیان صادق تک کے لیے مؤخر ہوگیا کہ صادق سے پہلے کے ائمہ پر اتنی مصیبتیں اور آزمائشیں آئیں کہ وہ ان احکام کو بیان کرنے کی گنجائش نہ پا سکے''۔ [1]

اس کا مطلب صاف ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلم حکمراں خمینی صاحب کے بقول ظالم بلکہ سخت ظالم تھے۔ خمینی صاحب یہ بات صراحۃً بھی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''ہمارے ائمہ اور ان کے ماننے والے شیعہ ہر جگہ ہر دور میں ظالمانہ اقتدار کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ظلم سے کبھی بھی مصالحت نہیں کی۔ اسی لیے انہیں بہت کچھ ظلم وتکالیف سہنی پڑیں۔'' [2]

خمینی صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ صرف شیعہ ائمہ ہی والی بننے کے حقدار تھے۔ [3]

---

[1] التعادل والترجيح ص ۲۷. [2] الحكومة الاسلامية ص ۱۴۶. [3] الحكومة الاسلامية ص ۴۷.

یعنی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم والی بننے کے سرے سے حقدار ہی نہ تھے۔

خمینی صراحت کرتے ہیں کہ: جو شخص خود شیعوں کا امام نہ ہو یا ان کے امام کا مقرر کردہ نہ ہو وہ ظالم حکمراں ہے۔ (1)

بلکہ خمینی صاحب کے بقول وہ طاغوت ہے اور اس سے رجوع کرنا تحاکم الی الطاغوت ہے۔ صرف شیعہ امام یا فقیہ ہی سے فیصلہ کرانا جائز ہے۔ (2)

اسی لیے وہ صرف نبی ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت کو اسلامی حکومت مانتے ہیں۔ (3) یعنی حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی حکومت اسلامی نہیں، بلکہ اسے ظالم اور غاصب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''شیعہ نے شروع ہی سے ایک عادل اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی ہے؛ اور چونکہ یہ حکومت نبی ﷺ کے عہد میں اور امام علی علیہ السلام کے عہد میں وجود پذیر رہ چکی ہے۔ اس لیے ہمیں یقین ہے کہ اس کی تجدید ہو سکتی ہے لیکن ظالموں نے تاریخ کے ہر دور میں ہر پہلو سے اسلام کی توضیح میں رکاوٹیں ڈالی ہیں''۔ (4)

خمینی صاحب کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام خلفاء اور حکمراں یعنی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم وغیرہ ان کی نگاہ میں ایسے ظالم تھے کہ انہوں نے ہر پہلو سے اسلام کی توضیح میں رکاوٹیں ڈالی تھیں اسی لیے خمینی صاحب ان کا انجام یہ بتاتے ہیں۔

''اللہ تعالی ظالم حکمرانوں اور اسلامی تعلیمات سے منحرف حکومتوں کا حساب کتاب لے گا اور ان کی کرتوت پر ان کی گرفت کرے گا''۔ (5)

بلکہ مزید یہ کہ:

''اللہ تعالی امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان لوگوں کے خلاف حجت قائم

(1) الحکومۃ الاسلامیۃ: ص ۸۷-۸۸.
(2) ایضاً ص ۸۸ و ۹۲.
(3) ایضاً ص ۱۵۶.
(4) الحکومۃ الاسلامیہ ص ۱۵۶ مطبوعہ کویت.
(5) ایضاً ص ۷۹.

کرے گا، جنہوں نے ان سے بغاوت کی اور ان کے حکم کے خلاف کیا۔ اسی طرح وہ معاویہ اور اموی وعباسی حکمرانوں اور ان کے مددگاروں اور ہمنواوں کے خلاف بھی حجت قائم کرے گا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے ان کا حق غصب کیا۔ اور جس منصب کے اہل نہیں تھے اس پر قبضہ کیا''۔ (1)

شیعہ کی ایک اہم عید غدیر خم کی عید ہے۔ یہ عید اس لیے منائی جاتی ہے کہ شیعہ کے بقول غدیر خم میں نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد کیا تھا۔ اس نامزدگی پر خمینی صاحب کا نہایت پختہ ایمان ہے اور وہ جگہ جگہ بار بار نہایت بے دھڑک انداز سے اس نامزدگی کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ خمینی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی کریم سے... اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ کہا کہ جو شخص لوگوں پر آپ کا خلیفہ ہوگا، اس کے بارے میں اللہ کے نازل کیے ہوئے فیصلے کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس فیصلہ کے مطابق آپ نے اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے نامزد کیا''۔ (2)

''ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے اپنا خلیفہ نامزد کیا'' (3)

''رسول اللہ نے اللہ کے حکم سے ان بڑے بڑے کاموں کے لیے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو نامزد کیا''۔ (4)

ص ۳۱ پر بتلاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غدیر خم میں لوگوں کے مجمع کے اندر اس حکم الہی کی تبلیغ کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں۔

بیجا نہ ہوگا کہ غدیر خم سے متعلق وہ روایت بھی نقل کر دی جائے جس کا حوالہ خمینی صاحب کی تحریر میں دیا گیا ہے۔

روایت کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ نے حجۃ الوداع سے واپسی میں غدیر خم کے

(1) الحکومۃ الاسلامیۃ: ص ۷۹.
(2) الحکومۃ الاسلامیہ ص ۴۲.
(3) ایضاً ص ۲۰.
(4) ص ۲۵.

پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں میں اعلان کیا کہ جس کا میں مولا (محبوب) ہوں، اس کے علی رضی اللہ عنہ بھی مولا (محبوب) ہیں۔اے اللہ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اسے محبوب رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اسے دشمن رکھ۔اس سے آگے کا حصہ شیعہ کتاب وافی (بحوالہ تہذیب وکافی ۲/۴۵) کی زبانی سنیے۔روایت محمد باقر سے ہے:

"جب نبی نے غدیر کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا تو شیطان نے اپنے لشکر میں اتنے زور کی چیخ ماری کہ سمندر اور خشکی کے اندر جو کوئی شیطان بھی تھا وہاں حاضر ہو گیا۔اور بولا: کیا آفت ٹوٹ پڑی ہے؟ اس سے زیادہ آپ کی وحشت ناک چیخ تو ہم نے کبھی نہ سنی تھی۔اس نے کہا: ہاں۔اس نبی نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ اگر وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تو کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہ کی جائے گی۔شیطانوں نے کہا: حضور والا۔آپ نے تو آدم کے پیچھے پڑ کر اسے بھی گمراہ کر دیا تھا۔(یعنی اب کچھ کر دکھایئے) پھر جب منافقین (یعنی عام صحابہ کرام) نے کہا کہ یہ (نبی) تو اپنی خواہش نفسانی کے تحت بول رہے ہیں۔اور دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے (یعنی ابوبکر نے عمر سے) کہا: اجی اس (نبی) کی دو آنکھیں دیکھو۔اس کے سر میں اس طرح گھوم رہی ہیں گویا یہ پاگل ہے۔تب شیطان نے خوشی سے ناچتے ہوئے چیخ لگائی۔اپنے اولیاء کو جمع کیا، اور کہا تم لوگوں نے کہا تھا کہ میں نے اس سے پہلے آدم کو ٹھکانے لگایا تھا۔انہوں نے کہا: ہاں! ابلیس نے کہا آدم نے عہد تو توڑا تھا۔لیکن رب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا، لیکن ان لوگوں نے تو عہد بھی توڑ دیا اور رسول کے ساتھ کفر کیا۔اپنی جھنڈیوں میں بیٹھا اور اپنی پیادہ اور رسوار فوجوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ ناچو گاؤ۔اب اللہ کی عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔یہاں تک کہ امام آ جائے۔پھر باقر نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ولقد صدق عليهم ابليس ظنه فاتبعوه الا فريقا من المؤمنين﴾

"ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، پس انہوں نے ابلیس کی پیروی کی۔سوائے

اہل ایمان کے ایک گروہ کے"۔

باقر کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب اس وقت کھلا جب نبی کی وفات ہوگئی۔ابلیس کے گمان کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے نبی کے بارے میں کہا کہ وہ اپنی خواہش سے بولتے ہیں، یہی ابلیس کے ظن کی تصدیق ہے۔سلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: سب سے پہلے ابوبکر سے ابلیس نے بیعت کی۔نبی نے فرمایا تھا کہ میرے اس منبر پر سب سے پہلے ابوبکر سے ابلیس بیعت کرے گا۔ ❶

صادق کا بیان ہے کہ سوہ نور کی آیت:

﴿وان يكاد الذين كفروا ليزلقونك بابصارهم لما سمعوا الذكر ويقولون انه لمجنون﴾

"کافر لوگ جب کلام نصیحت سنتے ہیں تو ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمہیں پھسلا دیں گے۔اور کہتے ہیں یہ تو پاگل ہے"۔

صادق کہتے ہیں کہ یہ ابوبکر و عمر کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے غدیر کے دن یہ کہا کہ اس (نبی کی دونوں آنکھوں کو دیکھو۔یہ اس طرح گھوم رہی ہیں گویا یہ پاگل ہے"۔ ❷

یہ ہے غدیر خم کے واقعہ کا وہ پہلوئے لطیف جس پر خمینی صاحب نے ایمان لا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کا دعویٰ کیا ہے اور جس کی بنیاد پر حضرت ابوبکر وعمر اور عام صحابہ کو ظالم وغاصب کہا ہے۔(بقول شیعہ)۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حسن عسکری کے جو صاحبزادے سامراء کے تہ خانے میں ۲۶۰ھ میں غائب ہو گئے تھے وہی آخری زمانہ میں امام مہدی قائم الزماں بن کر ظاہر ہوں گے اور ظالموں سے انتقام لیں گے۔خمینی صاحب اس خرافات پر بڑا پر جوش ایمان رکھتے ہیں اور اس کے بیان میں انہوں نے اپنی کتاب الحکومۃ الاسلامیہ کے دو صفحات ص ۷۶، ۷۷ سیاہ کیے ہیں۔اور بھی جگہ جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں۔

---

❶ وافی ۲-۴۵. ❷ وافی ۲-۴۷.

ہمارے امام مہدی کی روپوشی پر ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے اور مزید ہزاروں سال اس وقت کے آنے سے پہلے گزر سکتے ہیں جب مصلحت کا تقاضا یہ ہو کہ ان کی تشریف آوری ہو۔ (ص ۲۶، نیز دیکھیے ص ۴۸، ۴۹، ۷۳، ۷۹، ۹۸، ۱۴۴)

خمینی صاحب کی تحریروں سے ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی نسل کے شیعہ اماموں اور ان کے نامزد کیے ہوئے شیعہ علماء اور شیعہ حکمرانوں کے علاوہ سب کو ظالم سمجھتے ہیں۔ یعنی خمینی صاحب کی نظر میں ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم اور ان کی حکمرانی کو تسلیم کرنے والے تمام صحابہ وتابعین ظالم ہیں اور ظالموں سے انتقام لینا امام غائب کی آمد کا خاص مقصد اور مشن ہے، اس لیے خمینی صاحب شیعوں کو للکار رہے ہیں۔

امام الزماں کے لیے اپنی امام بندی کرلو تاکہ پوری روئے زمین پر عدل وانصاف پھیلا سکو۔ (ص ۱۴۴)

آپ حیران ہوں گے کہ کوئی ڈیڑھ ہزار سال پہلے انتقال کیے ہوئے لوگوں سے آج کے شیعہ یا آئندہ پیدا ہونے والے شیعہ اور آئندہ آنے والے امام کیسے انتقام لیں گے؟ ہم اس سلسلے میں شیعوں کے اصل عقیدہ اور ان کی اصل روایت سے پردہ اٹھا کر آپ کی حیرانی دور کیے دیتے ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جب ان کے امام غائب ظاہر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے بعد ان امام غائب کے ظہور تک مسلمانوں کے سارے حکمرانوں کو زندہ کرے گا۔ آگے آگے جبت اور طاغوت (یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) ہوں گے۔ امام غائب ان سب کے خلاف عدالت قائم کریں گے کہ انہوں نے ان کے آباء واجداد سے حکومت غصب کی تھی۔ پھر پانچ پانچ سو آدمیوں کو ایک ایک ساتھ قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ سارے دور کے حکمرانوں اور ان کے مقربین کو ملا کر تین ہزار کی تعداد پوری ہوجائے گی۔ اس کو شیعہ رجعت کہتے ہیں اور اس میں کسی شیعہ کو کوئی ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جعفر صادق کے نام پر گھڑی گئی روایت یہ ہے:

جب آل محمد میں سے قائم ہونے والا قائم ہوگا تو قریش کے پانچ سو آدمیوں کو کھڑا کر کے ان کی گردن مارے گا۔ پھر دوسرے پانچ سو کو۔ چھ بار! ایسا ہی کرے گا۔ راوی کہتا ہے: میں نے کہا بھلا ان لوگوں کی تعداد اتنی ہوجائے گی؟ جعفر صادق نے کہا۔ وہ اور ان کے حواریوں کو ملا کر (یہ تعداد ہوجائے گی۔)

ایک روایت میں ارشاد ہے کہ: ''جب قائم الزماں اٹھیں گے تو ساری اسلامی مساجد (یعنی سنیوں کی مساجد) کو ڈھا دیں گے۔ جن میں مدینہ کی مسجد نبوی بھی شامل ہے۔ اور نبی ﷺ کا حجرہ ڈھا دیں گے۔ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کو اکھیڑیں گے اور ان دونوں کو نکالیں گے، وہ دونوں زندہ اور تازہ بتازہ نکلیں گے۔ پھر ان دونوں کو ایک سولی پر سولی دے کر دونوں کو آگ میں جلا دیں گے (۱)۔

(۱) مشہور شیعہ مصنف سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب ''المسائل الناصریہ'' میں لکھا ہے کہ یہ سولی ایک تروتازہ درخت پر دی جائے گی، لیکن سولی دینے سے یہ درخت خشک ہوجائے گا۔ نعوذ باللہ۔

کیوں کہ انسان نے آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جتنے ظلم، جرائم اور گناہ کیے ہیں وہ انہیں دونوں کی وجہ سے ہوئے ہیں۔ اور ان سب کا سارا بوجھ بھی انہیں دونوں پر ہوگا۔

یہ ہے ظلم مٹانے اور ظالموں سے بدلہ لینے کا وہ کارنامۂ عظیم جس کے لیے قائم الزماں ''امام غائب'' تشریف لائیں گے۔ اور جس کی تیاری کے لیے خمینی صاحب ابھی سے شیعوں کو عام امام بندی کا حکم دے رہے ہیں۔ کیوں کہ اس کارنامۂ عظیم کو انجام دینے کے لیے اُس دور کے شیعے کافی نہ ہوسکیں گے۔ چنانچہ ایک شیعی روایت میں ارشاد ہے کہ دس محرم کو امام غائب حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوں گے۔ جبریل ان کے داہنے ہوں گے۔ پکاریں گے اللہ کے لیے بیعت کو چلو۔ اس پر روئے زمین کے اطراف سے شیعہ چل پڑیں گے۔ زمین ان کے لیے لپیٹ دی جائے گی۔ اور وہ مہدی سے بیعت کریں گے۔ پھر وہ کوفہ آکر نجف میں اُتریں گے اور وہاں سے شہروں میں لشکر بھیجیں گے۔

اور اتنا بڑا لشکر فراہم کیسے ہوگا؟

اس کے متعلق ایک روایت میں ارشاد ہے کہ جب امام غائب کی آمد کا وقت آجائے گا تو ایک ایسی بارش ہوگی جس کی مثال مخلوق نے نہ دیکھی ہوگی۔ اس سے (شیعہ) مومنین کے گوشتوں اور جسموں کو اللہ تعالیٰ اگائے گا اور وہ قبروں سے نکل کر مٹی جھاڑتے ہوئے امام غائب کی طرف دوڑیں گے۔

یہ ہے ''ظالموں'' سے انتقام لینے کی شیعی روایتوں کا خلاصہ۔ خمینی صاحب شیعہ فقیہ ہونے کی حیثیت سے امام کی روپوشی کے دور میں ان کے نائب ہیں۔ اور انہوں نے خود اپنے لیے نائب مہدی ہونے کا بار بار اعلان کیا ہے۔ اس لیے مہدی جس کام کو بہت بڑے پیمانے پر انجام دیں گے، خمینی صاحب اس کام کو معمولی پیمانے پر انجام دے رہے ہیں۔ جس کی برکت سے ایران میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ اس سے خمینی کی خونخوار ذہنیت کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خمینی کی سنت دشمن خونخوار ذہنیت

یہ بتایا جاچکا ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور عام صحابہ کرام سے عداوت اور ان کی تکفیر ولعنت، شیعہ مذہب کی روح ہے اور یہی عقیدہ خمینی صاحب اور ان کے پاسدارانِ انقلاب کا بھی ہے۔ چونکہ شروع سے ابتک غیر شیعہ مسلمان ان صحابہ کرام کو صرف یہی نہیں کہ مسلمان بلکہ پوری امت کا عطر، انسانیت کا نچوڑ اور انبیاء کے علاوہ ساری بشریت سے افضل اور جنت کا سب سے زیادہ حقدار مانتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک مانتے رہیں گے۔ اس لیے جو مسلمان شیعہ نہیں ہیں وہ شیعوں کی نگاہ میں پیدائشی نجس، جہنمی اور گردن زدنی ہیں اور ان سے عداوت وانتقام شیعہ مذہب کی روح اور شیعوں کا سب سے اہم اور بنیادی فرض ہے، اور خمینی صاحب اس فرض کی ادائیگی میں اس قدر پُر جوش ہیں کہ سنی مسلمانوں کے قتل عام کو وہ اسلام کی جلیل القدر خدمت تصور کرتے ہیں۔ (تفصیل آگے آرہی ہے) پہلے چند شیعی روایات ملاحظہ ہوں:

شیعہ سنی کا پیدائشی فرق:

وافی باب ۱۰۸ میں صادق سے مروی ہے کہ اللہ نے اپنی عظمت کے نور سے ہماری روحیں پیدا کیں۔ پھر عرش کے نیچے بحفاظت رکھی ہوئی ایک مٹی سے ہمارے جسم پیدا کیے۔ لہٰذا ہم نورانی مخلوق ہیں۔ جس چیز سے اللہ نے ہمیں پیدا کیا اس میں کسی اور کے لیے کوئی حصہ نہیں بنایا۔ پھر اللہ نے ہمارے شیعوں کی روح ہماری مٹی سے پیدا کی اور شیعوں کے جسم ایک ایسی مٹی سے پیدا کیے جو ہماری اس مٹی کے نیچے بحفاظت رکھی ہوئی تھی۔ اور جس چیز سے اللہ نے شیعوں کو پیدا کیا اس میں انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لیے کوئی حصہ نہیں بنایا۔ (یعنی شیعہ عوام کی پیدائش کا خمیر اتنا افضل ہے کہ انبیاء کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہ ہوسکا۔ لاحول ولا قوۃ۔ (بہرحال آگے سنیے۔ صادق کہتے ہیں۔) اسی لیے ہم اور ہمارے شیعہ تو انسان ہیں لیکن باقی لوگ ایسی گندگی ہیں جو جہنم کے لیے ہے اور جہنم میں جائے گی۔

صادق سے ایک اور شیعہ روایت کے الفاظ یہ ہیں: اللہ نے ہمیں علیین سے پیدا کیا۔ اور ہماری روح کو اس کے اوپر سے یعنی عالم جبروت سے پیدا کیا اور ہمارے شیعوں کی روح کو علیین سے پیدا کیا۔ اور ان کے جسم کو اس کے نیچے سے پیدا کیا۔ اسی قرابت کی وجہ سے۔ یعنی چوں کہ شیعہ اماموں کے جسم اور شیعہ عوام کی روحیں علیین سے پیدا ہیں، اس لیے اس تعلق کی وجہ سے۔ شیعوں کے دل ہمارے لیے بیقرار رہتے ہیں۔ [1]

یہ تو پیدائش والے خمیر کی بات ہوئی، اب پیدائش کے وقت کی بات سنیے۔

وافی ۱۳؍۱۷ (بحار الانوار عن الکافی) میں جعفر صادق کی طرف منسوب ایک روایت سنیے! ان کا ارشاد ہے کہ:

جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہاں ابلیسوں میں سے ایک ابلیس موجود ہوتا ہے۔ اللہ کے علم میں اگر وہ بچہ شیعہ ہونے والا ہے تو اللہ اسے شیطان سے بچالیتا ہے اور اگر وہ شیعہ

---

[1] معلوم نہیں جو شخص شیعہ کے نطفے سے پیدا ہو کر سنی ہو جاتا ہے یا سنی کے نطفے سے پیدا ہو کر شیعہ ہو جاتا ہے، اس کے متعلق شیعہ حضرات ان دونوں روایتوں کی کیا توجیہ کرتے ہیں۔

نہیں ہونے والا ہے تو شیطان اس کی دبر میں انگلی ڈال دیتا ہے اور وہ مابون۔ یعنی بدکاری
کیا ہوا۔ ہو جاتا ہے۔ اور اگر لڑکی ہے تو اس کی شرمگاہ میں انگلی ڈال دیتا ہے اور وہ حرامکار
ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس بارے میں خمینی صاحب کا عقیدہ کیا ہے تو اگر ان کا کوئی ارشاد
موجود نہ ہوتا تب بھی ان کا عقیدہ یہی سمجھا جاتا۔ کیوں کہ یہ شیعوں کی صحیح بخاری کے درجے
کی کتاب کی روایت ہے۔ لیکن خوش قسمتی یا بدقسمتی سے ان کے ارشادات بھی موجود ہیں۔
جن میں سے کئی ایک کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ مثلاً خمینی صاحب لکھتے ہیں:

''ائمہ کو وہ مقام حاصل ہے جہاں نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ نبی و پیغمبر''
(الحکومۃ الاسلامیہ ص ۵۲)

اس کائنات سے پہلے ائمہ نور تھے۔ پھر اللہ نے انہیں اپنے عرش کے گرداگرد معین کیا
اور انہیں ایسا مرتبہ اور ایسی قربت عطا فرمائی جسے اللہ ہی جانتا ہے۔ (ایضاً ص۵۲)

فہم قرآن میں شیعہ اماموں اور دوسرے لوگوں کے درمیان فرق کے اسباب بیان
کرتے ہوئے خمینی صاحب نے لکھا ہے کہ ائمہ تمام کمالات کے علاوہ فہم قرآن میں بھی تمام
لوگوں سے ممتاز تھے اور یہ ان کا ذاتی امتیاز تھا۔ (دیکھیے التعادل والترجیح ص ۲۷)

اسی کتاب کے ص ۲۶ پر خمینی صاحب نے کاشانی کی اس روایت کے الفاظ کوٹ کیے
ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا جمع کیا ہوا قرآن مانگا تو
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا:

" ان القرآن الذی عندی لا یمسه الا المطهرون الا
وصیاء من ولدی "۔

''میرے پاس جو قرآن ہے اسے صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں اور میری
اولاد میں سے میرے وصی چھو سکتے ہیں''۔

جمع قرآن کے متعلق خمینی صاحب کا عقیدہ اسی روایت پر ہے۔ اس کے صاف معنی یہ

ہیں کہ وہ حضرت عمر اور سارے صحابہ کو ناپاک سمجھتے ہیں اور ان کی نگاہ میں صرف شیعہ ہی
پاک ہیں۔ کیا یہ بعینہ وہی بات نہیں ہے جسے ابتداء میں ہم نے نقل کیا ہے۔ خیر آگے سنیے!

سنی کافروں سے بھی بدتر:

تابعین کا دور صحابہ کے بعد اسلام کا سب سے تابناک اور سنہرا دور تھا۔ اعمال صالح
کی گہما گہمی اور علوم شریعت کی گرم بازاری تھی مکہ اور مدینہ اہم مراکز تھے۔ اس دور کے
بارے میں جعفر صادق کی طرف منسوب ایک روایت سنیے:

''محمد بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے صادق سے کہا: میں مکہ چلا جاؤں؟ کہا نہ جاؤ، مکہ
والے اللہ کے ساتھ کھلم کھلا کفر کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا: حرم نبوی (یعنی مدینہ)
چلا جاؤں؟ کہا یہ لوگ مکہ والوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔ اور ہمارے مخالفین سارے
کافروں سے زیادہ برے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو اور ان کے اسلاف پر بھی لعنت ہو''۔
(کافی ۳۹۶/۲) ۱۵/۲ تہذیب،

سنی ساری نیکیوں کے باوجود جہنمی اور شیعہ ہر برائی کے باوجود جنتی:

کافی اور وافی میں باقر سے یہ روایت کی گئی ہے کہ اللہ فرماتا ہے:

اسلام کی جو رعیت کسی ظالم امام کی تابعدار ہوگی میں اسے عذاب دوں گا۔ اور حیا نہیں
کروں گا۔ اگر چہ وہ رعیت اپنے تمام اعمال میں نکوکار اور تقویٰ شعار رہی ہو اور اسلام کی جو
رعیت خدا کے کسی عادل امام کی تابعدار ہوگی، میں اسے معاف کر دوں گا اور حیا نہیں کروں گا
اگر چہ وہ رعیت ظالم اور بدکار رہی ہو۔

باقر کہتے ہیں کہ امت (یعنی اہل سنت میں اگر چہ امانت، سچائی اور وفاداری ہو لیکن وہ
ولایت کا انکار کرنے (یعنی شیعہ اماموں کو اپنا امام نہ ماننے) کی وجہ سے کافر ہے۔ اور شیعہ میں
اگر چہ کچھ دینداری نہ ہوگی مگر اس پر کوئی عتاب نہیں۔ کیوں کہ وہ امام عادل کا تابعدار ہے۔

شیعوں کے لیے سنیوں کا مال ہڑپ کر لینا حلال ہے:

تہذیب ۱۱۶/۲، ۲۵۲ میں امام صادق کا یہ قول مروی ہے کہ ناصبی (یعنی جو ابو بکر

وعمر رضی اللہ عنہما کو حق پر مانے، اس کا مال جہاں پاؤ لے لو۔ اور ہمیں اس کا خمس ''یعنی پانچواں حصہ'' ادا کرو۔ (واضح رہے کہ خمس کافر سے جنگ میں حاصل کیے ہوئے مال پر دیا جاتا ہے۔)

کوئی سنی شہید نہیں:

وافی ۲ر۴۵ میں مروی ہے کہ غیر شیعہ حکمرانوں کے ماتحت جہاد کرنا مردار اور سور کی طرح حرام ہے۔ شیعہ کے علاوہ کوئی شہید نہیں ہوتا۔ اور شیعہ اپنے بستر پر مرے تب بھی شہید ہے۔ اور شیعوں کے علاوہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں وہ جہنم میں جانے کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔

سارے سنی گردن زدنی کے قابل:

باقر کہتے ہیں اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ان (اہل سنت کے ایک لاکھ آدمی کے بدلے تمہارا (یعنی شیعوں کا) ایک آدمی مارا جائے گا تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیدیتا۔ مگر تمہارا ایک آدمی ان کے ایک لاکھ آدمیوں سے بہتر ہے۔

یہ ہے شیعہ مذہب میں سنیوں سے عداوت کی تعلیم کا ایک مختصر سا خاکہ۔ خمینی صاحب اس تعلیم کے سانچے میں پوری طرح ڈھلے ہوئے ہیں اسی لیے وہ ہر ہر قدم پر سنیوں کی مخالفت کو ضروری اور ان کے قتل کو اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں۔ ان کی ذہنیت کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

خمینی صاحب نے اپنے رسالہ التعادل والترجیح کے ص ۸۰ سے ۸۲ تک اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ اگر کسی شیعہ امام سے ایک ہی مسئلہ میں دو ایسی حدیثیں مروی ہوں جن میں سے ہر ایک دوسرے کے مخالف ہو تو کس حدیث کو مانیں اور کس کو چھوڑ دیں۔؟۔ خمینی صاحب نے تفصیلی بحث کے بعد ص ۸۲ پر فیصلہ صادر کیا ہے کہ جو حدیث اہل سنت کے خلاف ہو اس کو لے لیں گے اور جو ان کے موافق ہو اسے چھوڑ دیں گے۔ اور چھوڑنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ سنیوں کے موافق ہے۔

خمینی صاحب نے اسی صفحہ پر مذکورہ مسئلے کے فوراً بعد اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی شہر میں کسی شیعہ آدمی کو کوئی مسئلہ درپیش ہو اور اسے کوئی شیعہ

عالم نہ ملتا ہو جس سے وہ فتویٰ پوچھ سکے تو اسے چاہیے کہ وہ سنی عالم سے جا کر فتویٰ پوچھ لے اور سنی عالم اسے جو فتویٰ بتائے اس کا الٹا کرے۔ (یعنی اس صورت میں اگر اس شیعہ کا عمل غلط بھی ہوا تو کم از کم سنیوں کی مخالفت کا ثواب تو اسے مل ہی جائے گا۔)

خمینی صاحب نے اسی صفحہ پر یہ بھی بتایا کہ شیعہ اماموں کے جو فتاوے اہل سنت کے موافق نظر آتے ہیں وہ سب تقیہ کے طور پر تھے۔

ص ۸۳ پر خمینی صاحب نے دو ایسی روایتیں نقل کی ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جو شیعہ اہل سنت کا مخالف نہ ہو وہ شیعہ نہیں اور اس کے بعد پھر ایک روایت نقل کی ہے کہ اہل سنت جس چیز پر متوجہ ہوں، اس سے بچو۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اہل سنت کا کسی چیز پر متوجہ ہونا اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ آگے ص ۹۱ پر بھی یہی بات دہرائی ہے کہ اہل سنت کی مخالف فتوے اور حدیث کی ترجیح کی ایک بنیاد ہے۔

ہم یہ بتا چکے ہیں کہ شیعہ مذہب کی رو سے شیعہ عورت یا مرد کا نکاح سنی مرد یا عورت سے حلال نہیں۔ اس سلسلے کی ایک روایت میں یہ آیت بھی درج ہے:

﴿ فلا ترجعوهن الى الكفار لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن ﴾

''انہیں (یعنی شیعہ عورت کو) کفار (یعنی سنیوں) کی طرف نہ پلٹاؤ۔ نہ یہ عورتیں ان کے لیے حلال ہیں، نہ وہ (مرد) ان کے لیے حلال ہیں''۔

خمینی صاحب بھی اس مسئلے پر صاد کرتے ہیں۔ اور حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کے نکاح کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ بطور تقیہ تھا۔ دیکھیے خمینی صاحب کا رسالہ التقیہ ص ۱۹۸۔ اسی طرح اہل سنت کے پیچھے نماز درست نہیں سمجھتے۔ مگر تقیہ کے طور (یعنی سنیوں کو دھوکہ دینے کے لیے تو اس کا اس قدر ثواب ہے کہ گویا نبی ﷺ کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھی۔ (ایضاً ص ۱۹۸، ۱۹۹)

اب تک کی تفصیلات سے اس بات میں شک وشبہ کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش باقی نہیں رہ

جاتی کہ اہل سنت سے بے لاگ اور اندھی بہری عداوت ودشمنی شیعہ مذہب اور خمینی صاحب کے خمیر میں داخل ہے۔اس عداوت کے نتیجے میں خمینی صاحب کی ذہنیت اس قدر خونخوار بن چکی ہے کہ وہ اہل سنت کے قتل عام کو ایک مقدس دینی فریضہ اور اسلام کی جلیل القدر خدمت تصور کرتے ہیں۔چنانچہ ایک طرف تو ابوبکر وعمر سے لے کر ہارون رشید تک بلکہ اس کے بعد کے تمام بڑے بڑے اسلامی فاتحین اور حکمراں خمینی صاحب کی نگاہ میں کندۂ ناتراش، نااہل، لیاقت سے محروم مظالم چیرہ دست اور طاغوت تھے۔اور یہ سب عذاب الٰہی کے مستحق ہیں۔ ❶

اور دوسری طرف تاریخ کے وہ چیرہ دست دغاباز ظالم شیعہ جنہوں نے اہل سنت کے خون کی ندیاں بہادیں وہ خمینی صاحب کی نظر میں اسلام کے جلیل القدر خادم اور رحمت الٰہی کے مستحق ہیں۔چنانچہ خمینی صاحب نے طوسی اور قداح کی بڑی تعریف کی ہے، طوسی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''خواجہ نصیر الدین طوسی اور ان جیسی ہستیاں جنہوں نے اسلام کی جلیل القدر خدمات انجام دیں ان کی موت کو لوگ خسارہ محسوس کرتے ہیں۔''

طوسی کی جلیل القدر ''اسلامی خدمات'' کیا تھیں، اس سے خمینی صاحب نے خود ہی پردہ ہٹایا ہے، چنانچہ وہ تقیہ کی ضرورت کے مواقع بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔کہ

''اگر محض ظاہری طور (ظالموں کی حکومت میں) شامل ہونے سے اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی مدد ہوسکتی ہے تو ایسے موقع پر تقیہ درست ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ بن یقطین اور نصیر الدین طوسی رحمہما اللہ شامل ہوئے تھے''۔(ایضاص ۱۴۲)

نصیر طوسی دکھاوے کے لیے کس ''ظالم حکومت'' میں شامل ہوا اور اس نے اسلام اور مسلمانوں کی کون سی حقیقی مدد کی اسے تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔اس لیے چند سطروں میں صرف سرسری اشارہ کیا جارہا ہے۔

❶ دیکھیے خمینی صاحب کی الحکومۃ الاسلامیہ ص ۳۳، ۱۴۶، ۱۴۸، ۷۹۔

نصیر الدین طوسی ایک نہایت کینہ توز اور مکار شیعہ تھا۔اس نے بغداد کے خلیفۃ المسلمین کی تعریف میں قصیدے کہہ کہہ کر وزارت کا منصب حاصل کیا۔ادھر وزارت عظمیٰ پر ایک مکار شیعہ موید الدین علقمی فائز تھا۔ان دونوں نے اہل سنت کے قتل عام اور عباسی خلافت کے خاتمے کی ایک متفقہ سازش رچائی۔نہایت چابکدستی کے ساتھ فوج کی تعداد انتہائی کم کردی۔حکومت کے کلیدی مناصب پر اپنے لوگوں کو متعین کر کے بغداد کو تاتاریوں کے لیے لقمہ تر بنا دیا پھر اسی سازش کے تحت نصیر طوسی بغداد چھوڑ کر ۶۵۵ میں تاتاری حکمراں ہلاکو خاں کا مصاحب بن گیا۔علقمی سے نامہ وپیام جاری رہا، اور دونوں نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت وترغیب دی۔

تاتاری وہم پرست تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ بغداد کی حکومت پر خدا کا سایہ ہے۔اس لیے اگر خلیفہ پر کوئی ظلم کیا گیا تو ہم پر کوئی آسمانی آفت ٹوٹ پڑے گی۔اس لیے وہ سرحد عراق تک پہنچ جانے کے باوجود بغداد پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار نہ تھے، لیکن علقمی کی مسلسل دعوتوں اور طوسی کی مسلسل ترغیب وپیشین گوئی سے اور یہ اطمینان دلانے سے کہ ان پر کوئی آسمانی آفت نہیں آئے گی، تاتاری بغداد پر حملہ آور ہوگئے اور پھر جو قیامت برپا ہوئی وہ سب کو معلوم ہے۔طوسی ہلاکو کے ساتھ ساتھ تھا، اسے راستے، نقشے اور نشیب وفراز بتلاتا اور مناسب مشورے دیتا تھا۔اس کے مشورے کی روشنی میں ہلاکو نے علقمی کے ذریعہ پہلے خلیفہ کو بلوایا، پھر بغداد کے تمام علماء، فقہاء، شرفاء، عمائدین اور ارکین سلطنت کو بلا کر بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا۔پھر مجوسی خلیفہ کے ذریعہ اہل شہر کو ہتھیار ڈال کر باہر نکل آنے کے لیے کہا۔اور جب اہل شہر خالی ہاتھ باہر نکل آئے تو تاتاریوں نے ان کا قتل عام شروع کر دیا۔

یہ کئی لاکھ کی تعداد میں تھے سب مارے گئے۔شہر کی خندقیں لاشوں سے پٹ گئیں، دریائے دجلہ کا پانی خون کی کثرت سے سرخ ہوگیا۔اس کے بعد تاتاری شہر میں گھس پڑے، عورتیں اور بچے سروں پر قرآن شریف رکھ رکھ کر گھروں سے نکلے۔مگر سب قتل ہوئے

بغداد اور نواحِ بغداد میں ایسا قتل عام ہوا کہ ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مارے گئے۔ اس سارے کارنامے کی رہنمائی نصیر طوسی اور علقمی کر رہے تھے۔ انہوں نے ہلاکو کو مشورہ دیا کہ خلیفہ کے خون سے اپنی تلوار ناپاک نہ کرو، بلکہ اسے نمدے میں لپیٹ کر لاتوں سے کچلوادو۔ چنانچہ ہلاکو نے خلیفہ کو ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر اور ایک ستون سے بندھوا کر اس قدر لاتیں لگوائیں کہ اس کی جان نکل گئی۔ پھر لاش زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندوا کر ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ کرادی۔ یہ سارا کشت وخون اس لیے کرایا گیا کہ یہ سنی مسلمان تھے۔ لیکن طوسی اور علقمی کا دل اب بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو شاہی کتابوں کا ذخیرہ دریا میں پھینکنے کا مشورہ دیا۔ اس کی کثرت سے دریائے دجلہ میں ایک بند سا بندھ گیا اور اس کا پانی جو سرخ تھا اب کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہوگیا۔ باقی کتب خانوں میں آگ لگادی۔ کتابوں کی کثرت کے سبب یہ آگ سولہ دن تک بھڑکتی رہی۔

یہ ہیں نصیر الدین طوسی کی وہ جلیل القدر اسلامی خدمات ''جنہیں خمینی صاحب نے دل کھول کر سراہا ہے اور جسے اسلام اور مسلمانوں کی حقیقی مدد'' قرار دیا۔ اور جس سے خوش ہو کر نصیر الطوسی کو رحمہ اللہ کے اعلیٰ ترین جملے سے نوازا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خمینی صاحب کی نگاہ میں ''اسلام کی حقیقی مدد اور خدمت'' کیا ہے۔ -- آیئے اب قداح کا بھی تھوڑا سا حال سن لیجیے جو خمینی صاحب کی نگاہ میں طوسی ہی کی طرح اسلام کا خادم ہے۔

قداح کا اصل نام میمون بن ویصان ہے، یہ دمشق کے قریب سلمیہ نامی ایک بستی کا رہنے والا ایک تیز وطرار یہودی عالم تھا۔ فلسفہ اور نجوم میں مہارت رکھتا تھا۔ کھال پکانا اس کا اصل پیشہ تھا۔ مگر اس کی اسلام دشمن اور خون آشام طبیعت اس پر قناعت نہ کرسکی۔ اس نے اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کے صفایا اور قتل عام کے طویل المیعاد منصوبے بنائے اور ۲۷۶ھ میں اپنے [بیٹے] سعید کے ہمراہ کوفہ آگیا۔ اور باطنیوں کے تن مردہ میں خونخوار یہودی بھیڑیوں کی روح پھونکنے کے لیے کوفہ کے اسماعیلی شیعوں سے رابطہ قائم کیا۔ اور اپنا یہودی مذہب اور اپنے بیٹے کی اصلیت چھپاتے ہوئے خاص اسماعیلی شیعوں کو چپکے سے

بتایا کہ یہ روپوش اسماعیلی اماموں کی نسل سے ہے، اس کا نام عبیداللہ ہے اور اب یہی مہدی بن کر ظاہر ہونے والا ہے۔

کوفہ میں قداح کو حدان عرف قرمط نامی ایک غالی باطنی شیعہ مل گیا۔ اسے عبیداللہ ''مہدی'' کا نائب بنایا گیا اور خفیہ تحریک شروع ہوگئی۔ اباحیت پسند مجوسی، یہودی اور اسماعیلی شیعہ دیکھتے دیکھتے اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اس مذہب میں زنا کاری، شراب نوشی، ماں، بہن، بیٹی سے نکاح وغیرہ سب کچھ حلال کر دیا گیا۔ نماز روزہ وغیرہ سب فرائض ساقط کر دیے گئے اور مسلمانوں کا قتل فرض قرار دیا گیا۔ کوفہ اور عراق میں یہ تحریک مضبوط ہوگئی تو یحییٰ نامی ایک شخص کو بحرین (سعودی عرب کا موجودہ مشرقی صوبہ الاحساء) بھیجا گیا۔ اس نے اپنے آپ کو مہدی کا بیٹا اور قاصد ظاہر کرتے ہوئے شیعوں کو بتایا کہ اب مہدی کا ظہور قریب ہے، اس سے وہاں کے شیعوں میں ایک مجنونانہ جوش پیدا ہوگیا۔ اور وہ ابو سعید جنابی کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے اور جب بقدر ضرورت طاقت فراہم ہوگئی تو ان شیعوں نے مسلمانوں کے خلاف خوفناک قتل وغارت کا سلسلہ شروع کردیا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ۲۸۶ھ میں ابوسعید جنابی نے بصرہ پر قبضہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں کو آگ میں جلا جلا کر ہلاک کیا۔

(۲) یہی شخص ۲۸۹ھ میں عراق کے اکثر حصوں پر قابض ہو کر شام پر حملہ آور ہوا اور دمشق فتح کر کے وہاں قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔

(۳) ۲۹۰ھ میں یحییٰ مذکور کی قیادت میں ان ظالموں کی ایک فوج نے دمشق کا محاصرہ کر کے وہاں کے باشندوں کو ہلاکت کے قریب جا لگایا تھا کہ مصری فوج آگئی۔ ورنہ دمشق کھنڈر میں تبدیل ہوجاتا۔ مصری فوج کے ہاتھوں یحییٰ قتل ہوا اور محاصرہ ختم ہوا۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد یحییٰ کے بھائی حسین کی قیادت میں ان ظالموں نے پھر چڑھائی کردی، اہل دمشق نے بہت کچھ مال دے کر اسے کسی طرح واپس ہونے پر راضی کیا۔

(۴) لیکن حسین نے دمشق سے واپس ہو کر حمص کا رخ کیا، وہاں سارے مسلمان قیدیوں کو قتل کر دیا، پھر حماۃ اور معرۃ النعمان وغیرہ گیا، اور بے حساب مسلمانوں کو قتل کیا۔ یہ شخص عورتوں، بچوں سب کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس کے بعد بعلبک پہنچا۔ اور وہاں کی عام آبادی کو تہ تیغ کیا۔ پھر سلمیہ میں عہد وامان کے تحت داخل ہوا۔ لیکن بدعہدی کر کے وہاں کے سارے باشندوں حتی کہ مکتب کے بچوں اور چوپایوں تک کو قتل کر ڈالا۔ مقتولین میں سرفہرست بنو ہاشم تھے بالآخر بڑی مشکلوں کے بعد حسین مارا گیا۔ لیکن اس تحریک کے لیڈروں نے عبداللہ بن سعید نامی ایک شخص کو کمانڈر بنایا۔ اس نے ۲۹۳ھ میں پھر ملک شام پر چڑھائی کی اور سخت خونریزی وغارت گری اور عصمت دری کی۔ بالآخر شدید جنگوں کے بعد اس کے بعض پیروکاروں نے سر پر خطرہ منڈلاتا دیکھا تو اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے حوالے کر دیا۔

(۵) مگر فتنہ اب بھی فرو نہ ہوا، ان لیڈروں نے زکرویہ بن فہرایہ نامی ایک شخص کو کمان سونپی۔ اس نے ۲۹۴ھ میں مکہ سے خراسان جانے والے حاجیوں کے قافلے پر حملہ کیا، سخت جنگ ہوئی۔ جب زکرویہ نے دیکھا کہ ان سے نمٹ نہیں سکے گا تو قافلے سے پوچھا کہ تمہارے اندر بادشاہ کا نائب ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ زکرویہ نے کہا، تب تم لوگ اطمینان سے جاؤ، مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن جب قافلہ لد پھند کر بے فکری کے ساتھ روانہ ہو گیا تو زکرویہ نے پیچھے سے اچانک بے خبری کے عالم میں ان پر حملہ کر دیا اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا، صرف چند عورتیں ہوس رانی کے لیے منتخب کر لیں، باقی سب عورتوں کو بھی قتل کر دیا۔

(۶) اس کے بعد زکرویہ حاجیوں کے مزید قافلوں کی واپسی کے انتظار میں گھات لگا کر بیٹھ گیا، اور وہاں کے کنوؤں تالابوں اور چشموں کو لاشوں اور پتھروں سے پٹوا دیا تاکہ حاجیوں کو پانی نہ مل سکے۔ اس کے بعد جوں ہی حاجیوں کا قافلہ پہنچا ان پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا۔ حاجیوں نے تین دن تک ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر ان کا پانی ختم ہو گیا اور انہوں نے

پیاس سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیے۔ زکرویہ نے سب کی گردن اڑا دی، چند افراد نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے، ان کے پیچھے ایک جماعت بھیج دی، جس نے امان کا اعلان کیا، لیکن وہ لوگ جب واپس ہوئے تو انہیں بھی قتل کر دیا۔ مکاری کا عالم یہ تھا کہ جنگ کے بعد ان ظالموں کی عورتیں پانی لے کر حاجیوں کی لاشوں کے درمیان ٹہل رہی تھیں، تاکہ اگر کوئی پانی مانگے تو یہ پتہ لگ جائے کہ یہ زندہ ہے۔ چنانچہ کسی کے منہ سے جوں ہی آواز نکلتی یہ اسے قتل کر دیتیں۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس سال زکرویہ نے بیس ہزار حاجیوں کو قتل کیا۔ بڑی مشکل سے خلیفہ کی فوجیں اس شخص کو زیر کر سکیں، لیکن اس کے باوجود قداح کی برپا کی ہوئی یہ تحریک ختم نہ ہو سکی۔

(۷) ادھر ابو سعید جنابی جسے اس تحریک کے لیڈروں نے بحرین کے علاقے میں متعین کیا تھا اور جو بحرین سے بصرہ تک سخت خونریزی مچا چکا تھا وہ اپنے غلام کے ساتھ بدفعلی کی کوشش میں اسی غلام کے ہاتھوں ۳۰۱ھ میں مارا گیا۔ اور اس کا بیٹا ابو طاہر اس کا قائم مقام ہوا۔ ابو طاہر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر خونریز ثابت ہوا۔ اس نے ۳۱۱ھ میں بصرہ پر اچانک حملہ کر کے بیشمار لوگوں کو قتل کیا۔ ۱۷ دن تک لوٹ مار اور قتل وغارت کے بعد ایک شخص کو بصرہ پر اپنا والی مقرر کر کے جس قدر مال ومتاع اور عورتوں بچوں کو لے جا سکتا تھا، بحرین لے گیا۔ اس سال اس نے حجاج کے قافلوں پر حملہ کر کے سخت لوٹ مار اور قتل وغارت گری کی۔ اگلے سال ۳۱۲ھ میں اس نے کوفہ کے قافلۂ حجاج پر حملہ کیا۔ یہ لوگ بھاگ کر کوفہ آ گئے۔ مگر ابو طاہر ان کو کھدیڑتا ہوا کوفہ میں داخل ہو گیا۔ اور چھ دن تک لوٹتا اور مارتا رہا پھر (بحرین) واپس ہو گیا۔ اس کی غارت گری سے تنگ آ کر ۳۱۳ھ میں کسی نے حج کا ارادہ نہیں کیا ۳۱۷ھ میں اسی ملعون نے عین ایام حج میں مکہ معظمہ پر حملہ کر کے حاجیوں کا قتل عام کیا۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے اندر بھی لوگوں کو قتل کرنے سے باز نہ رہا۔ زمزم کا کنواں مقتولین کی لاشوں سے پٹ گیا۔ خانہ کعبہ کا ہر قیمتی سامان لوٹ لیا۔ ایک خبیث نے نشے کی

حالت میں گھوڑے پر سوار ہو کر حجر اسود کو مار کر توڑ ڈالا۔ اور دیوار سے نکال دیا۔ پھر گیارہ دن کی مسلسل قتل وغارت کے بعد جب واپس ہوئے تو حجر اسود ساتھ لیتے گئے، جو کیس بائیس سال بعد ۳۳۹ھ میں واپس ہوا۔ (یاد رہے کہ باطنیوں کی طرف سے جمہور مسلمانوں یعنی اہل سنت پر لرزہ خیز مظالم اور قتل وغارت کا سلسلہ ۶۵۵ھ تک جاری رہا۔)

عین اس زمانے میں جب عراق وشام میں ان ظالموں کی قتل وغارت گری جاری تھی قداح نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس علاقے میں تحریک پنپ چکی ہے اپنے بیٹے سعید کو جسے عبید اللہ المہدی کے نام سے مشہور کیا تھا، افریقہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے آپ کو فاطمی النسب بتا کر وہاں باطنی تحریک شروع کی اور رفتہ رفتہ اتنا زور حاصل کیا کہ سخت خونریزی کے بعد ۲۹۶ھ میں تیونس میں اپنی حکومت قائم کر لی: اور اپنے آپ کو امیر المومنین کہلوانے لگ گیا۔ پھر رفتہ رفتہ ان باطنیوں نے اتنا زور پکڑا کہ مصر فتح کر کے ۳۵۷ھ میں قاہرہ کو دار الحکومت قرار دے لیا۔ عبیدیوں کی اس حکومت کے دو وصف قابل ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ کلیدی مناصب پر عموماً اسلام کے ازلی دشمن یعنی یہودی رکھے جاتے تھے۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر سخت ظلم وتشدد اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی کھلے عام توہین کی جاتی تھی۔ اس دور کے ایک عربی شاعر حسن بن خاقان نے صورت حال پر نہایت چبھتے ہوئے اشعار کہے ہیں۔

يهود هٰذا الزمان قد بلغوا — غاية آمالهم وقد ملكوا
العز فيهم والمال عندهم — ومنهم المستشار والملك
يااهل مصر قدنصحت لكم — تهودوا، قد تهود الفلك

"اس دور کے یہودی اپنی انتہائی آرزوؤں کو پہنچ کر بادشاہ بن چکے ہیں، ان کو عزت بھی حاصل ہے اور مال بھی، اور انہیں میں سے مشیر بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔ مصر والو! میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ یہودی بن جاؤ کیوں کہ آسمان یہودی بن چکا ہے"۔

ان ظالم عبیدی حکمرانوں کا حال یہ تھا کہ انہوں نے بہت سے سنی علماء کو تہ تیغ

کیا' مساجد کے دروازوں اور عام سڑکوں پر صحابہ کرام کو گالیاں لکھ کر لگائی تھیں: اور گورنروں کو حکم دے رکھا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سر عام گالیاں دی جائیں۔ مصر میں قدم جمانے کے بعد عبیدیوں کے ایجنٹ مراکش سے سندھ وبلوچستان تک جا پھیلے تھے۔ [illegible] میں صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ میمون بن ریصان قداح نے باطنیت کی ایسی خوفناک تحریک چلائی تھی جو شرق میں خراسان سے مغرب میں مراکش تک پورے عالم اسلام کے اندر مسلمانوں کے سر پر لٹکتی ہوئی تلوار تھی۔ اس تحریک کے ہاتھوں کروڑوں مسلمان شہید ہوئے، ان کے اموال لوٹے گئے۔ ان کی عورتوں کی عصمت دری کی گئی اور اسلام کے نام پر حرامکاری و بدعملی ایسا دور دورہ رہا کہ اسلام کی بیخ وبن اکھاڑ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

یہ ہے وہ قداح جسے خمینی صاحب تاریخ کا ہیرو قرار دیتے ہیں اور جس کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں۔ یہ صرف اس لیے کہ وہ اہل سنت کا قاتل تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خمینی صاحب اہل سنت کے خلاف کیسی خونخوار ذہنیت رکھتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں اصل اور حقیقی خدمت اسلام ہی یہ ہے کہ اہل سنت کو اس دنیا سے نیست ونابود کر دیا جائے۔

"اسلامی" ایران کی "یہودی" اسرائیل سے گہری دوستی

خمینی صاحب نے برسر اقتدار آتے ہی جہاں پر ایک طرف سادہ لوح سنی عوام کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے "لاشرقیہ لاغربیہ: اسلامیہ اسلامیہ" کا فریب کن اور تقیہ پر مبنی نعرہ لگانا شروع کیا تو اس کے ساتھ ہی در پردہ اپنے موجدین یہود ونصاریٰ سے گٹھ جوڑ بھی شروع کر دی۔ اور دوسری طرف عراق پر حملہ کر دیا: اور ساتھ ہی خلیج عربی کے مختلف اہل سنت ممالک کو دھمکیاں دینا بھی شروع کر دیں۔ آغاز جنگ کے صرف پانچ دن بعد عراق نے اعلان کیا تھا کہ جنگ بندی کر دی جائے اور گفتگو کی میز پر اختلافات حل کر لیے جائیں، مگر ایران نے اسے ٹھکرا دیا اور جنگ جاری رہی۔

ایران نے عراق کے ساتھ صلح کی تمام کوششوں کو ٹھکراتے ہوئے شمال وجنوب کے محاذوں پر نہایت زبردست اور شدید حملے کیے۔اور یہ حملے عین اس وقت کیے جب اسرائیل لبنان پر قیامت توڑ رہا تھا۔اور اس کے ساتھ ہی دوسرے خلیجی ممالک کو ایسی دھمکیاں دیں کہ گویا وہ چاہتا تھا کہ کوئی ملک اسرائیل کی طرف توجہ نہ کر سکے۔بہر حال عراقی فوجوں نے ان حملوں کو اس بری طرح ناکام بنایا کہ میدانِ جنگ میں پڑی ہوئی ایرانیوں کی بے گوروکفن لاشوں کو گننا ناممکن ہوگیا۔اور رفتہ رفتہ ایرانیوں کے حوصلے جواب دینے لگے۔اور صورت حال یہ ہوگئی کہ باقائدہ ایرانی فوج کے تمام عقلاء اور اہل دانش وفکر اس بے فائدہ اور لغو جنگ کو بند کرنے کے درپے ہوگئے۔حکمرانوں کا ایک طبقہ بھی اس سے بیزار ہوگیا۔ایرانی عوام کی بے چینی جہازوں کے اغوا اور قتل کی خفیہ وارداتوں سے واضح تھی۔مگر جن لوگوں کے ہاتھ میں فیصلے کی زمام تھی،انکا اور پاسداران انقلاب کا جی ابھی آسودہ نہیں ہوا تھا۔

اس جنگ میں ایران کے حالات اس حد تک بگڑ گئے تھے کہ ایران میں اس قدر غذائی قلت ہوگئی کہ اسے پچھتر فیصد سامانِ خوراک باہر سے درآمد کرنا پڑتا تھا۔درآمدات پر ۲۵ارب ڈالر خرچ کرنے پڑتے تھے۔جبکہ برآمدات سے حاصل ہونے والی کل رقم صرف ۲۱ارب ڈالر تھی یعنی تنہا اس خانے میں ۴ارب ڈالر سالانہ کا خسارہ ہوتا تھا۔

بہر حال ایک طرف حالات یہ تھے اور دوسری طرف ایران کچھ اور فسادات کی تیاریاں کر رہا تھا۔اس نے کئی برس تک یہ تحریک چلا رکھی تھی کہ حجاز سے سعودی عرب کی حکومت کو-جسے ایران طاغوت کی حکومت کہتا ہے-ختم کر کے وہاں عالم اسلام کی ایک مشترکہ حکومت قائم کی جائے۔لیبیا کے کرنل قذافی صاحب بھی یہی نعرہ بلند کرتے رہے۔شام اگرچہ سعودی عرب کا دست نگر ہونے کے باعث اس طرح کی کوئی بات زبان پر لانے سے باز رہتا تھا،لیکن اس کے بھی حکمران اسی کردار اور انداز فکر کے لوگ تھے۔جگہ جگہ ایرانی لابی بھی اسی طرح کی آواز اٹھاتی رہی ہے۔اور سادہ لوح اہل سنت والجماعت کو پرفریب نعروں سے دھوکہ دے کر ایسے مختلف علاقوں میں ایسی کانفرسیں منعقد کروائیں جن کا مقصد یہ تھا کہ

سعودی حکومت پر دباؤ ڈال کر حجاز کو ایک کھلی اسلامی حکومت میں تبدیل کر دیا جائے؛ جہاں جس کی جو مرضی ہو؛ چاہے کرتا پھرے۔

یہود اور دوسرے اسلام دشمنوں سے دوستی شیعہ تاریخ کا ایک دائمی اور مستقل باب ہے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مذہب کی پیداوار ہی یہود ومجوس کے تہذیبوں کے سنگم سے ہوئی ہے۔اس لیے ایران کی موجودہ حکومت سب سے زیادہ یہود پر اعتماد کرتی ہے۔البتہ اس راہ میں اس نے تقیہ کا لباس پہن رکھا ہے۔شیعہ اور یہود؛ یا ایران اور اسرائیل کے اس باہمی اعتماد اور پس پردہ تعلقات کا پتہ ہتھیاروں کے اس لین دین سے چلتا ہے جس کے بعض بعض واقعات کا انکشاف متفرق اوقات میں ہوگیا تھا۔یہاں ہم چند واقعات کی نشاندہی کیے دیتے ہیں،تاکہ اصل حقائق سمجھے جا سکیں۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے اسرائیل کے ساتھ ایران کی انقلابی حکومت کے گہرے تعلقات اور ہتھیاروں کے لین دین پر پہلی بار عالمی پیمانے کا شور اس وقت اٹھا جب روس نے ۱۹۸۱ء میں ارجنٹائن کا ایک جہاز آرمینیا کے علاقے پر پرواز کرتے ہوئے مار گرایا۔یہ جہاز اسرائیل کی طرف سے ایران کے لیے ہتھیار لا رہا تھا اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس طرح کے واقعات اخباروں میں آتے رہے ہم نے ان واقعات کو تو محفوظ نہ کیا۔البتہ ارجنٹائی جہاز کے واقعہ کے تعلق سے عالمی اخبارات میں جو انکشافات ہوئے تھے اس کا خلاصہ عراقی وزارت خارجہ نے مرتب کر دیا تھا۔ہم عراقی وزارت کے تبصروں کو علیحدہ کر کے اخبارات کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں۔پہلے اصل خبر:

”۱۸ار جولائی ۱۹۸۱ء (سنیچر) کو ارجنٹائن کے ایک تجارتی ہوائی جہاز سی ایل ۴۴۰ کو روس کی ریاست آرمینیا کے شہر پریوان سے پرواز کے دوران گرالیا گیا۔یہ جہاز تل ابیب اور تہران کے درمیان تیسری پرواز پر تھا۔جب کہ اسے نو پروازیں مزید مکمل کرنی تھیں۔اس جہاز میں امریکی ساخت کے ہتھیار اور ہتھیاروں کے پرزے لدے ہوئے تھے،جن کی سپلائی اسرائیل کی جانب سے عمل میں آرہی تھی“۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ۲۰ راگست 1981ء کو امریکی ٹی وی ادارے، اے بی سی نے ''نائٹ لائن'' نامی پروگرام میں سابق ایرانی صدر ابوالحسن بنی صدر کا ایک بیان ٹیلی کاسٹ کیا، جس میں بنی صدر نے کہا کہ:

''اسرائیل عرصہ دراز سے ایران کو امریکی ساخت کے ہتھیار اور اسلحہ فروخت کر رہا ہے اور یہ ہتھیار اور پرزے ان کی ذاتی نگرانی میں خمینی کی اجازت سے درآمد ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے کئی بار ایرانی مذہبی رہنماؤں سے یہ بات کہی کہ اسرائیل سے ہتھیاروں کی تجارت کے بجائے عراق سے صلح کر لی جائے۔ مگر انہوں نے ایک مسلمان ملک سے صلح کی بات کرنے کے بجائے اسرائیل سے تجارتی تعلقات کو ترجیح دی''۔

پھر ۲۸ راگست ۱۹۸۱ء (جمعہ) کو قبرص کے ایک سرکاری ترجمان نے نکوسیا میں اعلان کیا کہ ۱۷ راگست ۱۹۸۱ء کو ارجنٹائن کا جہاز سی ایل ۴۴ معمول کے مطابق ایک پرواز کے دوران لارنا کا ہوائی اڈے پر تیل لینے کے لیے تھوڑی دیر ٹھہرا۔

ترجمان نے مزید بتایا کہ (۱) ۱۱ راگست ۱۹۸۱ء کو یہی جہاز تل ابیب سے تہران کی ایک روزہ واپسی کی پرواز پر لارنا کا اترا تھا۔ اس میں پچاس بڑے ڈبے رکھے ہوئے تھے، جن کا مجموعی وزن ۶۷۵۰ کلوگرام تھا۔ جہاز کا کپتان مسٹر میکفرٹی تھا (۲) پھر ۱۲ راگست ۱۹۸۱ء کو ایک اور جہاز تہران سے تل ابیب کی پرواز کے دوران لارنا کا کے ہوائی اڈے پر اترا۔ اس کا کپتان مسٹر کورڈیرو تھا (۳) پھر ۱۳ راگست ۱۹۸۱ء کو تیسرا جہاز لارنا کا ہوائی اڈے پر اترا۔ یہ جہاز علی الصبح تل ابیب سے تہران جا رہا تھا۔ یہ جہاز تہران میں ایک روزہ قیام کے بعد اگلی صبح تل ابیب واپس چلا گیا۔ اس بار جہاز کی کپتانی مسٹر کورڈیرو کے ذمہ تھی۔

بیانات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایرانی قیادت نے عراق کے خلاف کی جانے والی کارروائی میں ان خفیہ اطلاعات سے بھی استفادہ کیا جو اسے اسرائیل نے فراہم کی تھیں۔

اور انہی بیانات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ امریکی یرغمالیوں کی رہائی کے بدلے امریکہ نے جس ایرانی سرمائے کا انجماد ختم کیا تھا، اس میں سے رقم اسرائیل اسلحے کی سپلائی

کے عوض تل ابیب پہنچی۔ عالمی اخبارات کی خبروں اور تبصروں سے بھی ایران کے مذہبی پیشواؤں اور تل ابیب کے یہودیوں کے درمیان گٹھ جوڑ کا پتہ چلتا ہے۔ بطور مثال:

۲۱ راکتوبر ۱۹۸۰ء کو پیرس کے رسالے ''افریک ایزی'' نے تہران سے بھیجے گئے ایک تفصیلی مراسلے میں یہ بات شائع کی کہ اسرائیل کے جنگی ماہرین کا ایک وفد تین روزہ دورے پر ایران آیا ہے، جو ایرانی جنگی ضروریات کا جائزہ لے رہا ہے۔ یہ وفد اسلحے اور امریکی ہتھیاروں کے فاضل پرزوں کی فراہمی کی بارے میں بات چیت بھی کرے گا۔

۲ رنومبر ۱۹۸۰ء کو برطانوی اخبار ''آب زرور'' نے تہران سے ایک مکتوب میں لکھا کہ اسرائیل نے عراق کے خلاف لڑنے کے لیے اسلحہ کی ایک بہت بڑی کھیپ تہران روانہ کی ہے۔ اس میں فاضل پرزوں کی بھاری تعداد بھی شامل ہے۔ یہ اسلحے چاہ بہار، بندر عباس اور آبادان کی بندرگاہوں پر اتارے گئے۔

۳ رنومبر ۱۹۸۰ء کو جرمن روزنامے ''ڈی ویلٹ'' نے لکھا کہ اسرائیل نے ایران کو ایف ۴۰ طیاروں کے فاضل پرزوں کی معقول تعداد فراہم کی ہے۔ یہ سپلائی سمندر کے راستے ہوئی اور نامعلوم مدت تک جاری رہے گی۔ ایران کو ان پرزوں کی قیمت کی ادائیگی میں سہولت دینے کی خاطر امریکہ بہت جلد اپنے یہاں منجمد ایرانی سرمائے سے پابندی ختم کر رہا ہے۔

پیرس سے شائع ہونے والے عربی رسالے ''الوطن العربی'' نے ۵ رنومبر ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں؛ اور فرانسیسی رسالے دی سی ڈی نے ۱۱ رنومبر ۱۹۸۰ء کی اشاعت میں اور پیرس کے رسالے ''جون افریق'' میں بھی اسلحہ کی لین دین کے سلسلے میں اسرائیل اور ایران کے درمیان گٹھ جوڑ کا انکشاف کیا گیا ہے۔ الوطن العربی نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ اسلحہ کی فراہمی بلجیم کے ایک تجارتی سمندری جہاز کے ذریعہ عمل میں آ رہی ہے نیز ایران و اسرائیل کے درمیان یہ تجارت کافی عرصہ سے جاری ہے۔ اور نامعلوم مدت تک جاری رہے گی۔

''جون افریق'' نے یہ انکشاف کیا ہے کہ اسرائیلی جہاز ہتھیار لے کر ہالینڈ کی بندرگاہ پر آتے

ہیں۔اور وہاں سے یہ اسلحہ ایرانی بندرگاہوں کو بھیجا جاتا ہے۔

کویت کے اخبار ''السیاستہ'' نے ۳۱ر مارچ ۱۹۸۱ء کو پیرس کے باخبر ذرائع کے حوالے سے لکھا کہ اسرائیل نے ۶۔ ایف ۱۵ جنگی جہاز مکمل مرمت اور سروس کے بعد حال ہی میں ایران کے حوالے کیے ہیں۔ مرمت کا یہ معاہدہ ایک یورپین ملک کی دلالی سے عمل میں آیا تھا۔

۱۵ر جولائی ۱۹۸۱ء کو امریکی ٹی وی ادارے سی بی ایس نے یہ خبر نشر کی کہ اسرائیلی سپلائی کا معاہدہ طویل عرصہ سے موجود ہے۔ اس کی مالیت پہلے مرحلہ میں ایک کروڑ ڈالر سے دس کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر ہو جائے گی۔ اسرائیل نے ۱۲ر جولائی ۱۹۸۱ء سے برٹش قسم کے طیاروں کے ذریعہ ایران کو اسلحہ اور فاضل پرزوں کی سپلائی کے لیے ایک ہوائی پل قائم کر لیا۔

۲۴ر جولائی ۱۹۸۱ء کو ارجنٹائن کے اخبارات ''کروشیا'' اور ''لابرنیا'' نے اپنے حوالے سے یہ خبر نشر کی کہ روس نے ارجنٹائن کا جو طیارہ مار گرایا تھا وہ تل ابیب سے اسلحہ لیکر ایران جا رہا تھا۔

۲۶ر جولائی ۱۹۸۱ء کو لندن کے اخبار سنڈے ٹائمز نے اس واقعے کی تفصیل بتائی؟ یہ سامان لے جانے کی ذمہ داری جس شخص کو سونپی گئی تھی اس کا نام مک فرئی تھا۔ بعد میں اس کے ساتھ سٹیورٹ اور ایک سوئس دلال آندریس جینی بھی شامل ہو گئے۔ انہوں نے اس اسلحہ کی مختلف کھیپیں تہران کے حوالے کیں۔ جبکہ چوتھی کھیپ روس نے مار گرائی۔

جینی کا بیان ہے کہ اسرائیلی حکام کی خواہش تھی کہ تمام اسلحہ جلد از جلد ایران پہنچ جائے تاکہ ایران کو بالادستی حاصل ہو سکے۔ البتہ یہ نہیں معلوم کہ ایران کو کب تک اور کتنا ہتھیار فراہم کیا گیا۔

اسرائیل نے یہ بھی کہا ہے کہ ایران کے مذہبی پیشوا زور دیتے رہے ہیں کہ ایران واسرائیل کے درمیان اسلحہ کی سپلائی کے لیے قبرص کا ہوائی اڈہ لارنا کا استعمال کیا جائے کہ یہ محفوظ بھی ہے اور تیز ترین بھی۔ شاید کہ قبرص میں مقیم فلسطینیوں کو اس کا پتہ چل گیا ہوگا۔ اور

انہی کی مخبری پر روس نے طیارہ گرایا ہو۔

۲۷ر جولائی ۱۹۸۱ء کو فرانسیسی اخبار ''لانگارو'' نے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ خمینی نے خفیہ طور پر لندن کے ایک ایسے تجارتی ادارہ سے رابطہ قائم کر لیا تھا جو دین کے معاملے میں خاصا بدنام ہے۔ یہ ادارہ خمینی کی ہدایت پر اسرائیل سے اسلحہ خرید کر ایران پہنچاتا رہا ہے۔ اسی تاریخ کو ایک جرمن رسالے ڈیر شپیگل نے ایک مقالے میں انکشاف کیا کہ ایک یہودی فرم نے اسرائیل کے دارالحکومت سے ایران کے دارالحکومت تک اسلحہ کی فراہمی کا ذمہ لے رکھا ہے۔ یہ اسلحہ مختلف یورپی دارالحکومتوں سے ہو کر تہران پہنچے گا۔

سوئزرلینڈ کے اخبار ٹریبون ڈولوزان نے ۲۹ر جولائی ۱۹۸۱ء کو تہران سے ایک مراسلے میں کہا کہ ایران کو اسرائیلی اسلحے کی سپلائی زیورچ میں مقیم ایک سوئس دلال کے ذریعہ عمل میں آ رہی ہے۔

''ایران کے لیے اسرائیلی اسلحہ'' کے عنوان سے ایک مراسلے میں اس اخبار نے لکھا کہ اسلحے کی یہ ترسیل قانون کے عین مطابق ہے۔ مگر اخلاقی طور سے بری بات یہ ہوئی کہ تمام دنیا کو اس خفیہ سودے میں سوئس حکومت اور ایک باشندے کے ملوث ہونے کا علم ہو گیا جو باعث بدنامی ہے۔

امریکی ٹیلی ویژن نے ۲۰ر اگست ۱۹۸۱ء سے تین روز تک ایک طویل رپورٹ میں اس بات کے دستاویزی ثبوت پیش کیے کہ اسرائیل کافی عرصہ سے ایران کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے جو کئی دلالوں کے ذریعہ مختلف راستوں سے ایران پہنچتا ہے۔ ایران نے کسی ایک دلال یا ایک ملک پر انحصار نہیں کیا ہے۔ اس رپورٹ میں انگریز اور سوئس دلالوں سمیت اور بھی متعدد نام بتائے گئے اور دستاویزات بھی دکھائی گئیں۔ یہ بھی انکشاف کیا کہ بعض صورتوں میں زیورچ میں مقیم اسرائیلی فوجی اتاشی نے اسرائیل وایران کے درمیان رابطے کے فرائض انجام دیئے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ امریکہ نے جو ایرانی اثاثے منجمد کیے تھے ان میں سے ایک بڑی رقم اب اسرائیلی اسلحہ اور فاضل پرزوں کے بدلے یہودیوں کے پاس

پہنچ گئی ہے۔

اس ٹیلی ویژن نے یہ انکشاف بھی کیا کہ عراق و ایران جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی ستمبر ۱۹۸۰ء میں ایک فرانسیسی ماہر جنگ نے تہران کا دورہ کر کے ایرانی جنگی ماہرین سے مذاکرات کیے، پھر جب اسی سال ستمبر ۸۰ء میں جنگ چھڑ گئی تو ایرانی وزارتِ جنگ نے فوراً دو فرانسیسی فوجی ماہرین کو تہران بلایا۔ یہ دونوں یہودی تھے۔ انہوں نے ایران کی بری، بحری اور ہوائی ضرورت جنگ کا تخمینہ لگا کر بتایا کہ ایران کے ایف ۴۰ لڑاکا طیاروں کی بڑی تعداد کو فوری سروس اوور ہالنگ کی ضرورت ہے۔ پھر فوراً ہی ان یہودی ماہرین نے پیرس کے اسرائیلی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا، اور اسرائیل نے جنوبی فرانس کے ایک ہوائی اڈے پر آواز سے تیز رفتار طیاروں کے ۲۵۰ فاضل پرزے اور پچاس اسکارپین ٹینک ایران کے حوالے کر دیے اور اس کی قیمت کی ادائیگی میں مدد دینے کے لیے امریکہ نے اپنے یرغمالیوں کے عوض منجمد ایرانی اثاثے واگزار کر دیے۔

اسرائیل نے اطالوی بندرگاہ، سے ایم ۶۰ ٹینکوں کے فاضل پرزے بھی ایران کو فراہم کیے۔ اسرائیلی اسلحہ کا ایک حصہ پرتگال سے بھی فراہم کیا گیا۔ ٹیلی ویژن نے تین لاکھ ڈالر کے اس ایرانی چیک کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی دکھائی جو ایک قسط کے طور پر زیورچ میں مقیم اسرائیلی فوجی اتاشی کے حوالے کیا گیا۔

ٹیلیویژن نے اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم مناحم بیگن کا ایک انٹرویو بھی نشر کیا تھا، جس میں بیگن نے اسرائیل کی طرف سے ایران کو اسلحہ کی فراہمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ اسرائیلی قوانین کے مطابق اس سودے کی تفصیلات نہ بتانے پر مجبور ہیں۔ اس کے بعد ہی سابق ایرانی صدر ابوالحسن بنی صدر کا وہ انٹرویو نشر کیا گیا جس میں انہوں نے بتایا کہ وہ بارہا ایرانی ملاؤں پر زور دے چکے ہیں کہ اسرائیل سے اسلحے کی خریداری کے بجائے عراق سے صلح کر لی جائے۔ مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں۔

امریکی ٹیلیویژن نے اس پروگرام میں سابق امریکی صدر کے پریس سکریٹری جوڈی

پاؤل کا بھی ایک انٹرویو نشر کیا، جس میں جوڈی پاؤل نے اعتراف کیا کہ ایران کو اسرائیلی ہتھیاروں اور فاضل پرزہ جات کی فراہمی کا معاہدہ سابق امریکی صدر کارٹر کے دور میں پوری احتیاط اور رازداری سے کیا گیا تھا۔ اسرائیل کی عرب (بلکہ اسلام) دشمنی کے پیش نظر کارٹر نے اسرائیل کو مشورہ دیا کہ عربوں کے خلاف ایران کی ہر ممکن مدد کی جائے اور ایران کے مذہبی پیشواؤں کو امریکہ کے اس ہمدردانہ طرزِ عمل کا جوں ہی علم ہوا وہ فوراً ہی امریکی یرغمالیوں کو رہا کرنے پر آمادہ ہوگئے۔

ان بیانات اور واقعات سے ایران کی مسلم دشمن اور یہود دوست ذہنیت کا بہت واضح نقشہ سامنے آتا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اگر ایران کا ایک شخص رازداری کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا شخص بھانڈا پھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ ارجنٹائن کا جو جہاز گرایا گیا تھا ۲۶ر جولائی کو ایرانی وزارتِ خارجہ نے سرے سے اس کے گرائے جانے ہی کا انکار کر دیا اور کہا کہ یہ من گھڑت خبر ہے جو اسلامی انقلاب کو بدنام کرنے کی ایک سازش کے طور پر انقلاب دشمنوں نے گھڑی ہے۔ مگر اس کے بعد قومی امور کے ایرانی وزیر جناب بہزاد نبوی نے اخبار نویسوں سے خطاب کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ روس نے طیارہ گرایا ہے، مگر اس طیارہ میں اسلحہ نہیں تھا۔ اور یہ تل ابیب سے تہران نہیں آرہا تھا بلکہ تہران سے واپس جارہا تھا۔ ۲۸ر جولائی ۱۹۸۱ء کو ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر اور داڑھی صفاچٹ حجۃ الاسلام ہاشمی رفنجانی نے تہران ریڈیو اور روزنامہ کیہان کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ ارجنٹائنی طیارے کو واقعی روس نے گرالیا ہے۔ یہ طیارہ اسلحہ لے کر ایران آرہا ہے مگر جب اسے گرایا گیا تو اس میں اسلحہ نہیں تھا اور وہ تہران سے واپس جارہا تھا۔ البتہ ہاشمی رفنجانی نے یہ نہیں بتایا کہ طیارہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں واپس جارہا تھا۔

پھر ۱۹ر اگست ۱۹۸۱ء کو بیروت میں مقیم ایرانی ناظم الامور محسن الموسوی نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ ایران اپنی ضروریات کا تمام اسلحہ کھلے بازار سے خریدتا ہے اور پھر اسے ائرلینڈ سے ارجنٹائن کے طیاروں میں قبرص کے راستہ تہران بھیج دیتا ہے۔ گرایا جانے

والا طیارہ بھی اسی قسم کی پرواز پر تھا۔

پھر ۲۳ راگست 1981ء کو ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے وزیر خارجہ حسین موسوی کے حوالے سے یہ اقرار کیا کہ ایران نے اسرائیل سے اسلحہ کی خریداری کی ہے۔ مگر اس سودے بازی کی ذمہ داری سابق صدر ابوالحسن بنی صدر کے سر ڈال دی۔

کہنے کو تو وزیر خارجہ نے اس کی ذمہ داری سابق صدر پر ڈال دی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل سے یہ گٹھ جوڑ ایرانی پالیسی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد بھی ایران کے متعلق اس قسم کی خبریں آتی رہیں۔ کویت کا ہفت روزہ البلاغ اپنی ۸ رجنوری ۸۴ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''چند دن پہلے قبرص کے ایک بحری جہاز نے یونان سے اسمگل کیے ہوئے ذخائر لیکر جعلی دستاویزات کی مدد سے نہر سویز عبور کرنا چاہا، مگر مصری پولیس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پولیس نے ایک یونانی کو بھی گرفتار کیا جو جہاز سے پہلے اطمینان حاصل کرنے کے لیے مصر پہنچا تھا کہ جہاز نہر سوئز سے بے خطر گزر جائے گا۔ مصری حکام کا بیان ہے کہ اس جہاز کی طرف سے جو کاغذات پیش کیے گئے تھے اس میں بتایا گیا تھا کہ یہ عام قسم کے سامان اور کچھ لوہا لکڑ لے کر جدہ جا رہا ہے، لیکن مصری حکام کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ہتھیار اور دھماکہ خیز مادہ لے کر جا رہا ہے۔ چنانچہ جب سامان کی چیکنگ کی گئی تو اس میں عام سامان کی بجائے مختلف قسم کے کوئی دو ہزار ٹن فوجی ساز و سامان برآمد ہوئے۔ پھر جہاز کے کپتان سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے اقرار کیا کہ یہ سامان یونان سے اسمگل کر کے لایا گیا ہے جو کہ ایران کے ساحلی شہر بندر عباس لے جایا جا رہا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ اسی جہاز کے ذریعہ ایران کو ہتھیار اسمگل کرنے کی کارروائی اس سے پہلے بھی بارہا کر چکا ہے۔''

یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اس واقعہ کی تکنیک ٹھیک ویسی ہی ہے جیسی اس سے پہلے کے اسرائیلی اسلحہ کی فراہمی کی رہ چکی ہے۔

اب آیئے اس سے بھی زیادہ قریب کا واقعہ سنیے! البلاغ، نے اپنی ۲۵ رمارچ ۸۴ء کی اشاعت میں یہ انکشاف شائع کیا ہے:

''فرانس پریس نے مغربی جرمنی کے اخبار اسٹرن کے حوالہ سے بیان کیا ہے اسرائیل روزانہ ایران کو اسلحہ سپلائی کرتا ہے۔ جس میں شاہ کے زمانہ کے قدیم ہتھیاروں کے لیے فاضل پرزہ جات کی سپلائی بھی شامل ہے۔ اخبار نے لکھا ہے کہ روزانہ ایک ٹرانسپورٹ اسرائیلی طیارہ صحرائے نقب کے ایک جنگی ہوائی اڈے سے رات کی تاریکی میں اڑتا ہے اور ملک شام کی فضا سے پوری آزادی کے ساتھ گزرتا ہوا تہران پہنچتا ہے۔ اخبار نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ اسرائیلی دارالحکومت تل ابیب میں نمکین پانی کو صاف کرنے کی ایک کمپنی ہے، جس نے پچھلے دنوں ۱۳۵ ملین ڈالر کے لانس میزائیل اور دستی بم ایرانی حکمرانوں کے حوالے کیے ہیں۔''

ہمیں اس پر اعتراض نہیں کہ کوئی برسر پیکار ملک ہتھیار کیوں خریدتا ہے۔ لیکن آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ جب اسلامی انقلاب کا دعویدار ملک ایک دوسرے مسلمان ملک کو تہس نہس کرنے کے لیے اسلام کے ازلی اور سخت ترین دشمنوں سے پینگیں بڑھائے اور مسلمانوں سے صلح کی تمام کوششوں کو یکسر مسترد کر کے خونخوار یہودیوں اور صلیبی عیسائیوں کی گود میں جا بیٹھے تو اس ملک کا انقلاب کہاں تک اسلامی ہوگا اور اس سے مسلمانوں کے لیے خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے جو لوگ ایران کے نام نہاد اسلامی انقلاب پر خوشی سے ناچتے رہتے ہیں، انہیں ایران کی اس اسلام دشمنی پر بھی نظر ڈال لینی چاہیے۔

واللہ یھدی من یشاء۔

خمینی کی نام نہاد رواداری کی حقیقت:

صوبہ اہواز کے عربی النسل سنی مسلمانوں پر خمینی حکومت نے بے تحاشا ظلم توڑے ہیں انھیں اپنی مادری زبان عربی پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کردوں کو بھی سنی ہی ہونے کی وجہ سے کچلا جا رہا ہے۔ اندرون ملک بڑے بڑے سنی علماء کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور ان کی مسجدوں اور مدارس پر یا تو تالے ڈال دیے گئے ہیں یا شیعوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ سنیوں کو بالجبر شیعہ بنایا جا رہا ہے۔ اور اس سلسلے میں ایسے مظالم ہو رہے ہیں کہ مشرقی ایران کی سنی

اکثریت کی ایک خاصی بڑی تعداد نے اپنے متصل روسی علاقوں میں پناہ لے رکھی ہے۔اہل سنت کے ساتھ مل کر کام کرنے کے قائل روشن خیال شیعہ دانشوروں کو انحراف اور غلو کے الزام میں تہ تیغ کرتے کرتے صاف کر دیا گیا ہے۔ جنگ کے لائق افغان مہاجرین کی ایک خاصی تعداد کو خمینی حکومت نے ہتھیاروں کے بدلے روس کے حوالے کر دیا جنھیں روس نے تہ تیغ کر دیا بقیہ کی نگرانی قیدیوں کی طرح کی جاتی ہے ابھی حال ہی میں ان کی خاصی تعداد ایران سے بھاگ کر پاکستان آئی ہے۔

روس میں ایران کے کم از کم ایک سو پراجیکٹ تیار ہو رہے ہیں اور اسلام دشمن سرگرمیوں میں ملوث دوسرے کمیونسٹ ملکوں سے بھی ایران کی دوستی ہے۔لبنان میں ایرانیوں نے فلسطینیوں کو کچلنے والی طاقتوں کا پورا پورا ساتھ دیا۔عراق سے جنگ کا بہانہ یہ ہے کہ وہ بعثی یعنی بے دین ہے۔مگر شام ان سے بھی زیادہ گندہ بعثی ہے اور اس سے ایران کی دوستی ہے۔

ایران امریکہ اور اسرائیل کے خلاف نعرے لگاتا ہے مگر اس کو عراق سے لڑنے کے لیے ہتھیار اسرائیل اور امریکہ ہی سے ملتے ہیں غالباً یہ تقیہ کی برکت ہے۔

کراچی میں ایرانی طلبہ صحابہ کی لعنت و تکفیر پر مشتمل ٹریکٹ تقسیم کرتے تھے اسی پر وہاں سخت شیعہ سنی فساد ہوا۔اسی طرح کے ٹریکٹ تقسیم کرنے پر واشنگٹن کی جامع مسجد میں بھی فساد ہوا۔اور اس مسجد پر مدتوں تالا ڈال کر پولیس کا پہرہ رہا۔خمینی حکومت امریکہ اور مغربی ممالک کے خلاف گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگاتی ہے مگر خمینی صاحب کے پروپیگنڈے کے دو بڑے مراکز لندن اور امریکہ میں ہیں۔یہ بھی تقیہ کی برکت ہے) جہاں سے اسلام پسند ممالک کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈہ کا غلغلہ بلند کیا جاتا ہے۔

نصیر الدین طوسی جس نے ہلاکو کو بغداد پر چڑھا کر بغداد اور نواح بغداد میں کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کا قتل عام کرایا تھا۔خمینی صاحب طوسی کی اس حرکت کو اسلام کی جلیل القدر خدمت قرار دیتے ہیں۔

ان تفصیلات کی روشنی میں خمینی صاحب کا حقیقی چہرہ دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ امت کو متحد و سربلند کرنا چاہتے ہیں یا امت کی لاش پر شیعی عظمت کا شیش محل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔اور خمینی صاحب کا وجود شیعوں کے قدیم تاریخی جرائم کی ایک کڑی ہے یا ان جرائم کا کفارہ۔

افسوس تو یہ ہے کہ اہل سنت مفکرین گہری سوجھ بوجھ اور مومنانہ فراست رکھنے کے باوجود ان سارے حقائق کے سامنے آجانے پر بھی خمینی صاحب کے بارے میں اپنی خوش فہمی اور حسن ظن قائم رکھے ہوئے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اس باقاعدہ تمام حجت کے بعد اب مزید بحث بیکار ہے۔

مکہ معظمہ میں ایرانی سفاکی اور اس کے مضمرات:

ہم اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ ایران کا موجودہ انقلاب کوئی اسلامی انقلاب نہیں ہے۔بلکہ وہ ایک خالص اور ہمہ جہتی شیعی انقلاب ہے؛ اور شیعہ مذہب یہود و مجوس کی مشترکہ سازش کی پیداوار ہے، جس کا مقصد وجود ہی یہ ہے کہ اسلام کے نام پر اسلام اور امت اسلامیہ کو جہاں تک ممکن ہو تباہ و برباد کیا جائے۔ چنانچہ اسلام کی بربادی کے لیے اس مذہب کی بنیاد ایسے عقائد پر رکھی گئی، جو صرف یہی نہیں کہ اسلام سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے بلکہ جو صریح طور پر اسلام کے منافی ہیں۔اور اسلامی نقطۂ نظر سے شرک و کفر کی حدوں کو جا پہنچتے ہیں۔

اس مذہب میں ائمہ اہل بیت کو انبیاء کے مقام سے بلند اور خدائی تصرفات کا مالک بنادیا گیا۔قرآن و احادیث نبویہ کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا، جھوٹ اور فریب دہی کو اخلاقیات کا بنیادی پتھر ٹھہرایا گیا۔اور اسلامی اخلاقیات کی بربادی کے لیے متعہ جیسی حیاء سوز بدکاری کو صرف یہی نہیں کہ رواج عام دیا گیا بلکہ اس کی فضیلت اور خوبیوں کے سلسلے میں احادیث اور روایات گھڑی گئیں۔ اس طرح لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد جنہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونا چاہا اور وہ اس مذہب کے نمائندوں کے ہتھے چڑھ گئی۔اور ان کا دین وایمان برباد ہو کر رہ گیا۔آج ہندوستان و پاکستان اور ایران و لبنان وغیرہ میں

ان کے مخالفین کی ایک بہت بڑی تعداد دیکھی جا سکتی ہے۔

دوسری طرف امت مسلمہ کی بربادی کے لیے اس مذہب نے وحی الٰہی کے اولین مخاطب اور اسلام کے اصل حاملین یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خاصان خاص کو کافر و مرتد قرار دے کر ان کی اور ان کے صحیح پیروکاروں یعنی اہل سنت کی عداوت و دشمنی اور ان کی ایذا رسانی و بربادی کو اپنا اصل الاصول قرار دیا۔ اور اس مقصد کے لیے رذالت کی آخری حدوں تک چلے جانے کو بھی باعث ثواب ٹھہرایا۔ امت کی تاریخ میں تباہی و بربادی کے جتنے بڑے بڑے حادثات پیش آئے ہیں، ان کے پیچھے شیعہ حضرات کا ہاتھ ضرور رہا ہے۔

ابتدائی صدیوں میں ان کے خفیہ چھاپہ ماروں کے ہاتھوں کئی لاکھ مسلمان قتل کیے گئے۔ حرم پاک میں عظیم خونریزی ہوئی، بار بار بغاوت کے لاوے پھوٹے اور کشت و خون کی ندیاں بہیں اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی انھی کی بدولت ہوئی۔ جس میں تنہا بغداد و نواح بغداد میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مارے گئے۔ اس تباہی پر شیعہ آج بھی اس قدر خوش ہیں کہ اسے خمینی صاحب نے اسلام کی خدمت جلیلہ قرار دیا ہے۔ دور کیوں جایئے، خود ہمارے ملک ہندستان میں مسلمانوں کی بڑی بڑی تباہیاں انھی کے طفیل ہوئیں۔ میر جعفر، میر صادق، میر قاسم، قاسم علی لنگڑا وغیرہ۔ جن کی وجہ سے بنگال میں سراج الدولہ اور میسور میں شیر میسور سلطان ٹیپو کی مسلم سلطنتیں انگریزوں کے ہاتھوں تاراج ہوئیں اور معلوم نہیں کتنی صدیوں کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کے گلے میں ذلت و رسوائی کا طوق پڑ گیا۔ یہ سارے کے سارے غداران ملک و ملت اور ننگہائے دین و وطن شیعہ ہی تھے، جن کے بارے میں علامہ اقبال کا یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے:

جعفر از بنگال، صادق از دکن
ننگ ملت، ننگ دیں، ننگ وطن

بلکہ علامہ اقبال نے تو ان کے نام کو غداری و بدعہدی کا رمز ہی بنا ڈالا؛ اور کہا

"الامان از جعفران ایں زماں"

غرض شیعہ مذہب اور شیعہ امت کا مقصد وجود ہی یہ ہے کہ حقیقی اسلام اور حقیقی مسلمانوں کو روئے زمین سے ختم کر دیا جائے اور یہودی شریعت اور مجوسی قوم پرستی کے معجون مرکب کو اسلام کے نام پر اقتدار و سربلندی عطا کی جائے۔ مگر جب انھوں نے زمین میں فساد بپا کیا اور خلق خدا کو اپنی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنایا، تو اللہ نے اپنی سنت کے مطابق ان کو بھی یہود کی طرح اپنے کچھ خاص بندوں کے ذریعہ کچلوا دیا۔ اور جو دار و گیر سے بچ رہے انھوں نے اپنے مسلمہ اصول تقیہ کے مطابق بظاہر شائستگی و سلامت روی اختیار کر لی اور خونخواری کے جذبات کو کسی مناسب وقت کے لیے دبا لیا۔

اس طرح کے مسلسل تجربات کی روشنی میں شیعہ رہنماؤں نے اسلام کی مکمل تباہی کا منصوبہ تہ خانہ سامرہ کی افسانوی شخصیت محمد بن حسن عسکری (امام غائب اور مہدی مزعوم) کی آمد پر موقوف کر دیا۔ اور خود اندھیرے اجالے لعنت و ملامت کے الفاظ اور جملوں اور دعاؤں سے لذت کام و دہن لینے پر اکتفا کیا۔ چونکہ ان کے عقیدے کے مطابق اسلام و اہل اسلام کی اس ہمہ گیر تباہی کے لیے جو جنگی کاروائی ہوگی اسی کا نام جہاد ہے، اس لیے انھوں نے جہاد کو بھی امام غائب کی آمد تک کے لیے موقوف قرار دیا، اور محض محلاتی سازشوں کے ذریعہ اہل سنت کی بربادی کے سامان مہیا کرنے پر اکتفا کرتے رہے۔ مگر خمینی صاحب نے آ کر اجرائے جہاد (یعنی اہل سنت کے خلاف شیعوں کی مذہبی فوج کشی) کا فتوی دیدیا۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ شیعی روایات کے مطابق مشرق سے ایک فوج کالی جھنڈیاں لے کر آئے گی، اور مہدی کے لیے راستہ ہموار کرے گی مہدی مکہ میں ظاہر ہوں گے۔ خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان ملتزم کے پاس ان سے بیعت لی جائے گی۔ پھر وہ مدینہ جائیں گے، مسجد نبوی کو ڈھائیں گے اور ابوبکر و عمر نیز دوسرے صحابہ کرام ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو پھر ان کے طریق پر کار بند حکام اور ان کے مقربین کو زندہ کر کے سزائیں دیں گے۔ پھر نجف اشرف آئیں گے اور وہاں سے ہر چہار جانب کے شیعوں کو پکاریں گے، جس کے جواب میں ابتداء سے اس وقت تک مرنے والے سارے شیعہ قبروں

سے نکل نکل کر ان کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور پھر ان کے ذریعہ مہدی روئے زمین سے ان تمام افراد کا صفایا کریں گے جو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے برحق ہونے کا کچھ بھی یقین رکھتے تھے۔ یہی مراد ہے اس روایت سے جس میں کہا گیا ہے کہ مہدی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

خمینی صاحب کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ کالی جھنڈیوں والی جو فوج مہدی کا راستہ ہموار کرنے آئے گی۔ اگر ظہور مہدی سے پہلے پہلے اسکے ہاتھوں مکہ مدینہ (حجاز) سے لے کر نجف اشرف (عراق) تک فتح نہ ہو جائے تو مکہ میں مہدی کی بیعت مدینہ میں ان کی انتقامی کارروائی اور نجف اشرف میں ان کے جھنڈے تلے شیعہ فوجوں کا قبروں سے نکل نکل کر اجتماع کیسے ہو سکے گا؟۔ اس لیے ضروری ہے کہ ظہور مہدی سے پہلے جہاد شروع کیا جائے ، اور ان علاقوں کو بزور شمشیر یا بذریعہ حیلہ وبہانہ اپنے تصرف واقتدار میں لایا جائے۔ چونکہ خمینی صاحب اور ان کے پیروکار موجودہ ایرانی انقلابی حکومت کو ''دولۃ الموطئین''، یعنی مہدی کے لیے راستہ ہموار کرنے والی حکومت کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔ اس لیے ایک طرف تو انھوں نے ساری دنیا کو چھوڑ کر عرق کو اپنے جہاد کا نشانہ بنایا کہ یہی ان کے راستے کی پہلی منزل ہے اور اسی لیے وہ کئی لاکھ ایرانیوں کی پے درپے ہلاکت کے باوجود پورے جذبہ خونخواری کے ساتھ میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں اور ان پیشینگوئیوں کے مطابق فتح کی امید میں جنگ بندی کی ہر کوشش کو ٹھکراتے جارہے ہیں اور دوسری طرف حجاز پر نظریں گاڑے ہوئے ہیں اور وہاں سے آل سعود کو بے دخل کرنے کی سازشیں رچاتے پھرتے رہے ہیں۔

کبھی لندن میں کبھی پاکستان میں اور کبھی کسی اور جگہ کانفرنسیں کی جاتی رہی ہیں کہ حجاز پر سارے اسلامی ممالک کی مشترکہ حکومت قائم کی جائے۔ ان کوششوں سے ایران کا منشا یہ تھا کہ ایک بار حجاز پر اسلامی ممالک کا مشترکہ اقتدار قائم ہو جائے تو پھر وہاں ایرانی فوج اتنی بڑی تعداد میں اتار دی جائے کہ وہ خالص ایرانی مقبوضہ بن جائے اور کسی کے لیے دم

مارنے کی گنجائش نہ رہے۔

اس مقصد کے لیے کانفرنسوں کے علاوہ فوجی اور نیم فوجی کارروائیاں بھی ایران کے پروگرام میں مستقلاً شامل رہی ہیں، اور اس کے لیے موسم حج کا استحصال کرنے کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ چنانچہ کئی برس سے ایران زمانہ حج میں گڑبڑ مچاتا چلا آرہا ہے۔

اس موجودہ دور میں جب کہ ایران ایک طرف انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ سادہ لوح سنیوں کو فریب دینے کے لیے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لارہا ہے تو دوسری طرف وہ اپنے مذموم مقاصد پورے کرنے کے لیے مذموم طریقے بھی اختیار کر رہا ہے۔

پہلے پہلے حکومت ایران نے شدت سے اصرار کیا تھا کہ حرم سے متصل ہر چہار جانب کے مکانات ایرانی حجاج کو دیے جائیں اور ان کے بعد دور دراز جو مکانات باقی بچ جائیں وہ دیگر ممالک کے حاجیوں کو دیے جائیں۔ نیز کسٹم پر ایران سے جانے والے عازمین حج کے سامان چیک نہ کیے جائیں۔ مقصد ظاہر ہے یہ تھا کہ اس طرح ایرانی حضرات اسلحہ سمیت مکہ میں داخل ہو جائیں اور حرم اور اس کے اطراف پر اس طرح قبضہ کرلیں کہ سعودی فوج کے لیے کارروائی کرنی ناممکن یا سخت مشکل ہو جائے۔

پھر ان قابضین کی امداد کے لیے ایران کے فوجی طیارے اور بحری جنگی جہاز حرکت میں آجائیں، اور مکہ اور پھر حجاز پر شیعہ حکومت قائم ہو جائے۔ مگر سخت اصرار کے باوجود سعودی حکومت ان کے دام فریب میں نہ آسکی تو پچھلے سال متعدد ایرانی حجاج کو گولہ بارود کے ساتھ بھیجا گیا کہ کم از کم وہ تخریب کاری ہی کریں۔ لیکن یہ گولہ بارود کسٹم ہی میں پکڑ لیا گیا۔ تو اس سال ایک نئی اسکیم بنائی گئی۔ حجاج کے بھیس میں خاصی تعداد میں تربیت یافتہ فوجی حج کے بہانے مکہ آئے اور چھریوں اور چاقوؤں سے مسلح ہو کر مظاہر شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ سڑکوں پر کھڑی کاروں اور دیگر اشیاء کو آگ لگانی شروع کردی اور رانوں کے اندر چھپائے ہوئے چھروں اور چاقوؤں سے سعودیوں اور غیر ایرانی حاجیوں پر حملے شروع کر دیے۔

غالباً ایرانیوں نے سمجھ رکھا تھا کہ مکہ میں چند مسلح پہریداروں اور بے ہتھیار نگراں پولیس کے سوا کوئی مسلح سعودی فورس نہیں اور جب تک جدہ یا طائف سے مسلح فوج آئے گی تب تک وہ بہت بڑے پیمانے پر تباہی مچا کر خانہ کعبہ پر قبضہ کر چکے رہیں گے اور کم از کم اس سال کا حج نہ ہونے دیں گے۔ مگر کشت وخون اور آتش زنی کا یہ سلسلہ جاری ہوتے ہی سعودی فورس نے مظاہرہ کی پیش قدمی روک دی جس سے گھبرا کر پیچھے کے بے خبر ایرانی سورماؤں میں بھگدڑ مچ گئی، اور اس کے نتیجہ میں خود ان کے کئی سو افراد پیروں تلے کچل کر لقمہء اجل بن گئے۔

ایرانی رہنماؤں کو معلوم تھا کہ اس طرح کی کارروائیوں سے وہ مکہ معظمہ پر اپنا اقتدار قائم نہ کر سکیں گے۔ لیکن انھیں توقع تھی کہ یہ پروگرام اس حد تک ضرور کامیاب ہو جائے گا کہ حج کا سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا اور قتل وخونریزی آتش زنی اور فساد اور گڑبڑی اتنے بڑے پیمانے پر پھیلے گی کہ طویل وقفے تک سعودی فورس کنٹرول نہ کر سکے گی۔ مختلف ممالک کے حجاج بڑے پیمانے پر قتل اور زخمی ہوں گے۔ پھر گڑبڑ کا الزام سعودی باشندوں اور سعودی فورس کے سر رکھ کر پورے عالم اسلام میں اس کی غفلت، شرارت اور بدنظمی کا ڈھنڈورا پیٹا جائے گا (جیسا کہ بعد میں کیا بھی گیا)۔

لہٰذا سعودی دنیا میں منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں گے اور اس طرح پورے عالم اسلام کو سعودی عرب کے خلاف متحد کر کے یہ متفقہ مہم چلائی جائے گی کہ حجاز کو سعودی عرب کے اقتدار سے نکال کر وہاں کا انتظام پورے عالم اسلام کے نمائندوں کے حوالہ کیا جائے۔ ایران کو یقین تھا کہ یہ مہم کامیاب ہوگی اور یوں اس کا دیرینہ منصوبہ عالم وجود میں آجائے گا۔ مگر

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾

والے پروردگار نے پورا معاملہ ہی الٹ دیا اور ایرانی پروگرام صرف یہی نہیں کہ پہلے ہی قدم پر فیل ہو گیا، بلکہ ان کی تخریبی کارروائی کی پوری ویڈیو فلم بھی لے لی گئی جس کے بعد ایرانیوں کی کوئی بات بنائے نہ بن سکی۔ اور ساری دنیا نے سعودی عرب کی تائید اور اس کے

چست نظام اور بروقت کارروائی کی تعریف کی اور ایران پر لعنت وملامت کے ڈونگرے برسائے؛

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ، مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾

معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہوا' اور نہ ہی ایرانی مفکرین اور مذہب پرست آرام سے بیٹھے؛ بلکہ وہ اپنے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے وقتاً فوقتاً کام کرتے رہے۔

چنانچہ سن دو ہزار پانچ کے حج میں ایرانی حاجیوں نے موسم حج میں منیٰ اور مکہ شہر میں چھریوں سے حجاج کرام پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں کئی حجاج مارے گئے؛ اور تقریباً تنالیس حجاج زخمی ہوئے۔ دو ہزار نو میں عین موسم حج میں جب سعودی عرب کی تمام تر فورس حجاج کی خدمت میں مشغول تھی ایران نے یمن کے حوثی قبیلہ کی مدد سے؛ جو کہ مذہباً شیعہ ہیں؛ سعودیہ کی جنوبی سرحدوں پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ چالیس روز تک جاری رہی۔ اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔ اور آخر کار حوثیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کے نتیجہ میں جنگ بندی ہوئی۔

ایسے ہی شیعہ حضرات کئی بار مدینہ میں ہنگامے کرا چکے ہیں۔ سن دو ہزار آٹھ میں مقبرہ بقیع میں شیعہ نے صحابہ کرام کی قبروں کی توہین کی کوشش کی؛ جس پر ہنگامہ ہوا۔ اور کئی لوگ مارے گئے۔ حالانکہ سعودی حکومت کی شیعہ کے ساتھ رواداری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ طیبہ میں جہاں دس اہل سنت کو مل بیٹھ کر میٹنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ وہیں پر ہر جمعرات کے دن بقیع کے سامنے شیعہ کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا کرتا تھا؛ جس کی حفاظت پر سعودی فورسز مامور ہوا کرتی تھیں۔ مگر شاید کہ چور کو چوری راس نہ آئی۔ اس لیے اس نے مزید پاؤں پھیلانے شروع کر دیے۔

یہ ہیں وہ مضرات ومقاصد جن کے لیے ایرانی کارندے کئی برس سے حرمین شریفین جیسے مقدس مقامات کو اپنی ہلڑبازی کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس سال تو ایرانی صدر محمود نژاد نے خود یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ حج کے موقع پر اپنی قوت کا مظاہرہ کریں گے۔ اور بعض

قابل اعتماد ساتھیوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ایران کی طرف سے۔ بحرین میں سعودی فورسز کے داخلہ پر ردعمل کے طور پر انہوں نے خفیہ طور پر سعودیہ کو یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اس سال حج میں گھٹنوں تک خون چڑھایا جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے بعد سعودیوں کی بیدار مغزی اور اخلاص کی بدولت وہ ایسا کرنے میں بری طرح سے ناکام رہے۔

آپ غور کیجیے کہ آخر اس کا کیا تک ہے کہ حرمین شریفین میں تو امریکہ اور اسرائیل کے خلاف منظم مظاہرے کر کے مردہ باد کے نعرے لگائے جائیں اور ان کے سربراہوں کے پتلے جلائے جائیں مگر بندر خمینی اور تہرانؓ ہوائی اڈے پر امریکی اور اسرائیلی جہازوں کا استقبال کیا جائے اور دولت کا انبار ان دونوں ملکوں کے حوالے کر کے مسلمانوں کے قتل کے لیے ان سے اسلحے خریدے جائیں اور پھر اعمال حج کے دوران 'لبیک اللھم لبیک'' کی جگہ لبیک یا خمینی پکارا جائے۔ طواف کے دوران پرسوز دعاؤں کی جگہ ''اللہ واحد، خمینی قائد'' اور ''اللہ اکبر، خمینی رہبر'' کی صدائیں بلند کی جائیں اور قربانی کے جانوروں کی جگہ انسانوں کو ذبح کرنے کی کوشش کی جائے۔ کیا اسی دورخی پالیسی کا نام اسلام دوستی ہے؟ اور کیا انھی ہلڑبازیوں کا نام حج ہے؟

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

ہم ایک بات تاریخ کی روشنی میں بانگ دہل کہتے آئے ہیں اور اس اپنے قارئین کے سامنے پھر دوبارہ رکھنا چاہتے ہیں کہ:

❀ شروع میں شیعہ سنی اختلاف کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا بلکہ صرف سیاسی اختلاف تھا۔ اور اس میں یہ شدت نہیں تھی کہ مسلمانوں کو کافر کہا جائے اور اسلام کے مسلمہ اصولوں سے انحراف برتا جائے۔

❀ دھیرے دھیرے ان لوگوں کو اغیار اپنی سازشوں کا شکار بناتے رہے؛ اور انہیں اسلام سے ہٹا کر اسلام کے نام پر بالکل ایک دوسرے منہج پر لے گئے جو نہ ہی شیعہ تھا اور نہ ہی سنی۔ ان لوگوں کو روافض کا نام دیا گیا۔ اس وقت پورے عالم میں چرچا انہی لوگوں کا ہے'

اور عرب' ایران اور ہندو پاکستان میں اپنے آپ کو شیعہ کہلوانے والے لوگ اصل میں رافضی ہیں۔ مگر لبادہ شیعیت کا اوڑھ رکھا ہے۔

❀ ان شیعہ لوگوں سے اسلام کو اتنا نقصان پہنچا ہے کہ تاریخ میں کوئی بھی غیر مسلم کبھی بھی مسلمانوں کو اتنا بڑا نقصان نہیں پہنچا سکا۔ چنانچہ خلافت اسلامیہ سے قرامطہ کی علیحدگی؛ پھر صفویوں کی علیحدگی؛ پھر بہویوں کی علیحدگی؛ پھر اسماعیلیوں اور فاطمیوں کی علیحدگی؛ اور پھر خراسان سے لیکر مراکش تک اور افریقہ سے لیکر سندھ تک مختلف مقامات پر شیعہ ریاستیں قائم کر کے خلافت اسلامیہ کو کمزور کیا گیا۔